۷۸۶

مقالات قادری

جلد اوّل

از

مبلغ اسلام مولانا سید سعادت علی القادری مدظلہ

صدر جمیعت اہلسنت پاکستان

باہتمام

مفتی احمد میاں برکاتی

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ

دار العلوم احسن البرکات شارع مفتی خلیل خان

نزد ہوم اسٹیڈ ہال حیدر آباد سندھ

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

58541

نام کتاب ـــــــ مقالات قادری (جلد اوّل)
مصنف ـــــــ علامہ سیّد سعادت علی القادری
کتابت ـــــــ ثناء اللہ ۔ خلیل نوری
تصحیح ـــــــ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی
صفحات ـــــــ ۳۹۲
طباعت اوّل ـــــــ مارچ ۱۹۸۷ء
طباعت دوم ـــــــ اکتوبر ۱۹۸۷ء / صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
تعداد ـــــــ گیارہ سو
طابع ـــــــ ضیاء الدین پبلیکیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی
قیمت ـــــــ

ملنے کے پتے

سیّد عامر علی قادری ، ۱۷ ۔ ڈی بلاک ۵ ، فیڈرل بی ایریا ، کراچی ۔ ۳۸

ROOMI BECHAN QADRI .
AL QADRI ISLAMIC CENTRE .
GASLAAN - 02. 2562. LJ ,
DENHAAG . NEDERLAND.
TEL : 070 - 461024 / 454995

SYED & LOCKHAT .
P.O.BOX : 48258.QUALBERT.4078.
DURBAN. (REP.OF SOUTH AFRICA)
TEL : 281200 & 313317/8.

Marfat.com

اس کتاب کے مضامین

ا

۱۔ عید میلاد النبی منانا ۱۰

۲۔ رسول کی محبّت ۲۰

۳۔ نورانی جسم ۳۹

۴۔ حضور علیہ السلام کے معجزات ۸۷

۵۔ امت پر رسول کے حقوق ۱۰۶

۶۔ بہترین عادات ۱۴۲

۷۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات ۱۶۰

Marfat.com

۸	معلم کامل	۱۶۵
۹	سفر معراج	۱۸۱
۱۰	سرچشمۂ اخلاق	۱۹۳
۱۱	پیدائش کا دن	۲۱۵
۱۲	یوم عاشوراء	۲۴۶
۱۳	شہادت سیدنا امام حسین	۲۴۹
۱۴	مسلم بن عقیل اور ان کے صاحبزادے	۲۶۰
۱۵	کربلا کے چند شہداء	۲۶۸
۱۶	قاتلانِ حسین کا انجام	۲۷۶
۱۷	کرسمس اور حضرت عیسیٰ	۲۸۴
۱۸	اللہ کے ولی	۳۰۲
۱۹	تمام مسلمان کا فر ہیں	۳۲۷
۲۰	ملاقات کا طریقہ	۳۴۴
۲۱	تعمیر مساجد	۳۵۸
۲۲	اتحاد و اتفاق	۳۷۴

ناظم اشاعت

عادل میاں برکاتی

فون ۲۵۸۰۲

سیل آفس : مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ (شارع مفتی محمد خلیل خاں) حیدرآباد

Marfat.com

ناشر کے قلم سے

زیرِ نظر کتاب کے مصنف، مبلغ اسلام حضرت مولانا سید سعادت علی قادری بڑی وجیہہ اور علمی شخصیت کے مالک ہیں، تنظیمی امور میں بھی موصوف کا ثانی نہیں مولانائے محترم، ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید اول ہیں۔ آپ کی پیدائش علی گڑھ یوپی میں ہوئی[1] ابتدائی علوم ہندوستان میں حاصل کئے اور تکمیل پاکستان آنے کے بعد مدرسہ انوار العلوم ملتان میں فرمائی۔ اس اعتبار سے آپ کو غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ علوم شرعیہ سے فراغت کے بعد کراچی تشریف لائے اور بیسویں صدی کے ساتویں عشرے کے وسط میں، کراچی کے علماء اہلسنت کے ساتھ مل کر، جماعت اہل سنت کے نام سے مرکزی تنظیم کی بنیاد ڈالی اور کراچی میں جامع مسجد قصاباں صدر کو مرکز بنایا۔ اس زمانہ میں جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام بہت سے رسائل و پمفلٹ چھپوا کر عوام میں مفت تقسیم کروائے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد محدود وسائل کے باوجود ایک ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کے نام سے جاری کیا جو کافی عرصہ جاری رہا۔

جولائی [illegible] میں یہ ماہنامہ باقاعدہ طور پر، پروفیسر مفتی سید شجاعت علی قادری کی نگرانی اور مولانا جمیل احمد نعیمی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا، جو کئی سال باقاعدگی سے جاری رہا۔ جماعت اہل سنت کے تحت مولانا موصوف نے پورے کراچی میں عوام اہلسنت کو منظم کیا، جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۰ء کے ملکی الیکشن میں عوام اہل سنت اور علمائے اہل سنت چمک کر ابھرے۔ مولانا نے ۱۹۷۰ء کی تاریخی دار السلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) سنی کانفرنس میں اہم کردار انجام دیا اور اس

---

[1] ترجمان اہلسنت ماہنامہ کراچی فروری ۷۴ء۔

Marfat.com

سلسلہ میں چند رفقاء اس کے ساتھ مل کر پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور عوام کو سوشلزم کے خطرے سے آگاہ کیا۔ ۷۰ء کے الیکشن کے بعد علمائے اہلسنت کے مشورے سے مولانا سید سعادت علی قادری مبلغ اعظم کو بیرون ملک تبلیغ اسلام کے لئے جانا پڑا۔[1]

چنانچہ ۲۵ر جنوری ۱۹۷۱ء کو مولانا موصوف جنوبی امریکہ کے ایک علاقہ سرینام کے مسلمانوں کی تنظیم "ٹرینیڈیڈ مسلم ایسوسی ایشن" کی دعوت پر سرینام پہنچے۔ راستہ میں جامعہ ازہر کا دورہ بھی کیا۔[2]

مولانائے موصوف نے سرینام کے دارالخلافہ "پیراماری بو" کی ایک مسجد کو تبلیغی مرکز بنایا۔ ابتدائی حالات حوصلہ شکن تھے۔ مولانا نے دو سال کی منصوبہ بندی کے تحت اس مسجد کو پچاس ہزار روپیہ کی لاگت سے بہت خوبصورت بنوایا۔ شروع میں نمازیوں کی تعداد جمعہ جیسے عظیم اجتماع میں صرف چالیس نفر تک ہوتی تھی۔ مگر مولانا قادری کی عظیم کوششوں نے ایسا شاندار کام کیا کہ سرینام کے لوگ بازاروں میں کہتے تھے، کہ:

"مولانا نے بھی خوب چکر لگایا۔ کبھی تو ہم مسجد میں جاتے نہ تھے لیکن اب روز نہ جاؤ تو لگتا ہے کہ ہم کوئی اہم کام نہیں کر پائے"۔

یوم شہادت حسین کے اجتماعات منعقد کرانے کے لئے مولانا نے ایک میلاد کمیٹی قائم کی جس کے زیر اہتمام سرینام کے لوگوں نے پہلی مرتبہ واقعات شہادت سنے۔ اسی کمیٹی کے زیر اہتمام ۷۱ء میں پہلی مرتبہ ۱۲ ربیع الاول شریف پر سرینام میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا گیا۔ اس جشن کے موقع پر سیاسی رہنماؤں اور دیگر مذاہب کے مبلغین اور معززین شہر کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر غیر مسلم بچوں کی جانب سے مسلمانوں کو ان کے نبی کی پیدائش پر گلدستے

---

[1] ترجمان اہلسنت ایضاً اپریل ۷۳ء

[2] ترجمان اہل سنت ایضاً اپریل ۷۴ء

Marfat.com

پیش کئے گئے۔

مارچ ۲ء میں مولانا موصوف نے مسلمانوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی شبیہ کے ساتھ جھنڈا پیش کیا، جو سرینام میں مسلمانوں کا جھنڈا قرار پایا اور آج عالم یہ ہے کہ یہ جھنڈا سرینام اور ہالینڈ کے ہر مسلمان کے پاس مختلف سائزوں اور اسٹیکرز کی شکل میں گاڑیوں، کاروں، مکانوں، دوکانوں، دیواروں، بجلی کے سٹینڈز، لیمپ حتیٰ کہ پیپر ویٹ پر موجود ہے۔ نبی کے اس جھنڈے کی برکت تھی کہ ۱۵ مئی ۲ء کو ہی سرینام میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا جس میں پیدل لوگوں کی بجائے، تاحد نگاہ، صرف کاریں ہی کاریں اور گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ شہر بھر کے عیسائی، مرزائی، ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے مرد عورتیں بچے اس کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے کہ مسلمان اس طرح اپنے نبی کی پیدائش پر اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔

مولانا سید سعادت علی قادری، ایک کامیاب منتظم اور مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ ادیب بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بھر کے کثیر الاشاعت اخبارات آپ کے مضامین کو اب بھی نمایاں طریقہ پر چھاپتے ہیں۔ کراچی کے ایک اخبار جنگ کے ایک ایڈیٹر کو خود راقم الحروف نے دیکھا کہ انہوں نے، خاص خاص مواقع پر خصوصی ایڈیشن کے لئے خود مولانا موصوف کو فون کر کے بطور فرمائش مضامین لکھوائے۔ مولانا نے اسی شوق کے تحت سرینام میں بھی کافی تحریری کام کیا۔ اور وہاں کی مقامی ڈچ زبان میں کئی رسائل شائع کرائے۔ اور اس مقصد کے لئے "مسلم مذہبی کمیٹی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت قرآن کریم کا ڈچ زبان میں ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے اور اب تک کئی پارے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ علمائے اہلسنت کی بعض زیادہ مفید کتب کو بھی اردو سے ڈچ میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ فی الحال جن کتابوں کو اس ترجمے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ اُن میں پاکستان کے مشہور عالم دین پیر طریقت و رہبر شریعت مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمۃ کی مشہور جہاں تصنیف "ہمارا اسلام" بھی شامل ہے (مفتی صاحب موصوف

Marfat.com

نے وصال تک جو کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ وہ تقریباً ساٹھ ہیں، ان میں، سُنی بہشتی زیور، ہماری نماز، روشنی کی طرف، حکایات رضویہ اور عقائدالاسلام نیز الصلوٰۃ (بارہ ماہ کے نوافل) بسع سنابل ترجمہ، چادر چار دیواری، اور نور علیٰ نور قابلِ ذکر ہیں) حضرت مولانا قادری مدظلہ نے ہمارا اسلام کو جنوبی امریکہ کے مسلمان بچوں کے لئے وہاں کے مدارس میں بطور سبق رکھوایا ہے۔

مولانا موصوف کے ہاتھ پر سینکڑوں، عیسائی اور ہندو اسلام قبول کر چکے ہیں اور اتنے ہی مرزائی قادیانیت سے توبہ کرکے اسلام کی طرف رجوع کر چکے ہیں۔

مولانا قادری ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ عوام کے لئے، سادہ اور سہل زبان میں لٹریچر مہیا کیا جائے، تاکہ اُمت مُسلمہ اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی اقدار کو اُجاگر کرنے میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعلیمات سے عملاً فیض اُٹھا سکے، اسی مقصد کے پیش نظر، آپ کے کئی مضامین شائع ہو کر مختلف مواقع پر تقسیم ہو چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب مولانا کے مختلف مضامین کا گلدستہ ہے، جو مقالات قادری (اول) کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل اس کا پہلا ایڈیشن قبولیتِ عامہ حاصل کر چکا ہے۔

علاوہ ازیں آپ کے دو کتابچے "مرض سے موت تک" اور "اچھا برتاؤ"، بھی شائع ہو چکے ہیں۔ جو نہایت ہی پسند کئے گئے۔

ان میں سے "مرض سے مدت تک" کا ترجمہ انگریزی اور ڈچ میں ہوا اور یہ بیس ہزار طبع ہوا) "اچھا برتاؤ" کا ترجمہ انگریزی میں ہوا جو پندرہ ہزار طبع ہوا مقالات قادری جلد دوم بھی شائع ہو چکی ہے، اس میں مولانا کے گیارہ تاریخی خطبے و مقالات ہیں۔ اسی سلسلہ کی تیسری ترتیب مقالات قادری جلد سوم زیرِ طبع ہے اور

Marfat.com

انشاء اللہ عنقریب قارئین تک پہنچ جائے گی ۔ نیز جلد چہارم زیر قلم ہے ۔ آپ کی تازہ ترین تصانیف "تیس راتیں" انگریزی میں بیس ہزار طبع ہوگئی ہے ، اور اردو میں زیر طبع ہے ۔ دوسری تصانیف میں "نام نہاد اسلامی انقلاب" (اردو، انگریزی) "یوم الفرقان" (جنگ بدر کے موضوع پر تحقیقی کتاب) (اردو) اور "تبلیغی کتاب" (۵۵ تبلیغی خطبات کا بہترین مجموعہ) زیر طبع ہیں ۔

آج کل حضرت مولانا سید سعادت علی القادری ہالینڈ میں مقیم ہیں اور وہیں سے دنیا کے بیشتر ممالک کا دورہ فرما چکے ہیں ۔ آپ کی مداحین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سید سعادت علی قادری کو خدمتِ دین کے مزید مواقع مہیا فرمائے ۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب "مقالات قادری" کا نہ صرف خود مطالعہ کریں بلکہ اسے گھر گھر پہنچائیں کہ یہ بھی تبلیغ دین کا ایک ذریعہ ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ۔

خادم العلماء

ابو حامد مفتی احمد میاں برکاتی

مہتمم و شیخ الحدیث

دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

شارح مفتی خلیل خان

۲۱ ستمبر ۱۹۸۲ء

عید میلاد النبی منانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو "عید میلاد النبی" کہا جاتا ہے کیونکہ ہر وہ دن جس پر خدا کی کوئی نعمت بندوں کو نصیب ہو عید یعنی خوشی و مسرت کے اظہار کا دن ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ٥	اے رب ہمارے تو ہمارے اوپر خوانِ نعمت نازل فرما آسمان سے جو ہمارے لئے عید ہو ہمارے پچھلوں اور اگلوں کے لئے اور تیری نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے آسمان سے تیار شدہ کھانا (من وسلوا) اترنے کا دن عید ہو کیونکہ یہ خدا کی ایک نعمت ہے تو پھر نبی رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مسلمانوں کے لئے عید کیوں نہ ہو جب کہ وہ تمام نعمتوں کی جان اور سب سے بڑی نعمت ہیں اسی لئے علامہ یوسف ابن اسماعیل نبہانی، رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب جواہر البحار میں فرمایا۔

"اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے حضور علیہ السلام کے مولد کے مہینہ کی راتوں کو عید کے طور پر منایا۔"

Marfat.com

علامہ نبہانی کے علاوہ دیگر علمائے اسلاف نے بھی میلاد النبی کے شب و روز کو عید قرار دیا ہے اور یہی عقیدہ اہلسنت و جماعت کا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام ہی خدا کی سب سے عظیم نعمت ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ ۝	ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ہر وہ چیز جو کسی کو فائدہ پہنچائے نعمت ہے حضور علیہ السلام کسی نہ کسی اعتبار سے تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ یعنی خدا کی تمام مخلوق نے آپ کی بعثت پر احسان کا اظہار فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا۔	بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں رسول کو پیدا فرمایا۔

شکرِ نعمت یہ عظیم نعمت جس دن دنیا میں تشریف لائی اس دن کو یومِ عید جاننا اور اس دن اس نعمت کا ذکر و چرچا کرنا اور اس کے ملنے پر مسرت و خوشی کو ظاہر کرنا بلاشبہ حصول برکت و رحمت کا ذریعہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ نعمتیں ملنے پر بندے اس کا شکر ادا کریں قرآنِ کریم میں ہے۔

(۱) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝	تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیئے خوشی کریں اور وہ ان سب کے جمع کئے ہوئے مال سے بہتر ہے۔

Marfat.com

(۲) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ــ اور اپنے رب کی رحمت کو ظاہر کرو۔

(۳) وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ ــ اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

(۴) وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ــ اور اگر تم شکر کرو گے تو ہم تم پر اپنی نعمت زائد کریں گے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ نہ صرف خدا یہ پسند فرماتا ہے کہ نعمتیں ملنے پر بندے اس کا شکر ادا کریں اور اظہار مسرت کریں بلکہ خدا ان بندوں سے جو ایسا کرتے ہیں یہ وعدہ بھی کرتا ہے کہ جتنا تم شکر نعمت کرو گے اتنا ہی تم پر خدا کا فضل زیادہ ہوگا یہ تو عام نعمتوں کی بات ہے۔ وہ عظیم نعمت جس پر خود خدا نے اظہار احسان فرمایا اگر بندے اس کے ملنے پر اظہار مسرت کریں، اس کی پیدائش کے دن کو عید کی طرح منائیں اور اس نعمت کا چرچا و ذکر کریں تو یقیناً یہ عمل خدا کی مرضی کے حصول اور نجات پانے کا ذریعہ ہوگا۔

ذکر نعمت

خدا کی نعمتوں کا ذکر اور چرچا کرنا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ فرمایا گیا۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ــ اور ان کو یاد دلائیے اللہ کے دن۔

یہاں بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ انھیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو وہ خاص دن یاد دلایا کریں جن میں انھیں فرعون کے ظلم وستم سے نجات ملی ان پر من وسلوا نازل ہوا اور اسی قسم کے دوسرے دن جن میں انھیں انعامات سے نوازا گیا ہے یہ حکم دو وجہ سے دیا گیا ہے۔

۱۔ اس لئے کہ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اسکی نعمتوں کا ذکر کیا جائے

Marfat.com

جس کے لئے موزوں ترین وقت وہی تاریخ ہے جس میں وہ نعمت ملی۔

۲۔ اس لئے کہ بندے جب خدا کی نعمتوں کا ذکر سنتے اور یاد کرتے ہیں تو وہ ان نعمتوں کی قدر بھی کرنے لگتے ہیں اور ان کا نعمتیں عطا کرنے والے خدا سے بھی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

پس جب موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ حکم ہے تو اپنی اس نعمت کا ذکر عین مرضی خدا ہوگا جس کے ذکر کو خدا نے خود بلند بھی فرمایا ہے اور اس کے ذکر کو اپنا ہی ذکر قرار دیا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں سیدی ابن عطا رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے۔

جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِي — اے نبی میں نے آپ کو اپنا ذکر بنایا
فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِي۔ — ہے جو آپ کو یاد کرے گا گویا مجھے یاد کرے گا۔

عمل رسول نبی کریم علیہ السلام نے قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کر کے امت کو دعوتِ عمل دی شکر نعمت اور نعمت سے متعلق بھی عمل آپ کی حیات طیبہ میں موجود ہے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

نبی کریم علیہ السلام جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہودی عاشورے (۱۰ محرم) کا روزہ رکھتے ہیں جب یہودیوں سے اس روزے کی وجہ معلوم کی گئی تو انھوں نے بتایا کہ یہ عاشورہ وہ

Marfat.com

تاریخ ہے جسمیں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دلائی تو ہم اس نعمت پر شکر کرتے ہوئے یہ روزہ رکھتے ہیں اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

نحن احقُّ واولیٰ بموسیٰ منکم فصام وامر بصیامہ

تو ہم تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں تو آپ نے خود روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اسی حکم کے مطابق آج تک عاشورہ کے دن کا روزہ مستحب ہے کسی نے اسکو حرام نہیں کہا پس حضور علیہ السلام کے اس عمل سے ثابت ہے کہ خدا کی نعمت پر اظہار شکر و مسرت کرنا چاہیے ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام خود بھی اپنی ولادت کا دن مناتے تھے جیسا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

"نبی کریم علیہ السلام ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے جب آپ سے اس روزے کی وجہ معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا:

فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔

کہ اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔"

یہ روزہ صرف دو نعمتوں پر اظہار شکر کے لئے رکھا جاتا ہے ایک حضور علیہ السلام کی پیدائش دوسرے نزولِ قرآن اس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنا یوم ولادت ہر ہفتہ مناتے تھے تو کیا ہم ان کے غلام سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں منا سکتے یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلاف نے عید میلاد النبی منانے کو باعث برکت و رحمت قرار دیا اس سلسلے میں چند معروف علماء کے عمل د

Marfat.com

عقیدے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ علامہ ابن حجر ہیتمی

فرماتے ہیں۔

"محافل میلاد اور اذکار جو ہمارے یہاں بیان کئے جاتے ہیں ان میں اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں جیسے صدقہ، ذکر، صلوٰۃ و سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی مدح اور قسم کافی سنت ہے کیونکہ جو احادیث خاص و عام اذکار کے بارے میں ہیں وہ اسکو شامل ہیں"

۲۔ علامہ محی الدین

فرماتے ہیں:

"ہمارے زمانے میں اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو مولد النبی کے دن کئے جاتے ہیں یعنی صدقات بھلائی کے کام فرحت و مسرت کا اظہار کیونکہ فقراء کے ساتھ احسان کرنے کے علاوہ ان تمام چیزوں کے کرنے والے کی محبت حضور علیہ السلام سے ظاہر ہوتی ہے اور اس نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے جس کے پیدا کرنے پر خدا نے احسان جتایا۔

وَفِیْہِ اِغَاظَۃُ الْکَفَرَۃِ وَالْمُنَافِقِیْنَ۔ اور اس میں کفار و منافقین کو جلانا مقصود ہے۔

حضرت علامہ ابو شامہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ عید میلاد النبی پر کئے جانے والے کاموں کو بہترین ایجاد قرار دیتے ہیں اور اس کے فائدے بیان کرتے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس موقع سے فقراء و مساکین کا بھلا ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کا پتہ چل جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس طرح خدا کی سب سے عظیم نعمت کا شکر ادا ہوتا ہے اور چوتھے سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ عاشق عید میلاد النبی مناتے ہیں اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کفار و مشرکین جلتے بھنتے ہیں۔

Marfat.com

اس آخری جملے میں حضرت علامہ نے فیصلہ فرما دیا کہ عید میلاد النبی منانا کمال ایمان و محبت کی نشانی ہے اور اس سے روکنا، اس کو حرام و ناجائز کہنا اسلام دشمنی کی علامت ہے۔ کوئی مومن کامل ولادت رحمۃ للعلمین پر اظہار مسرت و شکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۳ - علامہ عابدین

علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"صاحب معجزات صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کے واقعات سننے کے لئے جمع ہونا بڑی نیکی ہے کیونکہ یہ نیکیوں اور درود شریف پر مشتمل ہے اور ان پر درود و سلام کی کثرت ان کی محبت کا سبب ہے اور یہ ان کے قرب کا سبب ہے۔"

۴ - علامہ حلبی

علامہ برہان حلبی نے فرمایا:

"نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے دن میں بھلائی کرنے والوں، فرحت و مسرت کا اظہار کرنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو کافی ہے کہ وہ اصحاب خیر اور فقراء و مساکین کو جمع کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ان کو کھانا کھلائیں اور ان پر صدقہ کریں اور اس سے بھی زائد اگر چاہیں تو ایسے اشعار پڑھوائیں جن میں نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور اچھے اخلاق کی طرف رغبت دلانا، قلوب کو بھلائیوں کی طرف برانگیختہ کرنا اور بدعات و منکرات سے روکنا ہو۔"

Marfat.com

۵۔ علامہ شمس الدین

حافظ الحدیث ابوالخیر علامہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ابولہب (کہ جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا) کو جہنم میں یہ بدلہ ملا کہ اس کی انگلیوں سے پانی نکلتا ہے اور ہر دوشنبہ کو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ اپنی لونڈی کو آزاد کیا تھا تو اس مسلم موحد کا کیا حال ہوگا جو نبی کریم علیہ السلام کی ولادت پر خوشی مناتا اور حسب استطاعت خرچ کرتا ہے۔ میری جان کی قسم خداوند کریم کی طرف سے یہی جزا ہوگی کہ وہ اسکو اپنے فضل سے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔"

۶۔ محدث دہلوی

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ابولہب کافر تھا جب اسے میلاد کی خوشی منانے اور اپنی باندی کے دودھ کو حضور علیہ السلام کے لئے خرچ کرنے کی وجہ سے جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت و خوشی سے میلاد النبی میں خرچ کرتا ہے۔"

شاہ صاحب موصوف نے خود اپنا ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں میلاد النبی کے موقع پر حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی محفل میں حاضر تھا وہاں لوگ آپ کی ولادت و معجزات کا تذکرہ کر رہے تھے [illegible] اس محفل میں انوار و برکات نازل ہوتے ہوئے دیکھے جب میں نے [illegible] میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ انوار ان فرشتوں کے ہیں جو [illegible] شرکت کرتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ [illegible]

Marfat.com

سے معمور و منور تھی۔

۷۔ شاہ ولی اللہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کا معمول انہی کے الفاظ میں بیان فرمایا۔

"میں میلاد شریف کے ایام میں ولادت باسعادت کی خوشی میں کھانا تیار کراتا تھا۔ ایک سال بھنے چنوں کے علاوہ کچھ میسر نہ ہوا تو میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اور دیکھا کہ وہی چنے آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ بے حد خوش نظر آ رہے ہیں۔

۸۔ مولانا عبدالحئی ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"حقیقت میں میلاد شریف نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں موجود تھا اگرچہ یہ نام نہ تھا فن حدیث کے ماہرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مجالس وعظ اور تعلیم علم میں فضائل نبویہ اور حالات احمدیہ کا ذکر کرتے تھے۔"

خلاصۂ اقوال یہ چند علمائے کرام کے اقوال وعقائد نقل کئے گئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی پیدائش کے دن پر اظہار مسرت وشکر کرنا اور ان کے کمالات ومعجزات بیان کرنا نہ تو حرام ہے اور نہ کوئی بری رسم۔ اس کے برعکس یہ ایک ایسی عظیم نیکی ہے جس میں نبی کریم علیہ السلام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی بھی ہے اور بزرگوں کے طریقے پر عمل بھی جس کے بدلے دنیا میں عافیت وطمانیت نصیب ہوتی

Marfat.com

ہے اور آخرت میں ذریعہ نجات ہے جو یہ نیکی کرتے ہیں وہ اپنے کمال ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہیں اور جو اس کو منع کرتے ہیں وہ کفار و منافقین کا طریقہ اختیار کر کے اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

گذارش پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن و حدیث پر غور کریں اور نبی کریم علیہ السلام سے وہی محبت و الفت پیدا کریں اور آپ کا اسی طرح احترام کریں جس طرح قرآن و حدیث نے بتایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر عمل کیا۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بلاشبہ صرف اور صرف یہی حکم ملتا ہے کہ اس دن کو نہایت اہم سمجھنا اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے گزارنا چاہیئے۔ اس دن نئے کپڑے پہننا۔ مکانات کو سجانا، چراغاں کرنا، محافل میلاد منعقد کرنا تبرک و تحائف تقسیم کرنا۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینا۔ جلوس نکالنا اور وہ تمام کام جن سے محبت و الفت کا ثبوت فراہم ہو نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب و برکت ہیں لہٰذا میں مسلمانوں سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ ان اعمال کو اختیار کریں۔ اللہ ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت کی عظیم نعمت عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

رسُول کی محبت

قُلْ اِنْ كَانَ آبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۟

(پ ۱۰ - التوبہ، آیت نمبر ۲۴)

قرآن کریم کے دسویں پارہ سورۂ توبہ کی یہ چوبیسویں آیت ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول سے کیسی محبت ہونا چاہیے آیت کا خلاصہ یہ ہے۔

خلاصہ آیت اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو یہ بتا دیجئے کہ اگر انہیں ماں باپ اولاد، بھائی، بیویاں، رشتہ دار، جمع کی ہوئی دولت، حفاظت سے رکھی ہوا مال، تجارت اور پسندیدہ مکان اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسند ہیں تو انہیں اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ایسے لوگ فاسق ہیں) اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو کامیاب اور کامران نہیں کرتا۔

[illegible] اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ لینے کے بعد مسلمان کا رشتہ خدا سے اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کے لئے وہ ہر چیز کو چھوڑ دیتا ہے اور اس [illegible] کی [illegible]

Marfat.com

و تبلیغ کے لئے ہر چیز قربان کردینے کو تیار رہتا ہے۔ یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا کی کوئی نعمت یا لالچ اس کو خدا اور رسول سے جدا نہیں کر سکتا۔

اسلام نے ماں باپ کا ادب واحترام اور ان کی خدمت و اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر ماں باپ گمراہ ہوجائیں اور اولاد کو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت سے روکنا چاہیں تو مسلمان کا کمال یہ ہے کہ ماں باپ کو چھوڑ دے لیکن اللہ اور اس کے رسول کو نہ چھوڑے۔

اولاد سے محبت کرنا جائز اور اپنی قوت کے مطابق اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنا واجب ہے لیکن اگر اولاد نیک نہ ہو، نماز نہ پڑھے، شریعت کی پابندی نہ کرے تو مسلمان ماں باپ کا کمال یہ ہے کہ ایسی اولاد کو جس قدر سزا سخت دینا پڑے وہ سزا دیں اور اگر اس سے تعلق بھی ختم کرنا پڑے تو خدا اور اس کے رسول سے تعلق باقی رکھیں اور بری اولاد سے تعلق ختم کر دیں یعنی اولاد کی محبت کو خدا اور اس کے رسول کی محبت پر قربان کردیا جائے۔

بھائیوں، بیوی اور تمام خاندان والوں سے رشتہ مضبوط کرنے، ان کی مدد کرنے اور ان سے ملنے جلنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن ایک مسلمان بھائی یا شوہر یا رشتہ دار کا کمال یہ ہے کہ اگر اس کا بھائی یا اس کی بیوی یا اس کا رشتہ دار گمراہ ہوجائے دین کو چھوڑ دے یا شریعت کی پابندی نہ کرے۔ اور کسی نصیحت پر بھی عمل کرنے کو تیار نہ ہو تو اس کو سزا دی جائے اور اگر سزا کافی نہ ہو تو اس سے رشتہ ختم کر دیا جائے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اطاعت میں فرق نہیں آنا چاہیے۔

مسلمان کے پاس جمع کی ہوئی دولت ہو، تجارت کا مال ہو، شاندار اور خوبصورت مکان ہو اور دین کے لئے اسلام کی حفاظت و تبلیغ کے لئے، غریبوں کی مدد کے لئے

Marfat.com

مسجدوں، مدرسوں اور یتیم خانوں کی تعمیر کے لیے دولت کی ضرورت پیش آجائے تو مسلمان کا کمال یہ ہے کہ دل کھول کر حصہ لے۔ اور اپنی دولت ختم کر دے۔ دولت و مال کی محبت اتنی نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے نام پر اس کو خرچ نہ کر سکے۔

ذریعہ کامیابی

جن مسلمانوں نے اپنے دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت پیدا کی وہ تو یقیناً کامیاب و کامران ہوں گے۔ لیکن جن میں یہ کمال پیدا نہیں ہوا ان پر کسی وقت کسی صورت میں بھی خدا کا عذاب آسکتا ہے۔ اور نہ تو وہ دنیا میں کامیابی کا راستہ پا سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں ان کو کامیابی وکامرانی نصیب ہو گی۔

قرآن کریم نے اس بات کو بھی واضح کر دیا کہ صرف خدا سے محبت اور اس کا حکم ماننا نجات کا ذریعہ نہیں بلکہ درحقیقت خدا سے محبت کرنے والا وہی ہے جو خدا کے محبوب نبی آخر زماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور ان کی پیروی کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو بتا دیجئے کہ تم اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

یعنی نجات کی امید پر خدا سے محبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی پیروی کرے۔ جس نے آپ کو خوش کر لیا اللہ اس سے راضی اور خوش ہو جائے گا۔ اور جو حضور علیہ السلام کو خوش نہ کر سکا اسے خدا کی رضا کی امید نہیں رکھنا چاہیے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

لا یومن احدکم حتی اکون — تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا

S8541

Marfat.com

احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔ | جب تک کہ میں اسے اس کے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں

یعنی کامل مومن ہونے کے لئے نبی کریم علیہ السلام سے محبت دنیا کی ہر چیز سے زائد ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں اسی وقت آپ نے فرمایا عمر نہیں خدا کی قسم

حتیٰ اکونَ احبَّ الیکَ من نفسک | یہاں تک کہ میں تمہاری جان سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

یعنی اے عمر جب تک تم مجھ سے اپنی جان سے زیادہ محبت نہ کرنے لگو اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم خدا کی یا رسول اللہ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ظاہر کر دیا کہ مسلمان کا کمال یہ ہے کہ جب اسے اپنے ایمان کی خرابی یا کمزوری کا پتہ چلے تو اسے ضد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس خرابی اور کمزوری کو دور کر کے فوراً اپنا ایمان مضبوط کر لینا چاہیے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمۃ و احبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی۔ | اللہ سے محبت رکھو اس لئے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میرے اہل بیت سے

Marfat.com

میری محبت کی وجہ سے محبت کرو۔

مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام سے ہر شخص کو محبت کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتا اور اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ اللہ خود آپ سے محبت کرتا ہے جو شخص خدا سے محبت کا دعویٰ کرے اور نبی کریم علیہ السلام سے اس کو محبت نہ ہو وہ بالکل اس شخص کی طرح مومن نہیں جو صرف حضور علیہ السلام سے محبت کرے اور خدا کا انکار کرے یعنی مومن کامل بننے کے لئے جس طرح خدا کو ماننا ضروری ہے اسی طرح حضور علیہ السلام سے محبت پیدا کرنا بھی ضروری ہے پھر جسے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہوگی وہ رسول کے گھر والوں سے، رسول کی پیروی کرنے والوں سے، صحابہ سے، رسول کی باتیں کرنے والے عالموں سے غرضیکہ ہر اس چیز سے محبت کرے گا جس سے رسول کو محبت ہے اور ہر اس چیز کو پسند کرے گا جس کو رسول نے پسند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ آپ کے ایک اشارے پر اپنا دل، اولاد اور جان تک قربان کر دینے کو تیار رہتے تھے اور ہر اس چیز کو جان سے زیادہ عزیز اور محبوب رکھتے تھے جو حضور علیہ السلام کو پسند ہوتی تھی۔

لوکی سے محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک دعوت میں شریک تھا میں نے دیکھا کہ آپ شوربے میں سے لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے ہیں اسی دن سے مجھے لوکی کی اتنی پسند ہوگئی کہ میں کبھی لوکی کے بغیر کھانا نہیں کھاتا۔

شیخ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضور علیہ السلام کو لوکی پسند تھی اور اسی وقت دوسرا شخص کہے کہ مجھے لوکی پسند نہیں تو ایسے شخص کے کفر کا اندیشہ ہے۔ یہ بات اگرچہ خالص لوکی کے لئے لکھی گئی ہے لیکن یہ حکم عام ہے کہ مسلمان کے ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو کسی چیز کے متعلق پتہ چل جائے

Marfat.com

کہ یہ حضور علیہ السلام کو پسند تھی یا کسی چیز کا تعلق حضور علیہ السلام سے ہو جائے تو وہ چیز اس کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیاری معلوم ہونے لگے۔ لہٰذا ایسا مسلمان جو حضور کی پسندیدہ چیز یا ایسی چیز کہ جس کی نسبت حضور کی طرف ہے پسند نہ کرے مثلاً کوئی مسلمان کہے مجھے مدینہ پسند نہیں میرا حضرت ابوبکر سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے مسواک اچھی نہیں لگتی تو ایسے مسلمان کے متعلق سوچا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے بھی یا نہیں کیونکہ مسلمان تو کسی ایسی چیز کو، ایسی جگہ کو یا ایسے انسان کو برا نہیں کہہ سکتا کہ جس کو حضور علیہ السلام نے پسند کیا ہو یا اس کا تعلق حضور علیہ السلام سے ہو گیا ہو

ثبوت محبّت

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر محبت کا ایسا ہی کمال پیدا کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل تھا۔ ہر مسلمان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کہ جتنی محبت کامل ہوگی، اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اور محبت صرف زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ اس کو ثابت کرنے کے لیے چند ذریعے ہیں جب تک ان ذریعوں کو حاصل نہ کیا جائے محبت کا دعویٰ سچا نہیں ہو سکتا۔

۱۔ سب سے پہلا اور بنیادی ذریعہ اطاعت ہے کیونکہ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ کہ سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب کا ہر حکم مانتا ہے کوئی ایسا شخص محب ہو ہی نہیں سکتا جو محبوب کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور ہر طرح اس کی بات نہ مانے تو جس نے بھی حضور علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کیا اس کو ضرور آپ کی اطاعت بھی کرنا پڑے گی۔ یعنی صرف زبان سے یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہمیں نبی کریم علیہ السلام سے محبت ہے یہ دعویٰ اسی وقت سچا ثابت ہو سکتا ہے جب دعویٰ کرنے والا ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچے کہ اس کام کو میرے پیارے محبوب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے کس طرح کیا تھا اور پھر اسی طرح وہ کام کرے جس طرح حضور علیہ السلام نے کیا تھا۔ عبادت، تجارت، احباب و اعزا سے تعلقات، بندوں کے حق اور ان کو ادا کرنے کا طریقہ، سونے، چلنے، بات کرنے غرضیکہ ہر چیز میں حضور نبی کریم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا نام ہی محبت ہے۔

۲۔ محبت کو بڑھانے کا ایک ذریعہ محبوب کو راضی کرنا بھی ہے اگر محبوب عمر یا مقام میں بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کا طریقہ اس کی بات ماننا یا اس کو ہدیے اور تحفے پیش کرنا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کے تمام امتی آپ سے چھوٹے ہیں لہٰذا ہر امتی آپ کی بات مان کر آپ کے طریقوں پر عمل کر کے اور آپ کے دربار میں درود و سلام کے تحفے پیش کر کے اپنے رشتہ محبت کو مضبوط کر سکتا ہے اور ہر خوشی یا غمی کے موقعہ پر آپ کا ذکر کر کے اور آپ کی پیدائش کے دن خوشی منا کر اس رشتہ کو ظاہر کر سکتا ہے۔ یہ تو امتیوں کی طرف سے رشتہ محبت کو زائد کرنے اور ظاہر کرنے کا طریقہ ہے۔ لیکن خدائے وحدہٗ لا شریک نے بھی حضور علیہ السلام سے اپنی محبت کو اس طرح ظاہر کیا کہ قرآن کریم میں مختلف انداز اور پیارے طریقوں سے آپ کا ذکر فرمایا، کبھی آپ کو نبی کہہ کر پکارا، کبھی یٰسین یا ایہا المزمل، یا ایہا المدثر کہہ کر پکارا کہیں آپ کو نور کہا، مبشر، نذیر اور رحمۃ اللعالمین کہا بہر حال اچھے اچھے ناموں سے پکار کر اور آپ کے اونچے مرتبے کو بیان کر کے خدا نے بندوں پر یہ ظاہر کیا کہ جب خدا خود اپنے نبی سے اتنی محبت کرتا ہے تو بندوں کو بھی محبت کرنا چاہیے۔ پھر حضور علیہ السلام نے خود اعلان فرمایا۔

انا حبیب اللہ

میں اللہ کا محبوب ہوں

اس اعلان کا منشا یہی ہے کہ جب میں اللہ کا محبوب ہوں جو مجھے بھیجنے اور پیدا کرنے والا ہے تو انسانوں کو بھی مجھ سے محبت کرنا چاہیے پھر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے اپنی محبت کو ثابت کرنے کے لئے اعلان فرمایا۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی   اور یقیناً ہی تمہارا رب تمہیں وہ چیز دے گا جس سے تم راضی ہو جاؤ گے

اس اعلان کا بھی منشا یہ ہے کہ خدا جو حضور علیہ السلام کا حقیقت میں مالک و معبود ہے لیکن محبت کا حق ادا کرنے کے لئے اس نے حضور سے وعدہ فرما لیا کہ اے محبوب مجھے تم سے محبت ہے لہٰذا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ہر طرح راضی کروں گا، یہاں تک کہ تم جو بھی مانگو گے تمہیں دوں گا۔ تو جب خدا نے محبت کا حق ادا کیا تو بندوں کو، اُمتیوں کو بھی محبت کا حق ادا کرنا چاہئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے ان کا ذکر کرکے ان کے دین کو پھیلا کر ان کے نام پر اپنی دولت خرچ کرکے اور ان کی پیدائش کی خوشی منا کر ان کو راضی کرنا چاہئے جس نے انہیں راضی کر لیا۔ اس نے واقعی محبت کا حق ادا کر دیا۔ کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کو راضی ہی کیا کرتا ہے۔ اور پھر جس نے خدا کے محبوب کو راضی کر لیا اس نے خدا کو راضی کر لیا۔

علاماتِ محبت

۱۔ محبت کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے کچھ علامتیں اور نشانیاں بھی ہوتی ہیں ان نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

حبک الشیٔ یعمی و یصم   کسی سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو کسی سے سچی محبت ہوتی ہے تو وہ اپنی آنکھوں سے اپنے محبوب کا کوئی عیب نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ اپنی زبان پر اس کے کسی عیب کا ذکر لا سکتا ہے۔ سچی محبت ہوتی ہے تو وہ اپنے محبوب کو بے عیب دیکھتا ہے اور زبان

Marfat.com

سے بہ طرح تعریف کی گئی ہے۔ اس تعریف کے مطابق ہر مسلمان کے ایمان کا یہ تقاضا اور حضور علیہ السلام سے محبت کی نشانی ہے۔ کہ وہ اپنے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ لائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی کوئی خامی یا کوئی عیب ہو سکتا ہے بلکہ مسلمان ۔ تو یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ بے عیب خدا نے اپنے محبوب کو بے عیب پیدا کیا ہے کیونکہ جب خالق کو اپنی مخلوق میں سب سے زائد محبت حضور علیہ السلام سے ہے تو وہ اپنے محبوب کو عیب والا پیدا کرنا کس طرح پسند فرما سکتا ہے اس نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی عیب رکھا لیکن اپنے محبوب کو اپنی قدرت سے بے عیب پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا۔

خُلقتَ مبرا من کل عیب ۔ کانک خُلِقتَ کما تشاء

یعنی اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا خدا نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کر دیا۔

حضور نبی کریم علیہ السلام میں نہ سیرت کے اعتبار سے کوئی عیب تھا اور نہ صورت کے اعتبار سے، آپ کی سیرت کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥

کامل سیرت

اس خلق عظیم یعنی بے عیب اخلاق و عادات کی وجہ سے آپ کی سیرت طیبہ کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ یعنی ایسا بہترین نمونہ قرار دیا گیا کہ جو کوئی اس مقدس سیرت کے مطابق اپنی سیرت کو ڈھال لے اور وہی پیاری عادتیں اپنے اندر پیدا کر لے تو اس کو بھی انسانیت کا کمال نصیب ہو جائے گا اور یہ سیرت اتنی کامل ہے کہ زندگی کے ہر حصّہ کو بہتر بنانے کے لئے اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے

Marfat.com

مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی دنیا سے بالکل علیحدہ رہ کر گزاری یہاں تک کہ رہنے کے لئے مکان تک نہ بنایا تو اب جو دنیا کو چھوڑنا چاہے اس کے لئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی نمونہ ہو سکتی ہے لیکن ایک تاجر، قاضی یا بادشاہ ان کی زندگی سے کوئی رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی سلطنت اور حکومت میں گزری تو ایک بادشاہ تو ان کی زندگی کو اپنے لئے مثال بنا سکتا ہے۔ لیکن کوئی غریب و فقیر ان کی زندگی کو اپنے لئے کیسے نمونہ بنا سکتا ہے۔ یہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا کمال ہے کہ حاکم و محکوم، بادشاہ رعایا، غریب، امیر ہر قسم کا آدمی آپ کی زندگی سے ہدایت سے زندہ حاصل کر سکتا ہے بہر حال نبی کریم علیہ السلام کی سیرت مبارکہ ہر عیب سے پاک اور ہر قسم کے انسان کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے

حسین صورت

اور آپ کی صورت یعنی ظاہری جسم پر غور کیا جائے تو وہ نہ صرف بے عیب ہے بلکہ اس کا حسن و جمال تمام کائنات کے حسن و جمال کا ذریعہ ہے اسی سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور علیہ السلام کو معجزات اور نبوت کے دوسرے نشانیاں نہ بھی دیئے جاتے اور آپ پر وحی الٰہی کا نزول بھی نہ ہوتا تو آپ کا چہرہ مبارک ہی آپ کی نبوت کے ثبوت کے لئے کافی تھا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے جا رہے تھے جب میں پہنچا تو میں نے آپ کا چہرہ دیکھتے ہی یقین کر لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا [illegible]

Marfat.com

چل رہا ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے سیرت وصورت کے کمال کو اس طرح بیان فرمایا کہ

کان رسول اللہ احسن الناس وجھا واحسنھم خلقاً	حضور علیہ السلام صورت و سیرت دونوں کے اعتبار سے سب سے زائد حسین وجمیل تھے۔

بہرحال کوئی مسلمان حضور نبی کریم علیہ السلام میں نہ صرف محبت کی وجہ سے بلکہ حقیقت سے بھی مجبور ہو کر کوئی عیب نہیں نکال سکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ صرف دعوئے محبت ہی میں جھوٹا نہیں بلکہ اس کا یہ عمل تو کافروں سے بھی بدتر ہے کہ کافر اگرچہ نبی کریم علیہ السلام کے جانی دشمن تھے اور خون کے پیاسے تھے لیکن آپ کی صورت یا سیرت میں نہ کوئی عیب نکالتے تھے اور نہ ہی آپ پر کوئی الزام لگاتے تھے بلکہ آپ کی اچھی عادتوں، خوبیوں اور حسن وجمال کو مانتے تھے

۲۔ سچی محبت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ محبت کرنے کرنے والا اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے ہر قسم کی مصیبت برداشت کرنے اور تکلیف اٹھانے کے لئے تیار رہے ہر مسلمان جو نبی کریم علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی محبت کی پہچان یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو راضی کرنے کیلئے ہر مصیبت کو برداشت کرے اور اپنے محبوب کا نام اونچا کرے اور ان کی باتوں کو سیکھے خود ان پر عمل کرے اور دوسروں کو ان پر عمل کی دعوت دے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھایا۔ صحابہ نے صرف آپ کی سچی محبت ہی کی وجہ سے اہل و عیال [illegible] وطن کو چھوڑا اور مکے سے مدینے ہجرت کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے [illegible] کی وجہ سے [illegible] ۔ [illegible] کیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے صرف

اسی محبت کی وجہ سے اپنی تمام دولت قربان کردی اس محبت کی وجہ سے ہی صحابہ نے غزوات میں اپنی گردنیں کٹوائیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بعد ہمارے تمام بزرگوں نے محبت کی یہ رسم ادا کی۔ خدا ہمیں بھی اس رسم کو ادا کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

۳۔ محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت کو اس جملے میں بھی بیان کیا گیا ہے " مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جس نے کسی چیز سے محبت کی اس نے اس کا ذکر زائد کیا۔ یعنی محبوب کا ذکر اور چرچا محبت کرنے والوں کی زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ ہر سچا محب یہی چاہتا ہے کہ اس کی زبان پر اس کے محبوب کا نام ہو اور اس کے کان محبوب کی خوبیاں اور کمالات سنتے رہیں اسی لئے نبی کریم علیہ السلام کا محبوب حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک بھی آپ کا ذکر سننا اور ذکر کرنا پسند فرماتا ہے اور اس نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کی زبان پر اس کے محبوب کا ذکر رہے بلکہ کوئی اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ خدا کے نام کے ساتھ رسول کا نام نہ لے یعنی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

نہ کہے اسی لئے قرآن کریم میں اذان میں، نماز میں، ذکر محبوب بھی موجود ہے اور یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ محبوب خدا کے ذکر کو کوئی مٹا نہیں سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — لے پیارے ہم نے تمہارے [illegible] ذکر [illegible]

اللہ نے اپنے محبوب کا چرچا [illegible]

[illegible] اپنے محبوب کا [illegible]

طرح وہ اپنے محبوب کا ذکر سننا پسند فرماتا ہے اسی طرح خود بھی [illegible]

Marfat.com

قرآن کریم میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ — بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

یعنی اللہ خود بھی اپنے پیارے نبی کا ذکر کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی محبوب کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو خدا یہی چاہتا بھی ہے کہ جو کوئی اس کے محبوب سے محبت کا دعویٰ کرے اس کی محبت کی علامت یہ ہے کہ جب بھی اس کے کانوں میں محبوب کی آواز آئے وہ خوش ہو جائے۔ جب محبوب علیہ السلام کا نام لے زبان سے صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور تعظیم و محبت ظاہر کرنے کے لئے ہاتھ کے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے جب کوئی پریشانی یا غم ہو تو محبوب کا ذکر محفل میلاد کر کے سکون حاصل کرے اور جب کوئی خوش نصیب ہو تو بھی اس ہی کا چرچا کر کے شکر ادا کرے۔ محبوب کا ذکر کرنے والوں کی عزت اور ان کا احترام کرے۔

ذکرِ محبوب اور صحابہ

حضور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ نے محبت کی اس علامت کو بھی پورے کمال کے ساتھ اپنے اندر پیدا کیا تھا اور ان کا یہ حال تھا کہ ہر وقت ان کی زبانوں پہ ذکر محبوب رہتا تھا۔ ان کی نظروں کے سامنے شکل محبوب ہوتی تھی۔ ان کے وہم و گمان میں صرف خیال محبوب ہوا کرتا تھا جب بھی چند صحابہ ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے وہ صرف نبی کریم علیہ السلام کا ذکر اور چرچا کیا کرتے تھے۔ وہ اپنی پریشانی کے وقت آپ کے ذکر نیک سے سکون حاصل کرتے اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے قصیدے لکھا کرتے تھے۔ جن میں محبوب کے کمالات اور ان کے حسن و جمال کا ذکر ہوتا تھا۔ جب وہ اپنے قصیدے صحابہ کو پڑھ کر سناتے تھے تو صحابہ ان کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا کرتے تھے بلکہ حضور نبی کریم علیہ

Marfat.com

السلام خود ان سے محبت فرماتے تھے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ذکر الانبیاء من العبادۃ و ذکر الصالحین کفارۃٌ — انبیاء کا ذکر عبادت ہے اور نیکوں کا ذکر گناہوں کی بخشش کا ذریعہ

جب تمام نبیوں کا ذکر عبادت ہے تو نبیوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی عبادت ہے جس کا ثواب دوسرے نبیوں کے ذکر سے بہت زائد ہے اور یہ ذکر جتنا زیادہ کیا جائے گا اتنا ہی اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی کریم علیہ السلام کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی پوری پوری برکتیں بھی عطا فرمائے

۴۔ محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کی ہر چیز کو پسند بھی کرتا ہے ہر سچا محب اپنے محبوب کے گلی کوچے سے اس کے کپڑوں سے یعنی ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے محبوب کی نسبت ہو جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی جان کی قسم ارشاد فرمائی، آپ کی سیاہ زلفوں اور آپ کے نورانی چہرہ کی قسم ارشاد فرمائی، مکہ معظمہ کی بھی قسم ارشاد فرمائی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ مکہ کو یہ عظمت صرف اس لئے نصیب ہوئی کہ پیارے محبوب علیہ السلام [illegible]س میں پیدا ہوئے۔

صحابہ کرام نے محبت کی اس علامت کو اس طرح ظاہر کیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی ہر چیز کو مقدس اور پیاری یقین کرتے تھے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب آپ ناخن ترشواتے تھے تو صحابہ ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب آپ بال کٹواتے تھے تو ایک ایک بال صحابہ آپس میں تقسیم کر لیتے تھے اور اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے نبی کریم علیہ السلام کے وضو کا [illegible] ہاتھوں میں لے کر صحابہ اپنے جسم [illegible] ملا کرتے تھے۔ آپ کے منہ کا لعاب [illegible]

Marfat.com

تک یہ سچی محبت کرنے والے اپنے چہروں پر ملا کرتے تھے ان کا یہ ایمان تھا کہ جسم کے جس حصے پر یہ برکت والی چیزیں لگ جائیں گی وہ جہنم کی آگ میں نہیں ڈالا جائے گا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت کی کہ ان کو حضور علیہ السلام کے کرتے میں دفن کیا جائے۔ اور حضور کے ناخن اس میں رکھ دیئے جائیں تاکہ خدا کے دربار میں یہ چیزیں اس بات کی علامت بنیں کہ معاویہ حضور علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو بھی حضور علیہ السلام سے اپنی محبت ظاہر کرنے کے لئے محبت کی یہ علامت اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ ہر مسلمان کے دل میں آپ کے تبرکات دیکھنے کا جذبہ اور مدینہ طیبہ حاضری کی تڑپ ہونا چاہیے اور ہر اس چیز سے محبت ہونا چاہیئے کہ جس کا تعلق کسی بھی طرح حضور نبی کریم علیہ السلام سے ہو۔ مثلاً حضور علیہ السلام کے مزار مبارک کا نقشہ، آپ کی نعلین مبارک کا نقشہ، مسلمانوں کا وہ جھنڈا جس پر کلمہ طیبہ کے نیچے حضور کے مزار کا نقشہ بنا ہوا ہے یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن کو محبت والے اپنے گھروں میں لگائیں اور ان کا احترام کریں اسی طرح ربیع الاول کی بارہ تاریخ جو حضور علیہ السلام کی پیدائش کی تاریخ ہے ہر مسلمان کے نزدیک سال کے تمام دنوں سے زائد پیاری ہونا چاہیے اور محبت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کو مسلمان اپنی سب سے بڑی خوشی کا دن یعنی عید کا دن جانیں اور عید ہی کی طرح منائیں کیونکہ مسلمان کیلئے حضور علیہ السلام کی پیدائش سے بڑی خوشی اور نعمت کوئی نہیں ہوسکتی لہٰذا مسلمانوں کو ولادت کی شب میں اپنے گھروں پر روشنی کر کے اپنی محبت ظاہر کرنا چاہیئے اُس دن عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا ایک دوسرے کو اس بات کی مبارک باد دینا کہ خدا نے ہمیں حضور کا اُمتی بنایا۔ ان تمام کاموں سے محبت کا ثبوت ملتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ علامت بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

صلۂ محبت نبی کریم علیہ السلام سے محبت کی اہمیت اور اس کے طریقوں کو سمجھنے کے بعد یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اس محبت کا صلہ کیا ہے تو اس کے لئے قرآن کریم کی چند آیات پر غور کر لینا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

۱۔ (ترجمہ) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ملنے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل فرمایا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (پ ۵۔ النساء)

۲۔ (ترجمہ) وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے اور وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت نصیب ہے ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے (پ ۱۰۔ التوبہ)

۳ (ترجمہ) جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ضرور انہیں اس کا بدلہ دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو (پ۱۴ النحل)

۴۔ (ترجمہ) ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ (پ۔ الانعام)

۵۔ (ترجمہ) اور سب سے اگلے پہلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور ان کے لئے باغ

Marfat.com

تیار ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں
رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے (پ ۱۱۔ التوبہ)

۶ (ترجمہ) اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو
تو میرے فرماں بردار بن جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔
اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔ (پ ۳۔ آل عمران)

قرآن کریم میں اسی قسم کے مضمون کی متعدد آیات اور بھی موجود ہیں۔
لیکن اگر ان آیات پر ہی غور کرلیا جائے تو یہ بات وضاحت کے ساتھ معلوم ہو سکتی ہے کہ محبت کرنے والوں کو کتنی بڑی کامیابی وکامرانی نصیب ہوتی ہے ان آیتوں میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہی ہیں جن کا محبت کرنیوالوں میں موجود ہونا ثبوت محبت کے لئے ضروری ہے اور یہ محبت کی نشانیاں ہیں۔ گویا جس مسلمان میں یہ چیزیں موجود ہیں وہ واقعی رسول سے محبت کے دعوے میں سچا ہے اور اس عظیم کامیابی وکامرانی کا مستحق ہے جس کا ان آیات میں ذکر ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ نجات اور دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی اور عزت وعظمت کے حصول کے لئے صرف کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ اس کا ذریعہ اس رسول مکرم علیہ السلام سے محبت ہے جس کے وسیلہ سے یہ کلمہ نصیب ہوا اور محبت رسول کا ثبوت فراہم کرنے اور اس کا بہترین صلہ حاصل کرنے کے لئے رسول کی عطا کردہ شریعت کی پابندی کرنا

Marfat.com

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر چیز کو قربان کر دینا اور رسول سے منسوب ہر چیز کو پسند کرنا اور اس کا احترام کرنا ضروری ہے اور کمالِ محبت یہ ہے کہ محبت کا مقصود صلۂ محبت نہ رہے بلکہ وصلِ محبوب ہو جیسا کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی نے کہا کہ جب ایک موقع پر حضور نبی کریم علیہ السلام نے خوش ہو کر ان سے ارشاد فرمایا "سل" کچھ مانگو تو حضرت ربیعہ نے عرض کیا :۔

اَسئلك مرافقتك فی الجنۃ یا رسول اللہ	اے اللہ کے رسول جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں

انہوں نے نہ دولت مانگی اور نہ جنت بلکہ جس طرح وہ دنیا میں حضور علیہ السلام کی رفاقت کو سب سے بڑی نعمت جانتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے آخرت میں بھی اُسی نعمت کی خواہش ظاہر کی کہ پس اگر ہمیں بھی رسول سے محبت کے بدلے اس دنیا میں دربارِ رسول مدینہ طیبہ کی حاضری اور قبر و حشر میں زیارتِ رسول مل جائے تو بس یہی کافی ہے اور یہی عظیم کامیابی ہے اگر کوئی شخص صرف دولت کماتا رہے، کھاتا پیتا رہے اور اپنے اہل و عیال و اعزا و احباب میں مست رہے تو اس کے دل میں کبھی حبِ رسول پیدا ہی نہیں ہوتا اور اس طرح وہ دنیا و آخرت کی کامیابی سے محروم ہو جاتا ہے۔

حبِ رسول پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان محفلوں میں شرکت کی جائے جہاں اللہ اور اس کے رسول اور نیک لوگوں کا ذکر ہوتا ہے اور ایسے حضرات کے پاس کچھ دیر کے لئے حاضری دی جائے جو دین کی پابندی اور دین کی خدمت کرتے ہیں کہ اچھے لوگوں کی صحبت ہی مسلمان میں دین سے محبت کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں نوجوان نسل کی دین سے لاتعلقی اور بے راہ روی کا اصل

Marfat.com

سبب یہی ہے کہ ان نوجوانوں کو چوبیس گھنٹے میں ایک گھنٹہ کے لئے بھی مذہبی ماحول نہیں ملتا اور نہ ہی مذہبی باتیں سننے کا کوئی موقع ہاتھ آتا ہے۔ اس کے برعکس ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ کی آوازیں اور تحریریں ان کے ارد گرد موجود رہتی ہیں جو تیزی سے انکو دور کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نوجوان کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تک بمشکل یاد ہوگی۔ اسے حضور علیہ السلام، صحابہ کرام اور دیگر بزرگوں کے حالات شاید ہی کچھ معلوم ہوں اس کے برعکس اس کو بے شمار گانے، فلمی مکالمے اور فن کاروں کے حالاتِ زندگی ازبر ہوں گے۔ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس صورتحال کا جائزہ لینا اور اپنی نسل کو بے دین ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اللہ ہر مسلمان کو حضور علیہ السلام کی محبت اور قیامت میں آپ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین!

Marfat.com

نورانی جسم

یاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اُتارا۔

(پ۶۔ نساء ع۲۴ آیت نمبر)

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی کریم علیہ السلام کو اخلاقی اور جسمانی دونوں اعتبار سے بے عیب اور بے مثل پیدا فرمایا یعنی آپ کی تمام عادتیں اور جسم کا ہر حصہ عیب سے پاک تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت اور صورت کے اعتبار سے نہ آپ سے پہلے کسی کو آپ جیسا پیدا فرمایا اور نہ قیامت تک کوئی آپ جیسا ہوگا۔ جیسا کہ کمال الدین الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ	اللہ نے محمدؐ جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا
اَبَدًا وَعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ ۔	اور مجھے یقین ہے کہ پیدا نہیں کرے گا۔

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک قصیدہ حضور علیہ السلام کو سناتے ہوئے اسمیں عرض کیا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ	اے پیارے محبوب آپ کو ہر عیب سے
کَاَنَّکَ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ	پاک پیدا کیا گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

کہ آپ کو آپ ہی کی مرضی کے مطابق پیدا
کیا گیا ہے۔

یہاں اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب جسم کے حصوں اور انکی برکتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو جان کر مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام سے محبت پیدا ہوتی ہے جو ایمان کے کمال کا ذریعہ ہے۔

بال :۔ نبی کریم علیہ السلام کے سر کے بال نہ بہت گھونگر والے تھے اور نہ بہت سیدھے تھے۔ داڑھی کے بال بہت گھنے تھے سر اور داڑھی کے بال بہت کالے تھے عمر کے آخری حصے میں قریباً بیس بال سفید ہو گئے تھے۔

حضرت انس ابن مالک نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے حج سے فارغ ہو کر اپنے بال کٹوائے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر دیئے اور فرمایا "اَقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ" اے طلحہ ان بالوں کو لوگوں میں بانٹ دو۔

دوسری حدیث میں ہے جس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال منواتے تھے تو صحابہ آپ کے چاروں طرف بیٹھ جاتے تھے۔

فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ" اور وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا ہر بال کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہی گرے۔

حضور علیہ السلام کا اپنے بالوں کو تقسیم کرنا اور صحابہ کا بالوں کو لینے کی کوشش کرنا۔ ان دونوں باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بال عام انسانوں جیسے بال نہ تھے بلکہ یہ اس لائق تھے کہ ان کی عزت واحترام کیا جائے اور ان کی برکتوں کو حاصل کیا جائے جس کا اندازہ حضور علیہ السلام کے اس اشارے سے بھی

Marfat.com

ہوتا ہے جسکو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

سمعتُ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم وھو اٰخِذٌ شَعْرَۃً یقول مَنْ اذی شَعْرَۃً مِن شَعْرِی فالجنۃُ علیہ حرامٌ۔

نبی کریم علیہ السلام سے میں نے سنا آپ اپنا ایک بال ہاتھ میں لئے ہوئے فرما رہے تھے جس نے میرے بالوں میں سے ایک بال کو بھی تکلیف دی اس پر جنت حرام ہے۔

بال کو تکلیف دینے کا مطلب یہ ہے کہ بال کی بے ادبی کی اسکو عام انسانوں جیسا ایک بیکار بال سمجھا تو ایسے شخص کے لئے جنت حرام ہوگئی کیونکہ اس نے بال کی بے ادبی کر کے حقیقت میں حضور علیہ السلام کی بے ادبی اور توہین کی اور آپکی توہین کرنے والا کافر ہے جس کے لئے جنت یقیناً حرام۔ ذرا اندازہ لگایئے کہ نبی کریم علیہ السلام کے ایک بال کی توہین کتنا بڑا جرم ہے جس سے ایمان ہی رخصت ہوگیا۔ اسی لئے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لاتکونُ عندی شَعْرَۃٌ منہ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الدنیا و مافِیْھَا۔

میرے پاس نبی کریم علیہ السلام کے بالوں میں سے ایک بال کا ہونا پوری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زائد پیارا ہے۔

صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے بالوں کا جو احترام کرتے تھے اور ان کو جسقدر برکت والا سمجھتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک بال تھا۔ آپ نے فرمایا جب میں مرجاؤں تو اس بال کو

Marfat.com

میری زبان کے نیچے رکھ دینا تاکہ اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے مجھ پر خاص فضل فرمائے۔

اسی طرح حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ حضور علیہ السلام کے بال اور ناخن میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے بالوں کی برکت اور فائدہ معلوم کرنے کے لئے اس واقعہ کو بھی غور سے سنیئے۔

حضرت عثمان ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کا ایک بال چاندی کی ایک نلکی میں رکھا ہوا تھا جب کوئی بیمار ہوتا اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کو خبر ہو جاتی تھی تو وہ اس بال کو پانی میں ڈال کر ہلا دیتی تھیں اور پانی بیمار کو پلا دیتی تھیں جسکی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتا تھا۔

حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے حالات سے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی ساری بہادری اور فتح و کامرانی کا ذریعہ حضور علیہ السلام کا مبارک بال ہی تھا جو ان کی ٹوپی میں سلا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ جنگ یرموک میں آپ ایک مشہور بہادر نسطور کا مقابلہ کر رہے تھے کہ سر پر سے ٹوپی گر پڑی آپ نے جان کی پرواہ کئے بغیر فوراً ٹوپی کو اٹھایا اور پھر مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ نسطور کو قتل کر ڈالا بعد میں آپ کے ساتھیوں نے آپ سے پوچھا کہ ایسے خطرناک موقع پر آپ کو ٹوپی کی فکر کیوں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اس ٹوپی میں میرے آقا حضور نبی کریم علیہ السلام کا برکت والا بال ہے جو حقیقت میں میری فتح کا ذریعہ ہے۔ میں اپنی جان سے زائد حفاظت اس مقدس بال کی کرتا ہوں۔

بہر حال ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو بھی خدا نے ایسا

Marfat.com

مقدس اور برکت والا بنایا کہ ان سے بیماروں کو شفا اور مجاہدوں کو فتح اور کامرانی نصیب ہوتی ہے اور ان کا ادب و احترام مغفرت کا ذریعہ ہے۔ آپ کے یہ برکت والے بال اب بھی دنیا میں بہت سے لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ اور محبت والے مسلمان بڑی محبت سے ان بالوں کی زیارت کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

چہرہ انور:۔ نبی کریم علیہ السلام کا چہرہ بڑا ہی نورانی اور پیارا تھا جو کہ گول اور گوشت سے بھرا ہوا چمکدار تھا۔ اس نورانی چہرے کی تعریف عاشقوں نے کیسے کی ہے ذرا غور سے سنیے اور پیارے محبوب علیہ السلام کی خوبصورتی کا اندازہ لگائیے۔

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو لوگ اپنا کاروبار چھوڑ چھوڑ کر آپ کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے میں بھی آیا اور میں نے آپ کے چہرے کو غور سے دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ:۔

وَجْهُهٗ لیس بوجہ الکذاب یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہے (یعنی میں نے صرف چہرہ دیکھ کر آپ کے نبی ہونے کا یقین کر لیا)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَحْسَنَ الناس وجھا واَحْسَنَھم خلقا نبی کریم علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

حضرت المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام سب سے زائد خوبصورت اور اچھے رنگ والے تھے۔ جس کسی نے آپ کی تعریف کی آپ کو چاند جیسا کہا۔ آپ کے چہرے پر جب پسینہ آتا تھا تو پسینہ کی بوند موتی

Marfat.com

کی طرح معلوم ہوتی تھی۔

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذا سر استنار وجھہ حتی کانہ قطعۃ من القمر۔

جب نبی کریم علیہ السلام خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آپ کے چہرے میں چل رہا ہے (یعنی چہرہ بہت ہی چمکدار تھا)

حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یتلألؤ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر۔

آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چہرے کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا تو آپ نے فرمایا:

لا بل کان مثل الشمس والقمر

نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کا چہرۂ مبارک سورج اور چاند کی طرح چمکدار تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ

حضور علیہ السلام کا رنگ سفید روشن تھا چہرے پر پسینے کی بوند موتی کی طرح

Marfat.com

اللؤ لؤ۔ نظر آتی تھی۔

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ نے فرمایا۔

لو رأیتہ رأیت الشمس طالعۃ اگر تم چہرے کو دیکھتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے چمکتا ہوا سورج۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دن میں رات کو کچھ سی رہی تھی کہ ایک دم میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی میں نے بہت تلاش کی لیکن چراغ کی کم روشنی سے نظر نہ آئی۔

فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجہہ۔ کہ اسی وقت حضور علیہ السلام تشریف لے آئے تو آپ کے چہرے کی چمک سے میں نے سوئی اٹھالی۔

یہ تھیں محبت والے صحابہ کی باتیں جو انھوں نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی تعریف میں لیں۔ واقعی سچا محب (محبت کرنے والا) وہی ہے جو طرح طرح اپنے محبوب کی تعریف ہی کرتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی تعریف تو خود اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے اور ان سے محبت و تعریف ایمان کے لئے ضروری ہے تو وہ لوگ سچے مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں جو نبی کریم علیہ السلام کی تعریف کرنے کے بجائے ان کے اندر عیب نکالنے کی کوشش کریں۔ بہر حال حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک چمکدار اور بہت ہی خوبصورت تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پورا حسن اور خوبصورتی ظاہر نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کا اتنا حسن ظاہر کیا کہ جسکو لوگوں کی آنکھیں دیکھ سکیں۔ اگر آپ کی پوری خوبصورتی ظاہر ہو جاتی تو آپ کے چہرے پر نظر ڈالنا بھی مشکل ہو جاتا۔ جیسا کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لم یظھر لنا تمام حسنہ صلی اللہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن

Marfat.com

علیہ وسلم لِاَنّہٗ لوظھر تمام حسنہ — وجمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اگر آپ کی پوری
لما اَطاقت اَعْیُنُنا رُویتہ صلی اللہ — خوبصورتی ظاہر کر دی جاتی تو ہماری آنکھیں
علیہ وسلم۔ — آپ کو دیکھ بھی نہ سکتی تھیں۔

آنکھیں :- ہمارے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بڑی تھیں جن میں پیدائشی سرمہ لگا ہوا تھا۔ آنکھوں کی سپیدی میں باریک ڈورے کی طرح کچھ سرخی تھی جو آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ یہ آنکھیں ظاہر اعتبار سے بہت خوبصورت تھیں اور قوت وطاقت کے اعتبار سے بھی ایسا کمال رکھتی تھیں جو آج تک کسی آنکھ کو نصیب نہیں اور نہ نصیب ہو سکتا ہے۔ ذرا یہ حدیثیں غور سے سنئے اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی خوبصورت آنکھوں کے کمال کا اندازہ لگائیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنّی لَاَنْظُرُ اِلٰی مَا وَرَائِی — میں جیسا اپنے سامنے دیکھتا ہوں ایسا
کما اَنظر اِلیٰ ما بین یدیّ۔ — ہی اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

کان رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے
وسلم یریٰ فی اللیلِ فی الظُلمۃِ — میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا
کما یریٰ فِی النھارِ فی الضَوءِ۔ — کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے دنیا کے سارے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ تو میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے سبکو ایسے دیکھ رہا ہوں۔

کَاَنَّمَا اَنظرُ الیٰ کفی ھٰذِہٖ۔ — جیسے میں اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو

Marfat.com

دیکھتا ہوں۔

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کہ قیامت کے دن میری تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور

لَانظر الیہ وَ اَنا فی مقامی ھٰذا۔ — البتہ میں یہاں سے بیٹھا حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔

ان تمام حدیثوں سے نبی کریم علیہ السلام کی خوبصورت آنکھوں کی قوت کا اندازہ ہوا کہ آپ جس طرح آگے دیکھتے تھے اسی طرح آپ کو پیچھے بھی نظر آتا تھا۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے دنیا کی ہر چیز اور قیامت تک ہونے والے تمام حالات کو دیکھا یہاں تک کہ دنیا ہی سے بیٹھے بیٹھے حوض کوثر اور جنت اور دوزخ تک کو دیکھ لیا ان تمام باتوں سے زیادہ یہ کہ ان آنکھوں کو خدا نے وہ قوت عطا فرمائی تھی جس سے نبی کریم علیہ السلام نے خدا تک کو دیکھا جیسا قرآنِ کریم اور احادیث سے ثابت ہے اور یہ قوت والی آنکھیں اب بھی اپنی قبر مبارک سے ہمارے حال کو دیکھتی ہیں اور آپ جب ہمیں گناہ کرتے دیکھتے ہیں تو آپ کو تکلیف ہوتی ہے اور جب نیک کام کرتے دیکھتے ہیں تو آپ خوش ہوتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کی آنکھوں کے کمال کا اندازہ لگانے کے لئے یہ واقعہ بھی سنیے۔

۸ھ میں جنگ موتہ ہوئی جس میں مسلمانوں کی کامیابی اور جنگ کا تمام حال سنانے کے لئے حضرت یعلیٰ ابن منبہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ابھی یعلیٰ حضور علیہ السلام کو کچھ بتانا ہی چاہتے تھے کہ آپ نے فرمایا "یعلیٰ بیٹھو۔ جنگ کا حال تم بتاؤ گے یا میں تمہیں بتاؤں" حضرت یعلیٰ کو تعجب ہوا کہ حضور نے مدینے میں بیٹھے بیٹھے جنگ کا تمام حال کیسے دیکھا۔ لیکن عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتایئے حضور علیہ السلام نے جنگ کا تمام حال بیان کیا

Marfat.com

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم خدا کی میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی ایک ایک بات صحیح بیان کر دی۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے جنگ موتہ کا تمام حال مدینے ہی میں بیٹھ کر صحابہ کو سنایا اور جنگ میں جب کچھ مسلمان شہید ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے گویا آپ اپنی نظروں سے ان کو شہید ہوتا دیکھ رہے تھے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی اور آپ نے فرمایا اب میں شہید ہونے والوں کو جنت میں برابر دیکھ رہا ہوں آپ کی

ان تمام حدیثوں کو سن لینے کے بعد ہر مسلمان کا یہی ایمان ہونا چاہیئے کہ نبی کریم علیہ السلام کی آنکھوں کو خدا نے جو طاقت کا ایک عظیم جوہر عطا فرمایا تھا وہ نہ کسی کو ملا ہے نہ ملے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا والوں کی آنکھوں کی قوت حضور علیہ السلام کی آنکھوں کی طاقت کا ایک معمولی حصہ ملا ہے۔

کان:- نبی کریم علیہ السلام کے کان بھی بہت خوبصورت تھے اور ان کے سننے کی قوت بھی آنکھوں کے دیکھنے کی قوت کی طرح بے مثل تھی جس کا اندازہ لگانے کے لئے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ — جو تم نہیں دیکھتے میں دیکھتا ہوں۔
مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ — اور تم نہیں سنتے میں سنتا ہوں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

یا ابا ایوب اَتَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ — اے ابو ایوب کیا تم سنتے ہو جو میں

Marfat.com

اَصْوَاتَ الیھودِ فِی قُبُوْرِھِم۔ — سنتا ہوں میں ان یہودیوں کی آواز سنتا ہوں جنکو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے ہم نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ آپ کس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

مَرَّبِی جَعْفَرُ ابنَ ابی طالب فی مَلاءٍ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ۔ — ابھی جعفر ابن ابو طالب فرشتوں کی جماعت کے ساتھ گذرے اور انھوں نے مجھے سلام کیا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے نہ پہنچتی ہو۔ چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جب آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تب بھی آپ درود پڑھنے والوں کی آواز سنیں گے تو آپ نے فرمایا:

وبعد وفاتی اِن اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء — اور وفات کے بعد بھی (میں سنونگا) کیونکہ خدا نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبی کا جسم کھائے۔

ان حدیثوں سے نبی کریم علیہ السلام کے کانوں کا یہ کمال ظاہر ہوا کہ آپ عام انسانوں کی طرح صرف قریب کی آوازیں ہی نہیں سنتے تھے بلکہ جس طرف آپ کی توجہ ہوتی تھی اور کوئی آواز آتی تھی تو آپ اس کو سن لیتے تھے یہاں تک کہ قبر کے مردوں کی آواز اور فرشتوں کی آوازیں بھی آپ سنا کرتے تھے

Marfat.com

دانت اور منہ نبی کریم علیہ السلام کے ہونٹ بہت خوبصورت اور ہلکے سرخ تھے۔ دانت صاف اور چمکدار تھے۔ آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی جب آپ ہنستے تھے تو دیواریں تک چمک جاتی تھیں۔ دانت اگرچہ چمکدار اور صاف ستھرے تھے لیکن آپ پھر بھی انکی صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر نماز سے پہلے مسواک ضرور کیا کرتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو بھی مسواک کرنے کا حکم دیا۔
دانتوں کی خوبصورتی اور ان کے چمکدار ہونے کا اندازہ ان حدیثوں سے لگائیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أَفلَجَ الثنيتين اذا تكلم رُءِيَ كالنور يخرجُ من بين ثناياه

حضور علیہ السلام کے اگلے دانت کھلے ہوئے تھے۔ جب آپ بات کرتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ضحِک یتلألؤ فی الجُدُر۔

کہ جب نبی کریم علیہ السلام ہنسا کرتے تھے تو دیواریں چمکنے لگتی تھیں۔

نبی کریم علیہ السلام کا منہ حقیقت میں خدا کے احکام لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ تھا اس منہ سے نکلی ہوئی ہر بات اللہ کا حکم ہی ہوتی تھی جیسا کہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔

وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحیٌ یوحیٰ۔

نبی کریم علیہ السلام کوئی بات اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ وہ خدا کا حکم ہی بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

خود نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جسکو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق۔	قسم خدا کی اس منہ سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس مبارک منہ سے نکلی ہوئی ہر بات اثر رکھتی تھی آپ کے منہ سے نکلے ہوئے لفظوں نے انسانوں کی تقدیروں کو بدل دیا جسکو جنتی کہا وہ جنتی ہو گیا جس کے لیے جو دعا کی وہ اس کو مل گیا عمر کے مسلمان ہونیکی دعا اس منہ سے نکلی تو وہ مسلمان ہو گئے اس مقدس منہ کا نکلا ہوا تھوک تک برکت والا تھا جس کا اندازہ لگانے کیلئے ان حدیثوں پر غور کیجئے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام حدیبیہ میں (ایک جگہ کا نام) ایک کنوئیں کے پاس ٹھہرے اس وقت آپ کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے سب نے اس کنوئیں کا پانی استعمال کیا یہاں تک کہ پانی بالکل ختم ہو گیا صحابہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں آکر پانی کی تکلیف بیان کی۔

فاتاھا فجلس علی شفیرھا ثم دعا باناء فتوضاء ثم مضمض و دعا ثم صبہ فیھا ثم قال دعوھا ساعۃ فاروو انفسھم و رکابھم حتی ارتحلوا۔	تو آپ کنوئیں کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے پھر ایک برتن میں پانی منگا کر وضو کیا اور اسی میں کلی کی اور دعا کی۔ پھر اسکو کنوئیں میں ڈالدیا اور فرمایا تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دو تھوڑی دیر کے بعد تمام صحابہ نے پانی خود بھی استعمال کیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چودہ سو صحابہ اس جگہ

Marfat.com

تقریباً بیس دن ٹھہرے لیکن دوبارہ کنوئیں کے پانی میں کمی نہیں آئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام ایک مرتبہ قُبا (ایک جگہ کا نام ہے) میں تشریف لائے یہاں ایک کنواں تھا جس سے کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا لیکن روزانہ تھوڑی دیر میں اس کا پانی ختم ہوجاتا تھا نبی کریم علیہ السلام نے ایک بالٹی میں پانی منگا کر اس میں کلی کردی اور اس پانی کو کنوئیں میں ڈلوادیا جس کے بعد کنوئیں سے برابر کھیتوں کو پانی دیا جاتا رہا لیکن وہ کبھی خشک نہیں ہوا۔

حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے پاس ایک بالٹی میں ایک کنوئیں کا پانی لایا گیا آپ نے اس میں سے کچھ پانی پیا اور بالٹی میں کلی بھی کردی اور فرمایا یہ پانی کنوئیں میں ڈال دیا جائے پانی کنوئیں میں پڑنے سے۔

ففاح مثل رائحة المسك کنوئیں کے پانی سے مُشک کی سی خوشبو آنے لگی۔

حضرت عتبہ ابن فرقد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے جسم پر دانے نکل آئے میں نے نبی کریم علیہ السلام کو بتایا آپ نے فرمایا جسم کھولو میں نے کپڑے اتار دیئے تو آپ نے اپنا تھوک میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا اس دن سے میری بیماری بھی ختم ہوگئی اور میرے جسم میں خوشبو آنے لگی۔ حضرت عتبہ ابن فرقد رضی اللہ عنہ کے جسم سے اس قدر خوشبو آیا کرتی تھی کہ لوگ ان سے پوچھا کرتے تھے کہ آپ کونسی خوشبو لگاتے ہیں جو ہمیں نہیں ملتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق کے موقع پر حضور علیہ السلام کی دعوت کی جب وہ حضور علیہ السلام کے پاس دعوت کے لئے گئے تو آپ نے تمام صحابہ سے کہا آج تمہارے بھائی جابر کے یہاں دعوت ہے۔ حضرت جابر پریشان ہوگئے کیونکہ ان کے یہاں کھانا اتنا نہ تھا کہ سب صحابہ کے لئے کافی ہوتا وہ تو صرف

Marfat.com

حضور علیہ السلام کی دعوت کرنا چاہتے تھے حضرت جابر نے آکر اپنی بیوی سے کہا کہ اب کیا ہوگا حضور تو تمام صحابہ کے ساتھ آرہے ہیں بیوی نے کہا "کیا تم نے سب صحابہ کو دعوت دی ہے یا حضور نے" حضرت جابر نے کہا کہ میں نے تو صرف حضور کو دعوت دی تھی لیکن آپ نے تمام صحابہ کو خبر دی۔ بیوی نے کہا "پھر فکر کرنے کی ضرورت نہیں اللہ کے رسول خود اپنے مہمانوں کا انتظام کر لینگے" نبی کریم علیہ السلام تمام صحابہ کو لے کر حضرت جابر کے گھر پہنچ گئے آپ نے حضرت جابر سے فرمایا "روٹی کے لئے جو آٹا ہے وہ ہمارے سامنے لاؤ اور ہانڈی بھی لاؤ" حضرت جابر آٹا اور ہانڈی لائے تو حضور علیہ السلام نے اس میں اپنا تھوک ڈال دیا اور کھانے میں برکت کی دعا کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم خدا کی وہ تھوڑا سا کھانا ایک ہزار صحابہ نے کھایا اور سب کھانا اسی طرح باقی رہا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے کھایا ہی نہیں ہے۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے والد حضرت فدیک رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بالکل نظر نہیں آتا تھا نبی کریم علیہ السلام نے انکی آنکھوں میں اپنا تھوک لگا دیا۔

فابصر فرائیتہٗ یدخل الخیط فی الابرۃ وھوابن ثمانین۔

تو انہیں نظر آنے لگا یہاں تک کہ وہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

حضرت ملاعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میرے پیٹ میں سخت درد رہا کرتا تھا میں نے کسی کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ وہ آپ سے جا کر میری تکلیف بیان کرے اور دعا کے لئے کہے جب حضور علیہ السلام کے پاس وہ آدمی پہنچا تو آپ نے مٹی کے ڈھیلے پر تھوک کر اسکو دیا اور فرمایا۔

وفیہا ثم اسقاھا ایاہٗ ففعل فبراءَ

اس ڈھیلے کو پانی میں گھول کر پلا دو حضرت ملاعب نے ایسا ہی کیا تو انکے پیٹ کا درد ختم ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی حضور علیہ السلام نے ان کو بلایا۔

فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ ودعا لہ فبرء حتی کان لم یکن بہ وجع۔

اور آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنا تھوک لگایا تو حضرت علی کی آنکھیں ایسی اچھی ہوگئیں جیسے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (حالانکہ ان کی یہ بیماری پیدائشی تھی)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں میری آنکھ میں ایسا تیر لگا کہ وہ پھوٹ گئی جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعا لی فما آذانی منہا شیئ۔

تو آپ نے میری آنکھ میں اپنا تھوک لگایا اور دعا فرمائی تو مجھے بالکل تکلیف نہ ہوئی اور آنکھ ٹھیک ہوگئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوۂ ذی قرد میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک تیر لگا نبی کریم علیہ السلام نے ان کو بلا کر زخم پر فوراً اپنا تھوک لگادیا۔

قال فما ضرب علیّ ولا قاح

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسی وقت زخم کا درد بھی ختم ہوگیا اور زخم اچھا ہوگیا۔

جنگ بدر میں ابوجہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو وہ اپنا ہاتھ لٹکائے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے آپ نے ہاتھ کو ملایا اور اس پر تھوک دیا وہ اسی وقت ایسا ٹھیک ہوگیا جیسے کہ ٹوٹا ہی نہیں تھا۔

ان تمام واقعات سے بالکل واضح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا تھوک ایسا

Marfat.com

تریاق تھا کہ ہر بیماری کو ختم کر دیتا تھا جبکہ کہا جاتا ہے کہ بیماریوں کے پھیلنے کا سب سے بڑا ذریعہ انسان کا تھوک ہوتا ہے لیکن یہ تھوک کسی عام انسان کا نہ تھا بلکہ اللہ کے اس پیارے نبی کا تھا جس کو خدا نے ہر اعتبار سے بے مثال پیدا فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس بے مثال نبی کا امتی بنایا۔

زبان۔ ہر انسان کی زبان کا کمال یہ ہے کہ اس سے جو لفظ بھی نکلے وہ اتنا صاف ہو کہ ہر کوئی سمجھ لے اور اس سے سننے والے کا فائدہ ہو زبان سے ایسا کوئی لفظ نہیں نکلنا چاہیئے جس سے کسی کو بھی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو زبان بھی کمال والی ہی عطا فرمائی تھی آپ کی باتیں بڑی پیاری اور صاف ہوتی تھیں کبھی آپ کی زبان سے کوئی تکلیف دینے والا برا لفظ نہیں نکلا اس کے علاوہ آپکی زبان کو یہ کمال بھی حاصل تھا کہ آپ اگرچہ عرب کے رہنے والے تھے لیکن عربی کے علاوہ ہر زبان میں بات کر لیا کرتے تھے۔ آپ سے جس زبان میں بات کی جاتی تھی اسی زبان میں آپ اسکا جواب دیتے تھے اور ہر زبان کو ایسا بولتے تھے کہ سننے والا سمجھتا تھا کہ یہ اپنی ہی زبان میں بات کر رہے ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت کچھ لوگ آئے انہوں نے اپنی بولی میں صحابہ سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں کسی صحابی نے ان کی بات کو نہ سمجھا حضور علیہ السلام وہاں بیٹھے تھے آپ نے سنا تو انہی کی بولی میں فرمایا" آگے آؤ" وہ لوگ آپ کے پاس بیٹھ گئے اور بہت دیر تک اپنی زبان میں ہی حضور سے باتیں کرتے رہے اور آپ بھی انہی کی بولی بولتے رہے آخر کار ان سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ نبی کریم علیہ السلام کی زبان کا ہی کمال تھا کہ لوگ آپ کی باتیں سن کر اسلام قبول کر لیتے اور آپ کے نبی ہونے کا یقین کر لیتے تھے۔ حضرت ابو ذر غفاری

Marfat.com

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے جب حضور اکرم کے نبی ہونے کا چرچا سنا تو وہ آپ کو دیکھنے کے لئے مکّے گئے وہاں سے واپس مدینے آکر آپ نے بتایا کہ لوگ تو اس شخص کو جادوگر، نجومی اور شاعر کہتے ہیں لیکن میں نے اس کی باتیں سنیں اور اسکی زبان سے اندازہ لگایا کہ

والله انه لصادق وانهم لكاذبون ۔ — خدا کی قسم وہ (نبوت کے دعوی میں) سچّا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر غفاریؓ خود مدینے سے مکّے تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کی باتیں سن کر مسلمان ہو گئے جب مدینے واپس پہنچے تو ان کے بھائی انیس اور انکی ماں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص ضماد مکّے میں آیا اور اسنے نبی کریم علیہ السلام سے ملنا چاہا لیکن کافروں نے اسکو کہا کہ تم اس سے مل کر کیا کرو گے وہ تو ایک دیوانہ شخص ہے اس پر جنّوں وغیرہ کا اثر معلوم ہوتا ہے ضماد نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو میں ایسے بیماروں کا علاج کر دیتا ہوں لوگ اس کو آپ کے پاس لیکر پہنچے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس سے بات شروع کرنے سے پہلے وہ خطبہ پڑھا جو اکثر عالم وعظ سے پہلے پڑھتے ہیں وہ خطبہ سن کر حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے جادوگروں، نجومیوں اور شاعروں سب ہی کی باتیں سنی ہیں لیکن

فما سمعت مثل هؤلاء الكلمات ولقد بلغن قاموس البحر فهلم يدك ابايعك على الاسلام فبايعه — میں نے ایسا کلام کسی کا نہ سنا یہ تو علم کا سمندر معلوم ہوتا ہے (اسی وقت ضماد نے حضور علیہ السلام سے کہا) اپنا ہاتھ لائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

نبی کریم علیہ السلام کی مبارک زبان کو یہ کمال حاصل تھا جو بات بھی اس زبان سے نکلتی تھی وہ پوری ہو کر رہتی تھی۔

حضرت ابراہیم ابن حارث نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ھ میں غزوۂ ذی قرد کے موقع پر پانی کے ایک چشمے کے پاس ٹھہرے۔

فقیل لہ اسمہ بیسان وماءُ ہٗ ملح فقال بل ھو نعمانٌ وماءُ ہٗ طیبٌ فطاب۔	صحابہ نے حضور علیہ السلام کو بتایا کہ اس چشمے کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی نمکین ہے۔ تو آپ نے فرمایا بلکہ اسکا نام نعمان ہے اور اسکا پانی میٹھا ہے (جب صحابہ نے پانی پیا) تو وہ میٹھا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حکم ابن عاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر طرح طرح سے منہ بگاڑا کرتا تھا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن کذالك فلم یزل یختلج۔	ایک دن آپ نے فرمایا ایسا ہی ہو جا اسکا منہ ٹیڑھا ہو گیا اور ہر وقت ایسا ہی رہتا تھا اسی حال میں مرا۔

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل بیمینك فقال لا استطیع قال لا استطعت ما منعہ الا الکبر قال فما	تو حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا تو اس نے کہا میرا دایاں ہاتھ بیکار ہے میں اس سے نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا تو آج سے بیکار

Marfat.com

رفعہا الیٰ فیہ۔ ہی ہوگیا۔ اس شخص نے تو غرور کی وجہ سے یہ بات کی تھی لیکن حضور کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہوئی اور اسکا ہاتھ بیکار ہوگیا کہ منہ تک نہ جانے پاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص وحی لکھتا تھا کہ بد نصیبی سے مرتد ہوگیا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ الارض لا تقبلہ۔ تو حضور نے فرمایا بیشک اس کو زمین قبول نہیں کریگی۔

جب یہ شخص مرگیا اور اسکو دفن کیا گیا تو کئی مرتبہ کوشش کرنیکے باوجود اس کی لاش زمین کے اندر سے باہر آگئی آخر کار بغیر دفن کیے ہوئے زمین پر ہی چھوڑنا پڑا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کسی شخص نے پوچھا یا رسول کیا حج ہر سال فرض ہے۔

قال ولو قلتُ نعم لوجبت تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں کہدوں ہاں تو ہر سال فرض ہو جائیگا۔

ان تمام واقعات سے حضور علیہ السلام کی زبان کا اثر بھی معلوم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ حقیقت میں شریعت زبان رسالت مآب علیہ السلام سے نکلی ہوئی باتوں ہی کا نام ہے جس کو آپ نے جائز کر دیا وہی جائز ہوگیا اور جس کو آپ نے حرام کر دیا وہ حرام ہوگیا اس پیاری زبان کے کمال کا ایک واقعہ اور سن لیجیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم علیہ السلام کیساتھ تھے چلتے ہوئے آپ نے اپنے نواسوں حسن وحسین کے رونے کی آواز سنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ دونوں کیوں روتے ہیں آپ نے

Marfat.com

عرض کیا دونوں پیاسے ہیں لیکن پانی نہیں آپ نے صحابہ سے پوچھا کسی کے پاس پانی ہے۔ سب نے جواب دیا پانی بالکل ختم ہو گیا۔ نبی کریم علیہ السلام نے پہلے تھوڑی دیر اپنی زبان حسن کو چوسائی اور پھر حسین کو چوسائی زبان مبارک سے ایسا رس نکلا کہ دونوں بچوں کی پیاس بجھ گئی اور خاموش ہو گئے۔

یہ تھا نبی کریم علیہ السلام کی زبان مبارک کا حال۔ سچ ہے خدا نے جو زبان اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی وہ نہ کسی کو ملی اور نہ ملے گی۔

گردن، کاندھے

نبی کریم علیہ السلام کے جسم مبارک کے یہ حصے بھی نہایت خوبصورت تھے گردن کے متعلق فرمایا گیا کان عنقہٗ ابریقُ فِضَّۃٍ' آپ کی گردن اتنی اونچی اور چمکدار تھی کہ چاندی کی صراحی معلوم ہوتی تھی، کاندھوں کے متعلق فرمایا گیا۔

اَنہٗ کان اذا جلَسَ یکون کتفہٗ اعلیٰ من جمیع الجالسین۔

کہ جب آپ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہوتے تو آپ کا کندھا سب سے اونچا ہوتا تھا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے کاندھے جب ننگے ہو جاتے تھے۔ فکانما سبیکۃ فضۃٍ تو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتح کے دن نبی کریم علیہ السلام نے مجھے اپنے کاندھوں پر چڑھا کر کعبہ میں رکھے ہوئے بت نکالنے کا حکم دیا جب میں آپ کے کاندھوں پر چڑھا تو میری یہ حالت ہو گئی کہ ایسا معلوم ہونے لگا۔

انی لو شئتُ نِلتُ افقَ السماء کہ اگر میں چاہتا تو آپ مجھے آسمان تک پہنچا سکتے تھے۔

Marfat.com

پیٹھ نبی کریم علیہ السلام کی پیٹھ کے متعلق حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن رات کے وقت حضور علیہ السلام کی پیٹھ پر میری نظر پڑی آپ کی پیٹھ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس پر نبوت کی مہر بنی ہوئی تھی جس کا پتہ ان حدیثوں سے چلتا ہے۔

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی کے دائیں ہاتھ پر نبوت کی مہر ہوتی تھی۔

الا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فان شامۃ النبوۃ کانت بین کتفیہ۔

مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کاندھوں کے بیچ میں نبوت کی مہر تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ۔

کان خاتم النبوۃ علی ظہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البندقۃ من لحم مکتوب فیھا باللحم محمد رسول اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر نبوت کی مہر گوشت کے ٹکڑے کی طرح تھی جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

حضور علیہ السلام کی پیٹھ پر نبوت کی مہر کو حضرت محرش کعبی، وہب ابن منبہ اور عبداللہ ابن عمر کے علاوہ حضرت سلمان فارسی حضرت جابر ابن سمرہ، حضرت سائبین ابن یزید، حضرت عباذ ابن عمرو کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے دیکھا تھا۔

ہاتھ نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ اور بازو گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ بغلیں بہت صاف اور خوشبودار تھیں جن کا رنگ سفید تھا بغلوں میں بال بالکل نہیں تھے ہاتھ نرم اور اتنے خوشبودار تھے کہ آپ جس سے ہاتھ ملاتے تھے

Marfat.com

اس کے ہاتھوں میں بھی خوشبو آجاتی تھی اس سلسلے میں کچھ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد یری بیاض ابطیہ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آیا کرتی تھی۔

حضرت بنی حریش رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

فسال علیّ من عرقِ ابطیہ مثل ریح المسکِ ۔

تو مجھ پر آپ کی بغلوں کا پسینہ لگا جس کی خوشبو مشک سے زائد تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَا مَسستُ دیباجۃً ولا حریراً الین من کفّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شَممتُ مسکاً ولاعنبرۃً اطیب من رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ریشم دیباج سے بھی زائد نرم تھے اور آپ کی خوشبو مشک وغیرہ کی خوشبو سے زائد تھی۔

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ محبت سے آپ کے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملنے لگے۔

فاخذتُ بیدہٖ فوضعتھا علی وجھی فاذا ھی اَبرَدُ من الثلجِ واطیب رائحۃً من المسکِ ۔

تو میں نے بھی حضور علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو آپ کا ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

بہرحال ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ظاہری حالت تو

Marfat.com

یہ تھی کہ وہ بالکل نرم، ٹھنڈے اور خوشبو دار تھے اب ان مقدس ہاتھوں کو جو خاص قوت وطاقت اور کمال عطا فرمایا تھا اس کو بھی سنیئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ

اُوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔	زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھوں میں دیدی گئیں۔

یعنی اس دنیا کے تمام خزانے نبی کریم علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں میں ہیں جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں یہ ہاتھ اتنے سخی ہیں کہ اس دربار سے کوئی بھکاری خالی نہیں جاتا اب ان ہاتھوں کی قوت کا بھی اندازہ لگایئے۔

حضرت جُعیل ابن زیاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا میری گھوڑی جس پر میں سوار تھا بہت کمزور تھی اسلئے بہت آہستہ چل رہی تھی اور میں بہت پیچھے رہ گیا تھا حضور علیہ السلام نے جب مجھے بہت پیچھے دیکھا تو آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری گھوڑی بہت کمزور ہے آہستہ چلتی ہے آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کو آپ نے گھوڑی پر مارا اور دعا کی۔

فلقد رأیتنی ما املک رأسھا ان تتقدم الناس ولقد بعت من بطنھا باثنی عشر الفا۔	حضرت جعیل فرماتے ہیں اس وقت سے میری گھوڑی اتنی تیز ہوگئی کہ میں اس کی لگام نہیں تھام سکتا تھا اور سب سے آگے رہتا تھا اور اسکے اتنے بچے پیدا ہوئے کہ مجھے انکی قیمت بارہ ہزار ملی۔ (یعنی گھوڑی کی کمزوری بھی ختم ہوگئی اور

Marfat.com

اسکی اولاد میں بھی برکت ہوئی۔

حضرموت (ایک جگہ کا نام ہے) کے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے جن میں اشعث ابن قیس بھی تھا یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے دل میں ایک بات چھپا رکھی ہے بتایئے وہ کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا دل کی بات بتا دینا تو کوئی کمال نہیں وہ تو نجومی بھی بتا دیتے ہیں تو وہ لوگ کہنے لگے کہ پھر ہم آپ کو کیسے پہچانیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ نے زمین پر سے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا دیکھو میری نبوت کی یہ بھی گواہی دیتے ہیں۔

فسبح الحصیٰ فی یدہٖ فقالوا نشھد انک لرسول اللہ۔	کنکریوں نے آپ کے ہاتھ میں اللہ کی پاکی بیان کرنا شروع کر دی جس کو دیکھ کر ان لوگوں نے بھی کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت ابو العلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت قتادہ ابن ملحان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیر دیا۔

فکان لوجھہٖ بریقٌ حتی کان یُنظر فی وجھہٖ کما ینظر فی المراۃ۔	جس سے ان کے چہرے میں چمک پیدا ہو گئی یہاں تک کہ ان کے چہرے میں ہر چیز ایسی نظر آتی تھی جیسے شیشے میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم علیہ السلام نے یمن کا گورنر بنا کر وہاں جانے کا حکم دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول مجھے تو بالکل تجربہ نہیں میں مقدموں کا فیصلہ کیسے کرونگا تو آپ نے میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی۔

اللھم اھد قلبہٗ وثبت لسانہٗ قال فوالذی فلق الحبۃ فما شککت	اللہ اس کے دل کو سیدھا رکھ اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھ حضرت علی

Marfat.com

فی قضاء بین الا ثنین ۔ | نے فرمایا قسم خدا کی اس کے بعد مجھے کبھی فیصلہ کرنے میں ذرہ برابر بھی غلطی کا شبہ نہیں ہوا۔

حضرت ابو زید عمرو بن اقطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔

اللھم جملہٗ قال فبلغ بضعا و مائۃ سنۃ و ما فی لحیتہ بیاض ولقد کان منبسط الوجہِ ولم ینقبض وجہہٗ حتی مات ۔

اے اللہ اس کو خوبصورت بنا حضرت ابو زید کی عمر سو سال سے زائد ہو گئی لیکن انکی داڑھی کا کوئی بال سفید نہیں ہوا اور مرتے وقت تک ان کا چہرہ صاف اور روشن جوانوں جیسا تھا۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ میں قرآن کریم یاد کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں ہوتا آپ نے فرمایا تمہارے ساتھ ایک شیطان ہے جس کو "خِنزَب" کہتے ہیں ذرا میرے قریب آؤ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا جس کی ٹھنڈک میرے کاندھوں تک پہنچی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اُخرج یا شیطان من صدرِ عثمان فما سمعت بعد ذالک شیئًا الا حفظتہٗ ۔

اے شیطان عثمان کے سینے سے نکل جا۔ اس کے بعد جو چیز بھی سنتا ہوں مجھے یاد ہو جاتی ہے۔

حضرت ہلب بن یزید حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ گنجے تھے۔

فمسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا تو

Marfat.com

رأسه فنبتت شعره فسمى المهلب۔ انکے سر پر بال نکل آئے اسی وجہ سے انکا نام ہلب رکھا گیا۔

حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ایک دن نبی کریم علیہ السلام کے سامنے بیان کیا کہ آپ بچے تھے تو ایک رات میں نے دیکھا کہ آپ چاند سے کھیل رہے ہیں وتشیر الیہ باصبعہ فحیث اشرت الیہ مال۔ تو جس طرف آپ اپنی انگلی سے اشارا کرتے تھے چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے نماز کی حالت میں جنت کو دیکھا اور اس کے کچھ پھولوں کو ہاتھ میں لے لیا۔

ولو اخذته لاكلتم منها ما بقيت الدنيا۔ اور اگر میں اس کو توڑ لیتا تو تم قیامت تک اس کو کھاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں پانی ختم ہو گیا تو آپ نے ایک برتن میں بچا ہوا تھوڑا سا پانی لیا اور اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی بہنے لگا۔

فتوضأ القوم قيل لانس كم كنتم قال ثلثمائة۔ اور سب لوگوں نے وضو کیا حضرت انس سے پوچھا گیا کتنے لوگ تھے آپ نے فرمایا تین سو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ میں پانی ختم ہو گیا صرف ایک چھوٹے سے برتن میں حضور علیہ السلام کے پاس تھا لوگوں کو وضو کرنے اور پینے کیلئے پانی کی سخت تکلیف ہوئی جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ نے

Marfat.com

اس برتن میں جو آپ کے پاس تھا اپنا ہاتھ رکھدیا اسی وقت آپ کی انگلیوں سے پانی بہنے لگا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فشربنا وتوضأنا قیل لجابرٍ کم کنتم قال لوکن مائةَ الفٍ لکفانا کنا خمسَ عشرةَ مائةٍ ۔

تو ہم سب نے پیا اور وضو کیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم کتنے لوگ تھے آپ نے فرمایا اگر ایک ہزار بھی ہوتے تو پانی سب کو کافی ہوتا ویسے اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔

حضرت ابیض ابن جمال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر داد تھا جو سخت بیماری ہے جس سے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو ایک دن حضور علیہ السلام نے ان کو بلا کر انکے چہرے پر ہاتھ پھیر دیا۔

فلم یمس من ذالك الیومِ و منہا اثر۔

تو شام ہونے سے پہلے ان کے چہرے پر اس بیماری کا نشان باقی نہ رہا۔

حضرت فضالہ ابن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن کعبہ میں حضور علیہ السلام طواف کر رہے تھے میں اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا میں نے سوچا یہ موقع ان پر حملہ کرنے کا اچھا ہے میں حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ میرے قریب آگئے اور پوچھا اے فضالہ تم دل میں کیا خیال کر رہے ہو میں نے کہا کچھ نہیں میں بھی اللہ کا ذکر کر رہا تھا یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا اے فضالہ اللہ سے توبہ کرو اور پھر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھدیا حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی برکت سے میرے دل کے تمام برے خیالات نکل گئے۔

واللہ ما رفعَ یدَہٗ عن صدری حتّٰی ما من خلقِ اللہِ شئٌ

اور قسم خدا کی حضور کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے میرے دل کی یہ حالت

Marfat.com

احب الی منہ ۔ ہوگئی کہ دنیا کی ہر چیز سے زائد مجھے حضور علیہ السلام سے محبت ہو گئی۔

حضرت قیس ابن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام حضرت ابوبکر کیساتھ ہجرت فرما کر مکے سے مدینہ جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا آپ نے اس سے دودھ مانگا چرواہے نے کہا میرے پاس دودھ نہیں ہے کیونکہ میری کوئی بکری اس وقت دودھ نہیں دیتی آپ نے فرمایا ایک بکری ہمیں دیدو خود دودھ دوہ لینگے چرواہے نے ایک چھوٹی دبلی سی بکری اسوقت کھڑی کردی آپ نے اس کے تھنوں پر اپنا ہاتھ پھیرا دعا کی اور دودھ دوہنا شروع کردیا اور پہلے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو دودھ پلایا پھر چرواہے کو پلایا اور پھر خود پیا۔ چرواہا یہ معاملہ دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہنے لگا آپ کون ہیں خدا کی قسم میں نے آپ جیسے کمال والا آدمی کسی کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔

قال فاشهد انك نبی الله و ان ما جئت به حق وانه لا یفعل ما فعلت الا نبی ۔

چرواہا بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں حق ہے کیونکہ آپ نے اس وقت جو کیا وہ کام نبی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

نبی کریم علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں کی برکت اور قوت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں ان تمام واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ نے آپ کو ایسے ہاتھ دیئے تھے جنکی برکت سے چہرے چمکدار ہو جاتے تھے اور دل ایمان کے نور سے روشن ہو جاتے تھے ان ہاتھوں سے پانی کے چشمے

Marfat.com

جاری ہوئے بیماروں کو شفا نصیب ہوئی کمزوروں کو قوت ملی حقیقت میں حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھ خدا کی قوت کا نمونہ تھے اسی لئے توان لوگوں کے لئے جنہوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی فرمایا گیا۔ ید اللہ فوق ایدیھم ؛ ــــــ کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور جن کنکریوں کو حضور علیہ السلام نے پھینکا اور کافر اس سے اندھے ہوگئے ان کنکریوں کے لئے فرمایا گیا "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ" ــــــ اور جب اے نبی تم نے کنکریاں پھینکیں تو تم نے نہیں پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں تھیں۔ ان ہاتھوں کی برکتیں جن لوگوں کو نصیب ہوئیں واقعی وہ بڑے قسمت والے تھے لیکن ہم گنہگار مسلمان بھی حضور علیہ السلام سے محبت پیدا کر کے اور انکی سنت پر عمل کر کے ان برکتوں سے حصہ لے سکتے ہیں۔

سینہ اور دل

نبی کریم علیہ السلام کا سینہ اور پیٹ برابر تھا سینہ ابھرا ہوا اور چوڑا تھا۔ جس کے بیچ میں بالوں کی ایک باریک لائن تھی جو ناف تک تھی سینے کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے کہا جاتا ہے کہ بڑے سینے والا بڑے دل والا ہوتا ہے اور اسی لئے ایسا شخص بہت علم اور ہمت والا ہوتا ہے لیکن خدا نے اپنے پیارے محبوب کے خوبصورت سینے میں جو دل رکھا تھا اس کے علم وحکمت اور ہمت کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا فرمایا۔

الم نشرح لك صدرك — اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا تھا۔ "شرح

صدر" یعنی سینے کو کھول دینے کا مطلب ہے کہ یہ سینہ علم کا خزانہ ہوگیا۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کے مبارک سینہ کی اس خوبی کا یہ اثر تھا کہ تمام دنیا آپ کے نزدیک معمولی چیز تھی اور آپ کی ہمت اتنی بلند اور اونچی تھی کہ کسی سہارے کا خیال کیے بغیر اپنی نبوت کا اعلان کیا اور ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی کے باوجود اپنا کام کرتے رہے بہرحال شرح صدر نبی کریم علیہ السلام کے سینے کی خوبی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو ہر قسم کے علم کے لیے کھول دیا تھا اور یہ مبارک سینہ علم کا خزینہ تھا اس بات کا اندازہ ان حدیثوں سے ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا جسکی ٹھنڈک مجھے اپنی دونوں چھاتیوں میں معلوم ہوئی۔

فعلمت ما فی السموات وما فی الارض۔ تو مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہوگیا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دنیا کی پیدائش سے لیکر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبریں دیں (یعنی پچھلے زمانے کا حال بھی بتایا اور قیامت تک ہونیوالی سب باتیں بیان کردیں لیکن حفظ ذالک من حفظہ ونسیہ من نسیہ ——— جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ اسی قسم کی حدیثیں حضرت عمرو ابن اخطب، حضرت حذیفہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ نے بھی بیان کیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

فو اللہ لا تسئلونی عن شیٔ خدا کی قسم تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی

Marfat.com

الا اخبرتکم بہ مادمتُ فی مقامی ھذا۔ — سوال کروگے میں تمہیں یہاں کھڑے کھڑے ہی بتادوں گا۔

قرآن کریم کی آیات اور حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کا شرحِ صدر اسطرح فرمایا کہ آپ کو پچھلی اور اگلی باتوں اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کا علم عطا فرمایا یہاں تک کہ نبی کریم علیہ السلام سے کوئی چیز چھپی نہ رہی اسی لئے مسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" تھے یعنی ان کو ان تمام باتوں کا پتہ تھا جو کسی انسان کو معلوم نہیں مسلمانوں کے اس عقیدے کو بزرگوں کے لفظوں میں غور سے سنئے۔

امام شرف بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا و من علومک علم اللوح وَالقلم۔ — یارسول اللہ بیشک دنیا اور آخرت (کی کامیابی) آپ کی بخشش سے ہی ہے اور آپ کے (وسیع) علموں کا ایک حصہ لوح وقلم کا علم ہے۔

یعنی وہ تختی اور وہ قلم جس پر خدا کے یہاں انسانوں کے قسمت کے فیصلے لکھے ہوئے ہیں اور کوئی انسان انکو نہیں جان سکتا اور پڑھ سکتا لیکن اللہ کے فضل سے نبی کریم علیہ السلام کو اسکا بھی علم تھا۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات احمدیہ میں فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علم سے زائد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہان کا علم عطا فرمایا۔

فعلمَ عِلمَ الاولین والاخِرینَ وما کان وما یکون۔ — اور اگلے پچھلوں کی باتیں اور جو کچھ ہو چکا ہے یا ہونیوالا ہے سب کچھ

Marfat.com

سکھا دیا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وقد تواترت الاخبار واتفقت معانیها علی اطلاعه صلی الله علیه وسلم علی الغیب۔ بیشک متواتر حدیثوں اور ان کے معنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی چھپی ہوئی باتیں جانتے تھے۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" کہ جس بات پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یقیناً نبی کریم علیہ السلام کو دنیا سے جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چھپی ہوئی باتیں بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں ہونیوالی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی کی کتاب مکتوبات شریف میں فرمایا۔

ہر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشد۔ جو چھپی ہوئی باتیں اللہ کے لیے خاص ہیں اللہ وہ اپنے خاص رسولوں کو بتا دیتا ہے۔

بہر حال نبی کریم علیہ السلام کا سینہ اتنے عظیم علم کا خزانہ تھا کہ دنیا کے تمام علم اس میں موجود تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو اپنے زبردست علم کا نمونہ بنایا اور دنیا کو یہ دکھایا کہ جس انسان نے اس دنیا میں آکر کچھ نہیں پڑھا لکھا اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو ایسا علم عطا فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز اور قیامت تک کا حال اس کی نظروں کے سامنے آگیا تو ایسے علم والے کو جس خدا نے پیدا کیا اور اسے یہ علم عطا فرمایا اس خدا کے علم کا کیا حال ہوگا بس تمہیں یہ ایمان رکھنا چاہیئے کہ وہ خدا اپنے علم سے ہمارے ہر حال کو جانتا ہے اور

Marfat.com

جو کچھ ہمارے حال کے مطابق بہتر ہوتا ہے وہ ہمیں عطا فرما دیتا ہے۔

پیٹ

جسم کے دوسرے حصّوں کی طرح نبی کریم علیہ السلام کا پیٹ بھی عام انسانوں جیسا نہ تھا۔ پیٹ انسان کے کھانے پینے کی جگہ ہوتی ہے اگر پیٹ کو پوری طرح نہ بھرا جائے تو انسان کا پورا جسم بیکار ہو جاتا ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا پیٹ کئی کئی دن خالی رہتا تھا پھر بھی آپ کو نہ کوئی تکلیف ہوتی تھی اور نہ ہی آپ کمزور ہوتے تھے۔

نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اے پیارے نبی اگر تم چاہو تو میں مکّے کی پھتریلی زمین کو تمہارے لئے سونا بنا دوں میں نے عرض کیا اے میرے رب میں یہ چاہتا ہوں۔

اشبع یومًا وّاجوع یومًا — کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھانا ملے اور ایک دن بھوکا رہوں۔

مطلب یہ کہ نبی کریم علیہ السلام خود بھی اپنے پیٹ کو بھرا رکھنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ جب پیٹ زائد بھر جاتا ہے تو انسان خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام امت کو یہی سکھانے کے لئے اکثر بھوکے ہی رہتے تھے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔

ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض۔ — نبی کریم علیہ السلام نے جو کی روٹی سے کبھی دو دن برابر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا۔

واللہ ما شبعَ من خُبزِ ولحم — خدا کی قسم آپ نے کبھی ایک دن میں

Marfat.com

مرتین فی یوم۔ — دو وقت روٹی اور گوشت سے پیٹ نہیں بھرا۔

بہر حال نبی کریم علیہ السلام کا مبارک پیٹ دنیا کے کھانے نہ ملنے کی وجہ سے کسی تکلیف کا سبب نہیں بنتا تھا لیکن یہ بھی حضور علیہ السلام ہی کا کمال تھا کہ آپ کا پیٹ دنیا کی غذاؤں سے خالی رہتا تھا لیکن خدا کی طرف سے اس کو ایسی غذا نصیب ہوتی تھی کہ آپ کئی کئی دن برابر بغیر کھائے پیئے رہتے تھے اور کسی کام میں کوئی فرق تک نہ آنے پاتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے بغیر افطار کے برابر روزے رکھنے کو منع فرمایا تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو اسطرح روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا

وَایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی۔ — تم میں سے میری طرح کون ہے میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

ہر انسان کے پیٹ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بدبو دار ہوتا ہے لیکن اللہ کے نبی کے پیٹ سے جو کچھ نکلتا تھا اس کا حال سنیئے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب آپ پاخانے سے آتے ہیں تو کئی مرتبہ آپ کے بعد میں پاخانہ گئی لیکن میں نے وہاں کچھ نہیں دیکھا مشک کی سی خوشبو آتی ہے تو آپ نے فرمایا۔

یا عائشہ ما علمتِ ان الارض تبتلعُ ما یخرج من الانبیاء فلا یریٰ منہ شیئٌ۔ — اے عائشہ تمہیں کیا پتہ نہیں کہ نبیوں کے پیٹ سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں سے

Marfat.com

کچھ نظر نہیں آتا۔

امام قاضی عیاض اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب نبی کریم علیہ السلام پاخانہ و پیشاب کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو۔

انشقت الارض فابتلعت غائطہ وبولہ وفاحت لذلک رائحۃ طیبۃ۔	زمین پھٹ کر آپ کا پاخانہ و پیشاب نگل جاتی تھی اور اس جگہ سے مشک کی سی خوشبو آنے لگتی تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا۔

وہیچ کس اثر فضلہ ایشاں را بروئے زمین ندیدہ زمین می شگافت و فرو میبرد و ازاں مکان بوئے مشک می شمیدند۔	اور کسی نے آپ کے پاخانہ و پیشاب کا اثر زمین پر نہیں دیکھا۔ کیوں کہ زمین پھٹ جاتی تھی اور وہ اس میں چھپ جاتا تھا اور اس جگہ مشک کی سی خوشبو آنے لگتی تھی۔

بہرحال جس خدا نے مکھی کے پیٹ میں شہد جیسی میٹھی اور لذیذ چیز پیدا فرمائی اسی خدا نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ سے نکلے ہوئے پیشاب و پاخانہ کو خوشبودار بنایا اور لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھا اسی خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسے کمال و عظمت والے نبی کی امت میں پیدا فرمایا۔

پیر اور جسم کے دوسرے حصے

نبی کریم علیہ السلام کے پیروں اور جسم کے دوسرے حصوں کا حال بھی سنیئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم ولد	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ کئے

Marfat.com

مختوناً مسرورا۔ ہوئے اور ناف کاٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔

یعنی لڑکے کی ختنہ پیدا ہونے کے بعد کرائی جاتی ہیں لیکن نبی کریم علیہ السلام قدرتی طور پر ختنہ کئے ہوئے تھے اسی طرح بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اسکی ناف (جس کو نال بھی کہتے ہیں) کاٹی جاتی ہے لیکن حضور علیہ السلام کی ناف بھی قدرتی کٹی ہوئی تھی۔

آپ کے جسم کا چھپا ہوا حصہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا بچپن میں بھی کبھی آپ کا یہ حصہ نہیں کھلتا تھا یہاں تک کہ آپ کی بیوی اور مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کبھی آپ کے جسم کے چھپے ہوئے حصہ کو نہ دیکھا اور نہ کبھی آپ نے میرے چھپے ہوئے حصہ کو دیکھا۔

نبی کریم علیہ السلام کی مردانہ قوت کا یہ حال تھا کہ حضرت صفوان ابن سلیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اعطیت قوۃ اربعین رجلاً من اھل الجنۃ۔ کہ مجھے چالیس جنتی مردوں کی مردانہ طاقت دی گئی۔

اور جنت کے ایک مرد کی قوت دنیا کے سو مردوں کے برابر ہے اس طرح حضور علیہ السلام کی مردانہ قوت چار سو مردوں کے برابر تھی لیکن اس کے باوجود آپ کے اندر نفس کی وہ خواہش بالکل نہ تھی جو عام انسانوں میں ہوتی ہے۔ ہر نبی ایسی نفسانی خواہش سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ما احتلم نبیٌ قط وانما الاحتلام من الشیطان۔ کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ احتلام شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور نبی پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے چھپے ہوئے حصّہ کی عظمت کا پتہ آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

لا یغسلنی الا انت فانہ لا یری عورتی الا طمست عیناہ

کہ مجھے وفات کے بعد صرف تم غسل دینا کیونکہ میرے پردے کی جگہ پر جس کی بھی نظر پڑیگی وہ اندھا ہو جائے گا۔

حضور علیہ السلام کی رانیں، پنڈلیاں اور پیر بھی بہت خوبصورت تھے۔

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کان فی ساق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حموشۃ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں بہت نازک تھیں۔

حضرت عبداللہ ابن بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن البشر قدما۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سب سے زیادہ حسین تھے۔

ان مقدس پاؤں کے کمالات کا بھی اندازہ لگائیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تیز چلنے میں آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو نہ دیکھا جب آپ چلتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔

کانما الارض تطوی لہ انا لنجھد انفسنا وانہ لغیر مکترث۔

کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جارہی ہے اور ہم آپ کے برابر تیز چلنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور آپ بغیر کسی تکلیف کے چلتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھروں پر چلا کرتے تھے تو پتھر نرم ہو

Marfat.com

جاتے تھے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابواسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا مشٰی علی الصخر غاصت قدماہٗ فیہ۔

کہ جب حضور علیہ السلام پتھروں پر چلتے تو آپ کے پیروں کے نشان پتھروں پر لگ جاتے تھے۔

حضرت علامہ شہاب الدین مصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم علیہ السلام ننگے پیر پتھروں پر چلتے تھے تو پتھر زم ہو جاتے تھے اور ان پر آپ کے قدموں کے نشان بن جاتے تھے انہی پتھروں کو صحابہ کرام نے حفاظت سے رکھا جو اب تک دنیا میں بہت سی جگہ موجود ہیں خاص طور پر بیت المقدس اور مصر وغیرہ میں بہت ہیں۔

یہ مبارک پتھر پاکستان میں بھی بعض بزرگوں کے پاس موجود ہیں میلاد شریف وغیرہ کی محفل میں ان کو نکالا جاتا ہے لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں اور محبت والے مسلمان ان کو تعظیم کی وجہ سے چومتے ہیں۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کی برکتوں کا اندازہ لگانے کے لئے اور چند واقعات سنیئے۔ حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ذی المجاز میں تھے جو ایک جگہ کا نام ہے عرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ابوطالب کو پیاس لگی انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ پانی نہیں ہے اور پیاس لگ رہی ہے یہ سنکر

فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَضرب بقدمِہ الارض فخرج الماء فقال اِشرب۔

حضور علیہ السلام سواری سے اترے اور زمین پر پیر مارا جس سے پانی نکل آیا تو آپ نے فرمایا اے چچا پانی پی

لو، ابوطالب نے بیان کیا کہ میں نے خوب
پانی پیا اس کے بعد آپ نے پانی
نکلنے کی جگہ پر اپنا پیر رکھدیا تو پانی
بالکل بند ہوگیا۔

حضور علیہ السلام ایک دن احد پہاڑ پر کھڑے ہوئے تھے کہ وہ پہاڑ
کانپنے لگا تو اس پر پیر مارا اور فرمایا

اُثبت فانما علیك نبیٌ وصدیق   ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک
وشهیدان۔   صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضور علیہ السلام نے صدیق حضرت ابوبکر کو کہا اور حضرت عمر اور
عثمان کو جو اس وقت پہاڑ پر آپ کے ساتھ تھے شہید کہا کیونکہ حضور علیہ السلام
کو یہ علم تھا کہ یہ دونوں شہید ہونگے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام کی
خدمت میں ایک شخص اپنی اونٹنی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میری یہ اونٹنی بہت
سست ہے اور آہستہ چلتی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اونٹنی کے اپنا پیر مارا۔

قال ابو هريرة والذى نفسى بيده   حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
لقد رأيتها تسبق القائد۔   کہا خدا کی قسم وہ اونٹنی ایسی تیز ہو
گئی کہ سب سے آگے رہنے لگی۔

حضرت عبداللہ ابن ابی طلحہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام
سعد ابن عبادہ کے گدھے پر سوار ہوئے جو بہت سست تھا اور آہستہ
چلتا تھا۔

Marfat.com

فرّدھا ھملاجًا لا یسایرہ۔

توجب آپ نے اسکو واپس کیا تو ایسا تیز ہو گیا کہ کوئی گدھا اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے نبی کریم علیہ السلام تشریف لائے پہلے آپ نے ان کے لئے دعا کی

ثم ضرب برجلہ فما اشتکی ذالک الوجع لعد۔

پھر حضور علیہ السلام نے ان کے اپنا پیر مارا جس کی برکت سے وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئے اور اس کے بعد کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

یہ تھے نبی کریم علیہ السلام کے مقدس پیر جن کی برکت سے پتھر نرم پڑ گئے۔ زمین سے پانی جاری ہو گیا' ہلتے ہوئے پہاڑ ٹھہر گئے' سست سواریوں میں تیزی آگئی اور بیماروں کو شفا نصیب ہوئی۔ انہی پیروں کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ خدا کے عرش پر پہنچے اور ان کی وجہ سے مکہ و مدینہ کی زمین بھی برکت والی ہو گئی اب ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم علیہ السلام کے برکت والے پیروں کا کس قدر احترام کیا کرتے تھے۔

حضرت زراع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم کچھ لوگ ملکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے محبت و احترام کی وجہ سے نتقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ اور پیر چومے۔

Marfat.com

حضرت وازع ابن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے فاخذنا بیدیہ ورجلیہ نتقبلھا ـــــ تو ہم نے نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما۔

بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے محبت و احترام کی وجہ سے نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اسی لئے علما نے کہا کہ ماں باپ، استاد، پیر، بزرگوں اور نیک عالموں کے ہاتھ یا پیر چومنا جائز ہے جیسا کہ صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرتے اور ہاتھ پیر چوما کرتے تھے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

رأیت علیاً یقبلُ ید العباسِ ورجلیہِ۔ میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پیر چوما کرتے تھے۔

حضرت ابن جدعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت نے ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے حضور علیہ السلام سے اپنا ہاتھ ملایا ہے۔ قال نعم۔ فقبّلھا تو حضرت انس نے کہا "ہاں"، تو حضرت ثابت نے فوراً ان کا ہاتھ چوم لیا۔

جسم

نبی کریم علیہ السلام جسم مبارک کے علیحدہ علیحدہ حصوں ـــ کا بیان ہو چکا اب پورے جسم کے متعلق بھی کچھ ایمان تازہ کرنیوالی باتیں سن لیجئے۔ آپ کا قد نہ لمبا تھا نہ چھوٹا بلکہ درمیانی قسم کے قد سے کچھ زائد تھا لیکن یہ کمال تھا۔ جب آپ محفل میں ہوتے تھے یا لوگوں کیساتھ مل کر

Marfat.com

چلتے تھے تو سب سے اونچے معلوم ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالذاھب طولاً وفوق الربعۃ اذا جامع القوم غمرھم۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لمبے نہیں تھے مگر جب لوگوں کیساتھ ہوتے تو سب سے اونچے ہوتے تھے۔

امام ابن سبع رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

انہٗ اذا جلس یکون کتفہ اعلیٰ من جمیع الجالسین۔

جب آپ لوگوں میں بیٹھتے تو آپ کا کندھا سب سے اونچا ہوتا تھا۔

آپ کے مبارک جسم پر ایک خاص قسم کی شان ظاہر ہوتی تھی اسی لئے آپ کو دیکھ کر جانور بھی سجدہ کرتے تھے اور آپ کا حکم مانتے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے نبی کریم علیہ السلام سے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میرے پاس ایک اونٹ ہے جو سخت حملہ کرتا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ اسکی ناک میں رسی ڈال سکے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ کیساتھ اٹھ کر چل دیئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھولا

فلما راٰہ الجمل جاء الیہ فسجد لہ ووضع جیرانہٗ۔

جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف آیا اور سجدہ کیا اور اپنی گردن زمین پر رکھدی۔

نبی کریم علیہ السلام نے اس کے سر کو پکڑ کر اپنا ہاتھ پھیرا اور رسی منگا کر اس کی ناک میں ڈالدی اور اسکو مالک کے ہاتھ میں دیدیا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ پہچان گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

قال انہٗ لیس من شئ الا یعرفُ

تو آپ نے فرمایا بیشک ہر چیز جانتی

Marfat.com

انی رسول اللہِ غیر کفرۃ الجن والانس۔ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر جنوں اور انسانوں کے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مقدس جسم کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ اس کا سایہ نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ کا جسم نورانی تھا ہر چیز کو اس جسم سے روشنی ملتی تھی اور روشنی کرنیوالے کا سایہ نہیں ہوتا جیسے چاند اور سورج اپنی روشنی پھیلاتے ہیں اور انکا سایہ نہیں ہوتا۔

حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہٗ ظلٌ فی شمس ولا قمرٍ۔ کہ حضور علیہ السلام کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظِلٌ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کی روشنی ان دونوں سے زائد ہوتی تھی۔

علامہ امام احمد بن قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لم یکن لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم ظلٌ فی شمسٍ ولا قمرٍ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ونہ بود مہراں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راسایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

Marfat.com

اوراصلی اللہ علیہ وسلم سایہ	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ
نبود۔ درعالم شہادت سایہ ہر شخص	تھا کیونکہ اس دنیا میں ہر چیز کا سایہ
از شخص لطیف تراست چوں لطیف	اس سے زیادہ لطیف (ہلکا) ہوتا ہے
ترے از وے صلی اللہ علیہ وسلم	اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
درعالم نبا شد اورا سایہ چہ صورت	زیادہ اس دنیا میں کوئی چیز لطیف
دارد۔	نہیں لہذا اسکا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے

نبی کریم علیہ السلام کے مقدس جسم کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ کسی قسم کی خوشبو لگائے بغیر اس مبارک جسم سے خوشبو آتی تھی۔ یہاں تک کہ جسم سے نکلا ہوا پسینہ بھی اتنا خوشبو دار ہوتا تھا کہ دنیا کی کوئی خوشبو اسکا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ما شممت عنبرا قط ولا مسکا ولا	میں نے عنبر مشک اور کسی خوشبو کو
شیئا اطیب من ریح رسول اللہ	حضور علیہ السلام کی خوشبو سے زائد
صلی اللہ علیہ وسلم۔	خوشبو دار نہیں پایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تو میں نے آپکی نبوت کی مہر کو منہ میں لیا۔

فکان ینم علی مسکا۔	تو مشک کی سی خوشبو پھیلنے لگی۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

کان عرقہ فی وجہہ مثل	کہ نبی کریم علیہ السلام کو پسینہ آتا تھا۔
اللؤلؤ اطیب من المسک	تو پسینے کے قطرے چہرے سے موتیوں
	کی طرح گرتے تھے اور مشک سے
	زیادہ خوشبو دار ہوتے تھے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم کبھی بھی دوپہر کو ہمارے گھر آکر آرام فرماتے تھے جب آپ سوجاتے تو آپ کو پسینہ آتا تھا میری والدہ آپ کے پسینے کی بوندوں کو شیشی میں جمع کرلیتی تھیں ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے انکو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا اے ام سلیم یہ کیا کرتی ہو۔

قالت ھذا عرقك نجعلہ فی طیبنا وھو من اطیب الطیب

توانہوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائینگے کیونکہ اسکی خوشبو سب سے زائد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ میری بیٹی کی شادی ہے لیکن میرے پاس بیٹی کے لگانے کیلئے خوشبو نہیں ہے آپ کچھ عطر دیدیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کل ایک شیشی لیکر آنا ہم تمہیں خوشبو دیدینگے۔ دوسرے دن وہ شخص شیشی لے کر آیا تو حضور علیہ السلام نے اپنے پسینے کے چند قطرے شیشی میں ڈالدیئے اور کہا یہ اپنی بیٹی کو دیدو اور کہو کہ اس کو لگالیا کرے۔

فکانت اذا تطیبت بہ یشم اھل المدینۃ رائحۃ ذالك الطیب فسموا بیت المطیبین

توجب وہ لڑکی آپکا پسینہ ملتی تھی، تو اسکے گھر سے تمام مدینے والوں کو خوشبو کی مہک آتی تھی اسلئے لوگوں نے اس گھر کا نام بیت المطیبین یعنی خوشبو والوں کا گھر رکھدیا تھا۔

حضرت جابر و انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام جب کسی راستے سے گزرتے تھے تو وہ راستہ آپکی خوشبو سے مہک جاتا تھا۔

Marfat.com

وقالو مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا الطریق۔

اور لوگ کہنے لگتے تھے کہ اس راستے سے حضور علیہ السلام گزرے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جب میں نے آپکو غسل دیا تو۔

سطعت منہ ریح طیبۃ لم نجد مثلھا قط

تو آپ سے ایسی پاکیزہ خوشبو پھیلی کہ ہم نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں پائی۔

نبی کریم علیہ السلام کے مبارک جسم کی یہ خوشبوان کے دنیا سے ظاہری طور پر چلے جانیکے بعد بھی آج تک مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں مہکتی ہے۔ جس کا احساس حضور علیہ السلام سے عشق و محبت رکھنے والوں کو ہوتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وشبلی کہ یکے از علماء مصاحب وجدان است می گوید کہ تربت مدینہ رانفحۃ خاص است کہ در ہیچ مشک وعنبر نیست۔

کہ حضرت علامہ شبلی جو حضور علیہ السلام سے محبت رکھنے والے عالم تھے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے جو مشک میں نہیں ہے۔

حضرت ابو عبداللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

بطیب رسول اللہ طاب نسیمھا فما المسك والکافور والصندل الرطب

کہ حضور علیہ السلام کی خوشبو سے مدینے کی ہوا ایسی خوشبودار ہوگئی کہ مشک کافور اور تازہ صندل کوئی خوشبو اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

Marfat.com

یہ تھا میرے، تمام مسلمانوں اور کائنات کا آقا، بے عیب ذات رحمتہ للعلمین احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک اور اسکے حصوں کا حال۔ جس کو سننے کے بعد ہر شخص یہی کہے گا کہ خدا نے آپ کو ہر طرح بے نظیر و بے مثال پیدا فرمایا اور حق تو یہ ہے کہ آپ خدا کی قدرت کا آئینہ اور نمونہ تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یا یھا الناس قد جا کم برھانٌ من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔	اے لوگوں بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی دلیل آگئی اور ہم نے تمہارے پاس روشن نور اتارا۔

یعنی نبی کریم علیہ السلام خدا کی قدرت اور کمالات کی دلیل ہیں جس نے ان کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ جو ان کو پا گیا وہ خدا کو پا گیا جو ان کا ہو گیا وہ خدا کا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب نبی کریم علیہ السلام کے مقام کو پہچاننے کی عقل سلیم عطا فرمائے اور ہر مسلمان کو ان کی سچی محبت اور عشق عطا فرمائے۔

Marfat.com

حضور علیہ السلام کے معجزات

کوئی ایسا کمال جو عام انسانوں میں نہ پایا جا سکے اور نبی اسکا مظاہرہ صرف اپنی نبوت کے ثبوت کے لئے کرے معجزہ کہلاتا ہے۔ یہ لفظ نبی ہی کے لئے خاص ہے کسی دوسرے کے کمال کو معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے نبیوں کو مبعوث فرمایا اور انکو ایسے کمالات بھی عطا فرمائے جن کو وہ بوقت ضرورت ظاہر کر کے اپنی امت پر اپنی نبوت کو ثابت کرتے رہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کمال جادو عطا فرمایا جسکا مقابلہ ان کی امت کے بڑے بڑے جادوگر نہ کر سکے وہ صرف اپنے عصا (لاٹھی) سے اسکا مظاہرہ کرتے تھے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ قوت عطا فرمائی کہ وہ لوہے کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہاتھ سے پگھلا لیتے یا موڑ لیتے تھے حضرت صالح علیہ السلام کو عجیب و غریب اونٹنی عطا فرمائی جو پتھر سے پیدا ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے کھانا نازل فرمایا اور ایسا علم عطا فرمایا کہ لوگوں کو ان کے راز بتا دیتے تھے اور ایسی شفا عطا فرمائی کہ اپنے ہاتھ سے کوڑھی، برصی اور نابیناؤں کو اچھا کر دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں قیام فرمایا لیکن بال تک نہ جلا اسی قسم کے بیشمار معجزات ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے۔

Marfat.com

معجزات النبی لیکن نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جس طرح دوسرے کمالات بشمار ہیں اسی طرح آپ کے معجزات بھی بیشمار ہیں جتنے معجزات پچھلے نبیوں کو دیئے گئے وہ سب حضور علیہ السلام کو ملے اور ان کے علاوہ اتنے معجزات آپ کو ملے کہ انکا شمار کرنا اور بیان کرنا ممکن نہیں پچھلے نبیوں کو جو معجزے دیئے گئے تھے وہ وقتی اور حسی تھے یعنی اسی وقت کیلئے تھے اور انہی لوگوں نے دیکھے جو اسوقت موجود تھے لیکن نبی کریم علیہ السلام کے معجزات بعض تو وقتی اور حسی تھے اور کچھ ایسے ہیں جو آج تک ہیں اور قیامت تک رہیں گے اور ان سے آج بھی آپ کی نبوت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ	ہیں ہمارے پاس آج تک وہ آیتیں
مِنَ النَّبِیِّیْنَ اِذْ جَآءَتْ	باقی اور انبیاء کے سب معجزے
وَلَمْ تَدُمِ۔	کالعدم ہو گئے۔

قرآن کریم حضور علیہ السلام جو کتاب لے کر آئے وہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے (سورۃ عنکبوت)

جس قوم میں قرآن کریم نازل ہوا وہ اپنی زبان پر ناز کرنے والی ایسی قوم تھی جو اپنے علاوہ دوسروں کو عجمی (گونگا) کہتی تھی کون نہیں جانتا کہ اہل

Marfat.com

عرب اپنی نثر و نظم کے ذریعے سرد جذبات کو گرم کر دیتے تھے بخیلوں سے دولت کی بارش کراتے، عیب داروں کو بے عیب ثابت کر دیتے اور گمناموں کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیتے تھے لیکن جب نبی کریم علیہ السلام نے انکو قرآن پڑھ کر سنایا تو ان کی زبانیں بند اور عقلیں دنگ ہو گئیں انہوں نے قرآن کو کلام الٰہی ماننے سے انکار کیا اور حضور علیہ السلام پر الزام لگایا کہ یہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر سناتے ہیں لیکن جب ان کو چیلنج کیا گیا کہ تم بھی ایسا ہی کلام پیش کر دو تو ان کا بس نہ چل سکا اور وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی طرح قرآن کریم میں جتنے مضامین اور علوم کو سمویا گیا ہے وہ بھی کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔

یعنی اگر کوئی دلیل نبوت چاہتا ہے تو حضور علیہ السلام کا سب سے عظیم معجزہ تو قرآن کریم ہی ہے اسی پر غور کر لیا جائے تو پھر کسی دوسرے معجزے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اللہ کی یہ کتاب جن وجوہ سے معجزہ ہے انکا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں جتنے علوم اور مضامین کو سمویا گیا ہے اس سے بھی اسکا معجزہ ہونا ظاہر ہے کسی بھی مصنف کے لیے دنیا بھر کے مضامین کو ایک کتاب میں جمع کر لینا ناممکن ہے اگر کوئی چند مضامین کو جمع کرنے کی کوشش کرتا بھی ہے تو کوئی مضمون بہت اچھا اور کوئی نامکمل ہوتا ہے لیکن قرآن کریم پر غور کیجیے اس میں واقعات بھی ہیں نصیحتیں بھی، حلال و حرام کا ذکر بھی ہے تو وعدہ و وعید بھی، ڈر بھی ہے خوشخبری بھی، اخلاق حسنہ کی ترغیب بھی ہے اور برائیوں سے بچنے کی تاکید بھی لیکن مجال نہیں کہ کہیں بھی فصاحت و

Marfat.com

بلاغت اور انداز بیان کا کوئی فرق ہو سکے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ :۔ کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ کسی اور کا کلام ہوتا سوائے اللہ کے تو اس میں بہت فرق پاتے (سورۃ نساء)

یعنی سوائے خدا کے کوئی ایسا کلام پیش کرنے پر قادر نہیں اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام کسی اور سے سیکھا ہوتا تو اس کے مضامین سے ہی پتہ چل جاتا بس یہی ان کی نبوت کی دلیل کے لئے کافی ہے۔

۲ - قرآن کریم کی عبارت میں جو حلاوت و شیرینی ہے وہ کسی انسان کے کلام میں نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ اسکو کتنی ہی بار پڑھا جائے طبیعت نہیں اکتاتی ایک نمازی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھتا ہے لیکن کبھی کسی نے نہیں کہا کہ اس سورت کو پڑھنے کو اب دل نہیں چاہتا اس مقدس کلام کو کتنا ہی سنو کتنا ہی پڑھو ہر مرتبہ ایک نیا مزہ آتا ہے اس عظیم خوبی کا اعتراف کفار کو بھی تھا۔

ولید ابن عتبہ نے ایک موقع پر کہا "اللہ کی قسم اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے اس کے کلام کی جڑ مضبوط ہے اور اسکی فرع پھل ہے۔"

عتبہ ابن ربیعہ نے حضور علیہ السلام سے سورۃ حٰم سجدہ کی چند ابتدائی آیات سنیں تو کہا "قسم خدا کی میں نے ایسا کلام سنا کہ اسکی مثل کبھی نہیں سنا اللہ کی قسم وہ شعر نہیں، نہ جادو ہے نہ کہاوت ہے۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت انیس نے قرآن کریم سن کر فرمایا "خدا کی قسم میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہوا ہے اسکا کلام کاہنوں کا سا نہیں اللہ کی قسم میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کیساتھ

Marfat.com

مقابلہ کیا ہیں یا اور کوئی اس کلام کو شعر نہیں کہہ سکتا۔"

اس قسم کے بیشمار واقعات موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کی عبارت اور اسکی حلاوت نے غیروں کو بھی متاثر کیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ اس عبارت کا مقابلہ دنیا کا کوئی شاعر یا کاہن نہیں کر سکتا۔

۳ ۔ قرآن کریم اس اعتبار سے بھی معجزہ ہے کہ اس میں ایسی پوشیدہ باتیں موجود ہیں جن کا بیان صرف اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے کوئی انسان اپنی تصنیف میں اسطرح غیب کی باتیں بیان نہیں کر سکتا قرآن کریم میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات بھی موجود ہیں جبکہ گزشتہ کتابوں اور قرآن کریم کے نزول کے درمیان بہت طویل مدت موجود ہے اور جس زمانہ میں قرآن کریم نازل ہوا اس وقت کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل حالت میں موجود نہ رہی تھی لیکن قرآن کریم نے ان تمام واقعات کو بالکل صحیح بیان کیا جیسے حضرت آدم وحوا، حضرت نوح اور ان کے طوفان کے واقعات حضرت ابراہیم وحضرت سارہ کا قصہ، حضرت اسحاق وحضرت لوط کے حالات حضرت مریم اور ان سے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات اسقدر اصل حالات میں بیان کیے گئے کہ انکا علم یہود ونصاریٰ کے علماء کو بھی کم ہی تھا۔ ماضی کے واقعات وحالات کے علاوہ قرآن کریم نے لوگوں کے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی بیان فرمایا اور مستقبل میں پیش آنیوالے بیشمار واقعات کے متعلق پیشگوئیاں بھی کیں جن میں سے کچھ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی پوری ہوئیں اور کچھ اپنے وقت پر پوری ہو رہی ہیں۔

۴ ۔ قرآن کریم کا اپنی اصل حالت میں قیامت تک موجود رہنا بھی ایک معجزہ ہے دنیا میں نہ جانے کیسی کیسی اہم کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان کی کسقدر

Marfat.com

اشاعت ہوئی لیکن کچھ مدت بیت جانے پر وہ کتابیں کم ہوگئیں حتیٰ کہ پچھلی آسمانی کتابیں بھی اپنی اصل حالت میں نہ رہیں آج جو قوم بھی کسی پچھلی کتاب کو مانتی ہے اسے خود یہ یقین نہیں کہ یہ وہی اصل کتاب ہے جس کو اسکا نبی لے کر آیا تھا لیکن الحمدللہ قرآن پڑھنے والوں کو یہ یقین کامل ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس لے کر آئے اور اس یقین کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت امت ہی نے نہیں کی بلکہ اسکا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ فرمایا گیا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ بیشک ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں (سورۂ حجر)

جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا خود ہی اسکا محافظ ہے تو آج سو برس گزر جانے کے بعد بھی اسکے اصل ہونے میں کس طرح شبہہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی یہ گمان ہو سکتا ہے کہ قیامت تک کسی وقت بھی قرآن کریم میں کسی قسم کا ردوبدل یا تحریف ہو سکتی ہے اللہ نے اس کی حفاظت انسانوں سے بھی خوب کرائی ہر دور میں اس کی اشاعت اور اس کی تلاوت کا اہتمام ہوتا رہا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے سینوں میں اسکو محفوظ رکھا اور یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہیگا۔

بہر حال قرآن کریم حضور علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے جو آج تک جاری اور باقی ہے آج بھی اگر امت مسلمہ سے کوئی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت طلب کرے تو قرآن کریم کو بطور دلیل پورے اعتماد کیساتھ پیش کیا جا سکتا ہے اور ایک دیانت دار متلاشیٔ حق کے لئے اس دلیل پر غور کرنے کے بعد اسلام کو قبول کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

معراج شریف

نبی کریم علیہ السلام کا اپنے جسم مبارک کیساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچکر انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کی امامت فرمانا وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے جانا' جنت کی سیر کرنا' دوزخ کا معائنہ فرمانا' ہر آسمان پر نبیوں سے ملاقات کرنا' مقام قرب خاص پر پہنچ کر خدا کو بلا حجاب دیکھنا اور اسی رات اتنے وقت میں واپس تشریف لے آنا کہ بستر کی حرارت بھی ختم نہ ہونے پائی تھی اس تمام واقعہ کو معراج کہا جاتا ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے' اور اسکی تفصیلات خود حضور علیہ السلام نے بیان فرمائیں اور جن کفار کے سامنے آپ نے اس عظیم واقعہ کو بیان فرمایا ان کی منہ مانگی دلیلوں سے اسکو ثابت بھی کیا مثلاً آپ نے مسجد اقصیٰ کا پورا نقشہ بتایا' راستہ میں قافلوں سے ملاقات کا واقعہ بیان کیا اور مکہ میں انکے داخل ہونے کا وقت تک بتایا۔

ظاہر ہے یہ تمام باتیں کسی عام انسان کے بس کی نہیں یہ صرف حضور علیہ السلام ہی کا عظیم معجزہ ہے جو آپ کی نبوت و عظمت کو تسلیم کرلینے کے لئے کافی ہے اس معجزے کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ یا اس کے مثل کوئی واقعہ حضور علیہ السلام سے پہلے کسی نبی کیساتھ پیش نہ آیا حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا حجاب رب کے دیدار کی آرزو کی تو ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی اور وہ پہاڑ جس پر رب نے تجلی فرمائی خاکستر ہوکر رہ گیا واقعہ معراج کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح فرمایا گیا۔

۱۔ ترجمہ :۔ پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسکو چند عجائبات اور نشانیاں دکھائیں بیشک اللہ ہی سننے والا دیکھنے

Marfat.com

والا ہے (سورۂ بنی اسرائیل)

۲۔ ترجمہ :۔ پھر وہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ بھی وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (سورۂ النجم)

۳۔ ترجمہ :۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بیشک اس نے اپنے رب کی بہت سی نشانیاں دیکھیں (سورۂ النجم)

ان آیات سے حضور السلام کا عظیم معجزہ معراج واضح ہے جس کو اہل ایمان بلا تردد و حیرت تسلیم کرتے ہیں اگرچہ اس معجزے سے متعلق مسلمانوں کے ذہنوں میں شک و شبہات پیدا کرنیکے کیلئے بیحد کوشش کی گئیں لیکن یہ کوششیں ناکام رہیں مسلمانوں نے کبھی حضور علیہ السلام کے فضائل اور دلائل نبوت کے سلسلہ میں نہ کسی شک و شبہہ کو اپنے ذہنوں میں جگہ دی ہے اور نہ قیامت تک ایسی گمراہی کو قبول کیا جا سکے گا۔

چاند پھٹنا چاند کا دو ٹکڑے ہونا قیامت کے قریب ہونے کی ایک نشانی اور حضور علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ :۔ بس قریب ہوگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور وہ (کفار) دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو ٹال دیتے ہیں یہ تو جادو ہے جو چلا آرہا ہے (سورۂ قمر)

قرآن کریم کی اس آیت میں قرب قیامت کا ذکر بھی ہے اور چاند پھٹ جانے کا بھی یعنی چاند پھٹ جانا قیامت قریب ہونیکی ایک نشانی ہے جو نبی کریم علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئی اور آپ کا معجزہ قرار پائی اس واقعہ کا ذکر بخاری شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

Marfat.com

کفار مکہ نبی کریم علیہ السلام کو جادوگر خیال کرتے تھے انہوں نے یہ جان کر کہ جادو کا اثر آسمان پر نہیں ہوتا حضور علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ اگر واقعی جادوگر نہیں اللہ کے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایئے آپ نے خدا کی قدرت سے ایک شب بھرے مجمع کے سامنے انگلی کے اشارے سے چودھویں کے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ اسطرح کہ چاند کا ایک ٹکڑا مکہ کی ایک پہاڑی کی طرف اور دوسرا دوسری پہاڑی کی طرف چلا گیا اور پھر دونوں اپنی جگہ آ کر ایک دوسرے سے مل گئے۔

حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے خود اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا اور اسکو بیان کیا لیکن کفار مکہ جو حضور علیہ السلام کی نبوت کے انکار پر تلے ہوئے تھے اپنا مطلوبہ معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے اور انہوں نے اس کو ایک بڑا جادو ہی قرار دیا یہ تو حضور علیہ السلام کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو تباہ نہ کیا ورنہ سنت الٰہی یہ ہے کہ اگر نبی امت کا مطلوبہ معجزہ پیش کر دے اور پھر بھی قوم ایمان نہ لائے تو اس قوم کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

اس معجزے کو صرف اہل مکہ نے ہی نہیں بلکہ ان تمام لوگوں نے دیکھا جنکی نظریں اس وقت چاند پر پڑیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور کفار قریش نے دیکھے لیکن انہوں نے اسکو جادو قرار دیا پھر خود ہی فیصلہ کیا کہ صبح جو مسافر آئینگے ان سے پوچھا جائے گا دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ مسافر آئے اور کافروں کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے دیکھا۔

Marfat.com

سورج لوٹانا

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر غروب ہوتے ہوئے سورج کو لوٹا کر بھی اپنے معجزے کا مظاہرہ فرمایا جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ایک مرتبہ صہباء میں نبی کریم علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی تھی آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی عنہ کی گود میں تھا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہ پڑھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور حضور علیہ السلام نے نماز عصر پڑھ لی تھی آپ نے حضرت علی سے پوچھا کیا تم نے نماز عصر پڑھ لی انہوں نے عرض کیا " نہیں یا رسول اللہ" اس پر آپ نے فرمایا اللہ تو جانتا ہے کہ علی تیری اور تیرے نبی کی اطاعت میں مصروف تھا تو اس کے لئے آفتاب کو واپس فرما دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں حضور کا یہ دعا کرنا تھا میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد سورج نکل آیا اور اسکی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی اور حضرت علی نے نماز عصر ادا کی۔

مردے زندہ کرنا

حضور علیہ السلام کا ایک معجزہ مردوں کو زندہ کرنا بھی ہے جس کے متعدد واقعات موجود ہیں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس کو حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب ابن مالک کی روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے انہوں نے حضور علیہ السلام کے چہرۂ مبارک سے سخت بھوک کے آثار محسوس کئے فوراً گھر واپس لوٹے اور بیوی سے کہا کہ تم کھانے کا انتظام کرو میں نبی کریم علیہ السلام کو بلا کر لاتا ہوں حضرت جابر نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور بیوی نے آٹا پیسا گوشت

Marfat.com

اور روٹی تیار ہوا تو حضرت جابر حضور کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنے گھر چل کر کھانا تناول فرمانے کی درخواست پیش کی نبی کریم علیہ السلام نے وہاں موجود تمام صحابہ کو دعوت دیدی جو سب ہی بھوکے تھے آپ پوری جماعت کیساتھ حضرت جابر کے گھر پہنچے اور صحابہ کی ایک ایک جماعت کو خود کھانا کھلاتے رہے اور آپ نے سب سے فرمایا کہ گوشت کی ہڈی نہ توڑی جائے سب کے بعد حضور علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا اور تمام ہڈیاں جمع فرما کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور کچھ پڑھا اچانک ایک بکری کان جھاڑتی اٹھی حضرت جابر فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا لو جابر اپنی بکری لے جاؤ۔ میں یہ بکری اپنی بیوی کے پاس لے کر آیا اس نے پوچھا یہ بکری تو ہم نے ذبح کردی تھی اب کہاں سے آئی میں نے سارا ماجرا سنایا جس کو سن کر میری بیوی نے کہا " میں گواہی دیتی ہوں قسم خدا کی وہ اللہ کے نبی ہیں"

مُردوں کا زندہ ہونا تو حضور علیہ السلام کے واسطہ اور وسیلے سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک نوجوان انصاری کا انتقال ہو گیا جن کی ماں بہت بوڑھی اور اندھی تھی جب اسکو اپنے بیٹے کی موت کی خبر ہوئی تو اس نے اسطرح دعا مانگی " یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی کہ تو ہر مشکل میں میری مدد فرمائے گا خداوند اپنے نبی کے صدقہ میں تو مجھے اس مصیبت کی تکلیف سے محفوظ فرمائے" حضرت انس فرماتے ہیں ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرے پر سے کپڑا اٹھا دیا باتیں کرنے لگا اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔

مریضوں کو شفا

حضرت فدیک ابن عمر السلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی تھیں وہ بہت کم دیکھ سکتے تھے ...

علیہ السلام نے دم فرمایا وہ ایسے تیز نظر ہوئے کہ اسّی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔

حضرت معاذ بن عضراء کی بیوی کو برص کی بیماری تھی وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے اپنا عصا مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا اسی وقت مرض جاتا رہا۔

حضرت جرید لُنڈے ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوکا اور فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھایا کرو جرید نے عرض کی یارسول میرے سیدھے ہاتھ میں تکلیف ہے جس کے سبب کھایا نہیں جاتا حضور نے اس ہاتھ پر دم فرمایا جس سے فوراً تکلیف دور ہوگئی۔

اس قسم کے اور بیشمار واقعات ہیں جن سے حضور علیہ السلام کا یہ معجزہ ثابت ہے کہ آپ پیدائشی اور پرانے مریض کو شفا عطا فرمادیتے تھے۔

کھانے میں برکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک دن لوگوں کو سخت بھوک لگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام سے گزارش کی کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ جن کے پاس جو کچھ بچا ہوا کھانا ہے وہ ایک جگہ جمع کر دیں پھر آپ اس میں دعائے برکت فرما دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کوئی مٹھی بھر چنے لایا' کوئی تھوڑے سے چھوارے تو کوئی روٹی کا ٹکڑا کسی نے ستو پیش کئے کسی نے کھجوریں' سب چیزیں اتنی کم تھیں کہ کسی کے لئے بھی کافی نہ ہوسکتی تھیں

نبی کریم علیہ السلام نے سب کو ایک جگہ جمع فرما کر برکت کی دعا کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب کھانا اتنی مقدار میں تھا کہ لوگوں نے اپنے برتن بھر لئے خوب کھایا اور بچ گیا

Marfat.com

اس موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں پس ان دونوں شہادتوں پر شک نہ کرنے والا بندہ ہرگز بہشت سے نہ روکا جائیگا"

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہو گئے انہوں نے چھ لڑکیاں اور بہت قرضہ چھوڑا میرا ایک باغ تھا جب اسکی کھجوریں تیار ہوئیں تو میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی بیان کی اور دعائے برکت کی درخواست پیش کی آپ نے فرمایا کھجوریں توڑ کر ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیری الگ الگ بنادو اور مجھے بلا لینا میں نے ایسا ہی کیا جب آپ تشریف لائے تو قرض خواہ میرے گرد جمع تھے کھجوریں کم اور انکا مطالبہ زیادہ تھا جس کے لئے وہ مجھ پر سختی کر رہے تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھیر کے گرد تین بار پھرے پھر خود بیٹھ گئے اور قرض خواہوں کو انکے مطالبہ کے مطابق ناپ ناپ کر کھجوریں دیتے رہے حضرت جابر فرماتے ہیں میں چاہتا تھا کہ میرے لئے کچھ باقی نہ رہے لیکن قرض سے نجات مل جائے قسم خدا کی حضور علیہ السلام تمام قرض خواہوں کو کھجوریں دے چکے۔ وہ چلے گئے لیکن اس ڈھیر سے ایک دانہ کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے دودھ میں برکت اور جابر رضی اللہ عنہ کے مکان پر دعوت میں تھوڑے سے کھانے سے صحابہ کی پوری جماعت کا سیر ہو جانا یہ واقعات مشہور ہیں ان کے علاوہ اور متعدد واقعات سے حضور علیہ السلام کا یہ معجزہ ثابت ہے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آج بھی اہل محبت اور اہل ایمان کو نبی کریم علیہ السلام کے اس معجزہ سے فیض حاصل

Marfat.com

ہوتا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
میں اپنا واقعہ تحریر فرمایا کہ۔

ایک دن صفا و مروہ کے درمیان بازار سے گزر رہا تھا میں نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ وہ سبزی پر پانی چھڑک رہا ہے اور کہتا جا رہا ہے۔

يَا بَرَكَةَ النَّبِيِّ تَعَالَ وَانْزِلِيْ ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِيْ ۔ اے نبی کی برکت آ۔ میرے مکان پر نازل ہو اور پھر واپس نہ جا۔

قبولیت دُعا نبی کریم علیہ السلام کی کوئی دعا رد نہ ہوتی تھی آپ کی دعاؤں کا قبول ہونا بھی آپ کا معجزہ ہے جیسا کہ ان چند واقعات سے ظاہر ہے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی ماں نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ انس آپ کا خادم ہے آپ اسکے حق میں دعائے خیر فرمادیں آپ نے درخواست قبول فرماتے ہوئے انس کے لئے اسطرح دعا کی "یا اللہ تو انس کا مال و اولاد زیادہ کر اور جو تو نے اسے نعمت دی ہے اس میں برکت دے"۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا "کہ اللہ تو اسکی عمر زیادہ کر اور جنت میں میرا رفیق بنا"۔ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو مرتبہ کھجوریں اترتی تھیں ایک کم سو برس عمر پائی اور اولاد سو سے زیادہ ہوئی اخیر عمر میں فرماتے تھے مجھے یقین ہے کہ میں جنت میں بھی حضور علیہ السلام کا رفیق ہونگا۔

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے آگے بیٹھے تیر چلا رہے تھے اور عرض کر رہے تھے یا اللہ یہ تیر تیری ہی اطاعت میں ہے تو اس سے دشمن کو ہلاک کر حضور علیہ السلام نے سنا تو دعا فرمائی۔

Marfat.com

یا اللہ تو اسکا نشانہ درست فرما اور اس کی دعا قبول کر" اس دعا سے حضرت سعد ہمیشہ کے لئے مستجاب الدعوات ہو گئے آپ جو دعا کرتے وہ قبول ہوتی اور آپ کا نشانہ ایسا درست ہوا کہ تیر کبھی خطا نہیں کرتا تھا۔

حضرت نابغہ بنی جعدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایک شعر سنایا جو آپ کو بہت پسند آیا اس موقع پر آپ نے میرے لئے دعا فرمائی" اللہ تیرا دانت نہ گرائے" حضرت نابغہ کی عمر سو سال سے زیادہ کی ہوئی مگر کوئی دانت نہ گرا۔

حضرت ثابت ابن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا ایک پاؤں چھوٹا ہے زمین پر نہیں لگتا حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی وہ پاؤں ٹھیک ہو گیا اور دوسرے پاؤں کے برابر زمین پر لگنے لگا۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ قحط پڑا۔ جمعہ کے دن حضور علیہ السلام ممبر پر خطبہ دیتے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی نے عرض کی" یا رسول ہمارے مال ہلاک ہو گئے اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں آپ ہمارے لئے دعا فرمادیں" یہ سن کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے حضرت انس فرماتے ہیں" خدا کی قسم آپ کے ہاتھ اٹھاتے ہی پہاڑوں کی طرح بادل آیا اور آپ کے ممبر سے اترنے سے پہلے بارش ہو گئی میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپک رہا ہے اسطرح پورے ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ جمعہ آگیا اور آپ خطبہ دینے کے لئے ممبر پر رونق افروز ہوئے کہ وہی دیہاتی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا" یا رسول اللہ ہمارے مکانات گر گئے" آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی" یا اللہ ہمارے اردگرد پانی برسا اور ہمارے مکانات سے دور رکھ" پس آپ جس طرف اشارہ فرماتے بادل دور ہو جاتا یہاں تک

Marfat.com

کہ مدینہ کے اردگرد ایک ماہ تک بارش ہوتی رہی جو آتا وہ شدید بارش کی خبر لاتا لیکن مدینہ بالکل صاف تھا۔

جانوروں کا مطیع ہونا

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرا ایک اونٹ ہے جو سرکش ہو گیا ہے اپنی بیٹھ پر پانی نہیں اٹھاتا ہماری کھجوریں اور کھیتی سوکھتی جا رہی ہے۔" آپ دربار میں حاضر صحابہ کے ہمراہ اس باغ میں تشریف لے گئے جہاں وہ اونٹ تھا آپ نے دیکھا کہ اونٹ ایک کونہ میں بیٹھا ہے آپ اسکی طرف بڑھنے لگے صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ تشریف نہ لے جائیں یہ اونٹ کاٹنے والے کُتّے کی طرح ہو گیا ہے ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔" آپ نے فرمایا مجھے اس سے کچھ ڈر نہیں آپ آگے تشریف لے گئے جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو وہ آپ کی طرف بڑھا صحابہ گھبرائے لیکن اونٹ آپ کے سامنے آکر سجدے کی حالت میں گر پڑا آپ نے پیشانی پر سے اس کے بال پکڑے اور اس کے مالک سے کہا اب اس سے کام لو وہ اونٹ اس قدر مطیع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا مطیع نہ تھا۔

حضرت حمزہ ابن سید نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام ایک جنازے میں ہمارے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک بھیڑیا پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا حضور علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا "یہ تم سے اپنا حصّہ طلب کرتا ہے اس لئے کچھ مقرر کرو۔" صحابہ نے عرض کیا "یا رسول کیا مقرر کیا جائے۔" آپ نے فرمایا "ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری۔" صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ یہ تو بہت ہے۔" حضور علیہ السلام نے بھیڑیے کی طرف اشارہ

Marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا "یہاں سے جلد چلا جا" بھیڑیا یہ سنکر فوراً چلا گیا۔

حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک کشتی پر سوار ہوا اتفاق سے وہ ٹوٹ گئی میں ایک تختہ پر بیٹھ کر خشکی تک پہنچا میں کسی راستہ کی تلاش میں تھا کہ اچانک ایک شیر میرے سامنے آگیا میں گھبرایا اور پھر ہمت کر کے میں نے کہا "اے شیر میں حضور علیہ السلام کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں" یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا میرے قریب آگیا وہ میرے آگے آگے چلتا رہا اور میں اسکے پیچھے یہاں تک کہ اس نے مجھے راستہ پر ڈال دیا اور خود چلا گیا۔

درختوں کا مطیع ہونا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میری طرف وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت کے قریب سے میں گزرتا تھا وہ کہتا تھا "السلام علیک یا رسول اللہ"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھے کہ ایک دیہاتی عرب آپ کے سامنے آیا آپ نے اس سے فرمایا "کیا تو خدا کی وحدانیت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟" اس نے کہا "آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون گواہی دیتا ہے؟" آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یہ درخت" پھر آپ نے اسے بلایا حالانکہ وہ درخت آپ سے دور تھا وہ زمین چیرتا ہوا سامنے آگیا آپ نے تین مرتبہ اسے شہادت طلب کی اس نے تین مرتبہ شہادت دی پھر آپ نے اشارہ فرمایا تو وہ درخت اپنی جگہ واپس ہو گیا دیہاتی یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ سیر کر رہے تھے ہم سب ایک فراخ وادی میں تھے کہ حضور علیہ السلام قضائے حاجت کے لئے ہم سے علیحدہ تشریف لے گئے وادی میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے آپ اوٹ کر لیتے آپ نے سامنے دو درخت دیکھے آپ ایک کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے تو میری فرمانبرداری کر پھر آپ دوسرے درخت کے قریب تشریف لے گئے اسکی شاخ پکڑ کر فرمایا "اللہ کے حکم سے تم دونوں مل جاؤ" حضرت جابر فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ وہ دونوں درخت مل گئے آپ نے قضائے حاجت کی اور آپ واپس تشریف لا رہے تھے کہ دونوں درخت علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔

پتھروں کا مطیع ہونا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ مکّہ سے باہر تھا میں نے سنا کہ جو درخت یا پہاڑ آپ کے سامنے پڑتا وہ کہتا تھا "السلام علیک یا رسول اللہ"

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام احد پہاڑ پر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) تھے پہاڑ ہلا آپ نے اپنا پیر مارتے ہوتے فرمایا "اے اُحد اپنی جگہ ٹھہرا رہ کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں" پس پہاڑ کی حرکت بند ہو گئی۔

حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کل تم اور تمہارے بیٹے اپنے گھر سے کہیں نہ جائیں جب تک کہ میں نہ آجاؤں مجھے تم سے ایک کام ہے دوسرے دن آپ ان کے گھر تشریف لے گئے آپ نے سب کو ایک جگہ، بٹھایا اور اپنی چادر

Marfat.com

ان پر ڈال دی اور اسطرح دعا فرمائی " اے اللہ یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں اے پروردگار تو ان کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے اسی طرح چھپا لینا جسطرح آج میں نے انکو اپنی چادر میں چھپایا ہے" حضور کی اس دعا پر گھر کے درو دیوار سے آمین کی آواز آئی۔

اسطرح اگر حضور علیہ السلام کے تمام معجزات کا تفصیلی بیان کیا جائے تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائیگا۔ بہرحال یہ چند معجزات بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے کیلئے کافی ہیں مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے کمالات کا مطالعہ کر کے اپنے دلوں کو انکی محبت سے گرمانا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے انکی اتباع کو اختیار کرنا چاہیئے اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

اُمت پر رسُول کے حقوق

ہر شخص پر اس کے والدین، اُستاد، حاکم، پیر اور تمام بڑوں اور بزرگوں کے کچھ حقوق ہیں جن کو ادا کرنا اُس شخص کے لئے باعثِ عزت دسکون بھی ہے اور اُخروی نجات کا ذریعہ بھی، اس لئے اسلام نے حقوق العباد کی ادائیگی کی بے حد تاکید فرمائی ہے۔ اسی طرح ہر امت پر اپنے نبی کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اپنی امت پر سب سے زیادہ ہیں کیونکہ آپ کے احسانات بھی اُمت پر بے حد بے شمار ہیں۔ آپ نے ڈوبتی انسانیت کو سہارا دیا۔ سرداروں اور سرمایہ داروں سے غریبوں کو نجات دلائی۔ ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا، یتیموں، غریبوں اور بے سہارا مخلوق کا صاحبِ استطاعت اور اہلِ ثروت کو سہارا بنایا۔ عورتوں کو مردوں کے جبر و استبداد سے نجات دلائی اور مردوں پر ان کے حقوق کا تعین کیا۔ ایک ایسا نظامِ حیات عطا فرمایا جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے کافی اور ذریعہ فلاح و بہبود ہے۔ آپ نے احکامِ الٰہی پر عمل کر کے اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک ایسا بہترین نمونہ پیش کیا جس کو اپنانے والوں کے لئے رضائے الٰہی کا حصول سہل اور دنیوی زندگی میں سکون و اطمینان اور آخرت میں نجات یقینی ہوگئی۔ آپ نے اُمتِ مسلمہ کی سیاسی، معاشی، اقتصادی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں

Marfat.com

مکمل رہنمائی فرمائی۔ آپ نے دنیا کو عدل وانصاف، ہمدردی اور محبت و مساوات کا پیغام پہنچایا، آپ نے حاکم و محکوم، بادشاہ و رعایا، عدلیہ و انتظامیہ اور چھوٹوں بڑوں کے باہمی رشتے واضح اور ان کے حقوق متعین فرمائے۔ آپ نے تہذیب و تمدن کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ آپ نے انسانوں کو ہمدردی اور محبت کا درس دیا۔ آپ نے غرور و تکبر کے بتوں کو مسمار کیا۔ آپ نے رنگ و نسل اور زبان کے امتیازات کو مٹایا۔ آپ نے پتھر کھا کر کانٹوں کو برداشت کر کے، غزوات کی صعوبتوں کو جھیل کر اور دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کر کے اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔ آپ نے راتوں کو جاگ کر، دن کے روزے رکھ کر اُمت کے لئے طلب مغفرت کی۔ اور خدا کے یہاں گنہگاروں کی شفاعت کا حق حاصل کیا۔ آپ نے حصولِ جنت اور دوزخ سے بچنے کے طریقے بتائے۔ آپ ہی کی وجہ سے اس اُمت کو بہترین اُمت ہونے کا شرف ملا۔ آپ کی وجہ سے قیامت تک عالمگیر عذابِ الٰہی سے انسانوں کو نجات نصیب ہوئی۔ آپ ہی کے ذریعہ اُمت کو خدا کی آخری کتاب قرآن کریم ملی جو بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنی۔ غرضیکہ اُمت پر نبی کریم علیہ السلام کے بےشمار احسانات ہیں۔ اور ہر ایک کا حق اس کے احسان ہی کے مطابق مقرر ہے اولاد پر ماں باپ کے حقوق تمام رشتہ داروں کی بہ نسبت اسی لئے تو زیادہ ہیں۔ کہ ان کے احسانات بھی سب سے زیادہ ہیں اور والدین ـــــ ہی کی وجہ سے تمام رشتے قائم ہوتے ہیں۔ بس اسی طرح حضور علیہ السلام کے حقوق اُمت پر سب سے زیادہ ہیں اور جس سے بھی جو تعلق پیدا ہوا ہے اس کا دراصل ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ہیں۔ اُمت کی انفرادی و اجتماعی کامیابی و کامرانی آپ کے حقوق کی ادائیگی پر موقوف ہے۔ جس دَور میں اُمت نے ان حقوق کو ادا کیا

Marfat.com

اللہ نے عزت بھی دی۔ اور سکون و اطمینان کی زندگی بھی اور جب اُمت نے حقوقِ رسول کی ادائیگی سے غفلت برتی تو خدا کی طرف سے ذلت و خواری مسلّط ہوئی۔ نبی کریم علیہ السلام کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات، چند احادیث اور واقعات سے ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے کس قدر احتیاط اور اہتمام کے ساتھ ان حقوق کو ادا کیا

ترجمہ و مفہوم آیات

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لایا پس ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے (سورۂ فتح)

ایمان کو ذریعہ نجات سمجھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف خدا پر ایمان کو ہی ذریعہ نجات نہ سمجھ بیٹھیں بلکہ انہیں خدا کے رسول کا یہ حق ادا کرنا ہو گا کہ وہ رسول پر بھی ایمان لائیں۔ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوتؐ ان کے آخری نبی ہونے اور خدا کی طرف سے ان کو ملے ہوئے تمام کمالات کا یقین کریں اور قلب و زبان سے ان کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح وہ خدا کی وحدانیت کو مانتے ہیں۔ اسی لئے کلمۂ طیبہ میں لا إلہ إلا اللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ پڑھنا لازمی ہے۔ خدا پر ایمان نہ رکھنے والا رسول سے وابستگی میں جھوٹا ہے۔ اور رسول کا منکر دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا لازم و ملزوم ہے۔ اور جس نے ایسا نہ کیا۔ رسول کے اس حق کو تلف کیا وہ خود کو کتنا ہی مسلمان کہتا رہے لیکن وہ کافروں میں شمار ہو گا۔ اور اس کے لئے وہی نارِ جہنم ہے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۲۔ اور جو کچھ رسول تمہیں دے دے اس کو لے لو اور جس سے وہ تمکو منع فرمائیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا

Marfat.com

ہے۔ (سورہ حشر)۔

رسول کا یہ حق ہے کہ امتی ان پر مکمل اعتماد کریں اور یہ یقین کریں کہ صرف رسول ہی ان کی دنیوی و اخروی کامیابی و کامرانی کا ضامن ہے اور رسول کی بتائی ہوئی ہر بات پر عمل ذریعۂ عزت و عظمت ہے اور امتی تباہی و بربادی سے اسی وقت محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ ہر اعتبار سے رسول کو اہمیت اور فوقیت دیں۔ یہاں تک کہ وہ رسول کی کسی بات پر تامل تک نہ کریں اور جو رسول کرنے کا حکم دے اس کو کریں اور جن باتوں سے رسول بچنے کا حکم دے ان سے وہ بچیں۔ یہی مسلمانوں کے لئے مناسب ہے۔ اگر کسی نے رسول کے اس حق کو تسلیم نہ کیا تو اس کے لئے عذاب الٰہی مقرر ہے اور خدا کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے (اللہ محفوظ رکھے)

۳۔ تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر (العمران)

مسلمان ہونے کے لئے صرف اللہ کی اطاعت کافی نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت ممکن ہی نہیں جبتک کہ رسول کی اطاعت نہ ہو پس ہر امتی پر یہ رسول کا حق ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی کرے۔ وہ جن احکام کی بھی پابندی کرے یہ تصور رکھے کہ میں اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز ہو روزہ ہو یا زکوٰۃ یا حج حقوق اللہ کی ادائیگی کا معاملہ ہو یا حقوق العباد کی ادائیگی حتیٰ کہ شریعت کی ہر بات پر عمل مسلمان صرف اس لئے کرتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تصور جس قدر مضبوط ہوگا۔ اتنا ہی نبی کا حق ادا ہوگا۔ اور جس نے اس تصور کو چھوڑا اور یہ خیال کر بیٹھا کہ رسول سے میرا صرف اتنا تعلق ہے کہ انہوں نے باتیں بتا دیں اب میرا معاملہ رسول کے بغیر براہ راست خدا

Marfat.com

سے ہوگیا۔ تو یہ شخص گمراہ ہوگیا۔ اور خدا ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا

۴۔ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمکو دوست بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (سورہ العمران)

اتباع و پیروی بھی رسول کا حق ہے اور یہ حق اتنا اہم ہے کہ خدا سے کسی کا دعوئے محبت اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک وہ رسول کی پیروی نہ کرے کیونکہ خدا کا نام لینے والے ہر بندے نے خدا کے وجود کا علم رسول ہی سے تو حاصل کیا ہے اب خدا کے یہاں کس طرح کسی ایسے شخص کی محبت قابلِ قبول ہو سکتی ہے جو رسول کا واسطہ چھوڑ کر خدا تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے پس جو کوئی خدا سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ رسول کی اتباع و پیروی اختیار کرے اور جو رسول کا یہ حق ادا کریگا اس پر خدا کا یہ انعام ہوگا کہ خدا اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ بلاشبہ رسول کا حق ادا کرنے والوں کے لئے یہ خدا کا عظیم انعام اور اچھا بدلہ ہے۔

۵۔ بیشک تمہارے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ سے اپنے عمل کی جزا اور آخرت میں بھلائی کی توقع رکھتا ہے اور جس نے اللہ کو یاد رکھا۔ (سورۂ احزاب)

یہ امت مسلمہ کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ایسا رسُول عطا فرمایا جس کا ہر عمل اور قول مرضی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ انہوں نے جو کہا وہ کر کے دکھایا اور اس طرح اُمت کے لئے شریعت کو اپنانا اور احکامِ الٰہی پر عمل کرنا سہل ہوگیا پس ایسے عظیم رسول کا یہ حق ہے کہ اُمتی اس کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنائیں ان کی زندگی ایسی کامل اور مکمل ہے کہ ہماری زندگی صرف ان ہی سے وابستہ ہو کر کامل

تک پہنچ سکتی ہے۔ پس جو شخص بھی اللہ سے اپنے اعمال کی بہترین جزا چاہتا ہے۔ آخرت میں بلند مقام کا خواہاں ہے اور اس کا دل خدا کی یاد سے آباد ہے اسے رسول کا یہ حق ادا کرنا چاہیے اور اس راہ سے بھٹکنے والا ہرگز کامیابی کی منزل کو نہیں پا سکتا۔

۶۔ نبی مومنین کے لئے ان کی جانوں سے قریب تر ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (سورۃ احزاب)

اُمتی کا نبی سے زیادہ کوئی ہمدرد نہیں ہو سکتا۔ وہ اس دنیا میں رہے تو اُمت کی فلاح و بہبود کے لئے مصائب و آلام برداشت کرتے اور خدا سے اُمت کے لئے دُعا کرتے رہے اور اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے باوجود بھی وہ اُمت کے حال پر نظر رکھتے ہیں۔ اُمتیوں کے اچھے اعمال سے خوش ہوتے اور ان کی برائیاں آپ کو دُکھ پہنچاتی ہیں۔ پس اُمتیوں کو چاہیے کہ وہ اپنا ماضی، مستقبل اور حال صرف نبی سے ہی وابستہ کریں۔ کیونکہ کامیابی کا یہ ذریعہ بالکل اسی طرح قابلِ اعتماد ہے۔ جس طرح ایک بیٹے کے لئے اس کے صالح باپ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ نبی کا اپنی اُمت سے ظاہری اور مادی باپ سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم رشتہ ہے اسی لئے تو نبی کی بیویاں اُمتیوں کی ماں قرار دی گئی ہیں۔ ہر اُمتی کو اس مقدس رشتے کا خیال رکھتے ہوئے نبی کا حق ادا کرنا چاہیے۔ جس نے نبی کے حقوق ادا کئے وہ نبی کا ہی ہو جاتا ہے۔ اور جو نبی کا ہو گیا اس کا خدا ہو جاتا ہے۔ اور جس کا خدا ہو گیا ساری خدائی پر اس کی عظمت و عزت، رُعب و دبدبہ غالب آجاتا ہے۔ مخلوق خدا اسکی محتاج ہو جاتی ہے اور اس کے احکام کی پابند ہو جاتی ہے۔ ایسے خوش نصیب افراد پر نہ کوئی خوف طاری ہو سکتا ہے اور نہ انہیں آخرت کے انجام کا غم رہتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ اور کنبہ اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کا نقصان ہونے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور گھر جو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہوں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورہ توبہ)

رسولؐ کا امتی پر یہ بھی حق ہے کہ ہر معاملہ میں اُمتی رسول کے احکام کو فوقیت دیں، والدین اولاد، رشتہ داروں، مال و دولت و تجارت و جائیداد ہر چیز سے محبت کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کی ایک حد ہے اور وہ یہ کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے روکے تو اس کی محبت کو اللہ اور اس کے رسولؐ پر قربان کرنا ہوگا۔ اس لئے وہ اولاد اور رشتے دار ملنے جلنے کے قابل نہیں جو بدعقیدہ یا بدکردار ہوں وہ مال و دولت استعمال کے لائق نہیں جو سود، رشوت چوری یا کسی بھی ناجائز اور غیر قانونی ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو اور ایسی تجارت کرنے کی بالکل اجازت نہیں جو حرام چیزوں کی ہو، جیسے شراب، خنزیر وغیرہ چاہے ایسی تجارت میں کتنا ہی فائدہ ہو اور ایسی جائداد سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں جو حرام مال سے یا کسی کا حق مار کر بنائی گئی ہو۔ ان تمام چیزوں کو اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق چھوڑنا ہوگا۔ رسول کا یہ حق اس قدر اہم ہے کہ اگر کسی نے اس سے غفلت اختیار کی۔ اس طرح کہ وہ احکام رسول کی پرواکئے بغیر دنیا کی ان چیزوں میں الجھ گیا تو اس کو خدا کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیئے اس حق تلفی پر مطمئن نہ ہو یا ایسا شخص دنیا ہی میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔ ورنہ آخرت

Marfat.com

میں اس کو سزا ضرور بھگتنا ہوگی۔ بہر حال عذاب الہٰی اس کا مقدر ہو چکا ہے (اللہ محفوظ رکھے)۔

۸۔ ہم نے آپ کو احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا —— ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم کرو۔ اور خدا کو صبح و شام پاکی کے ساتھ یاد کیا کرو (سورۂ فتح)

نبی کریم علیہ السلام نے ماضی کا حال بھی بتایا اور مستقبل کی خبریں بھی دیں، قبر و حشر کی باتیں بھی بتائیں اور آخرت میں ہونے والے واقعات کی بھی اطلاع دی۔ آپ نے مومنین کو جنت کی خوشخبری سنائی اور کافروں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا۔ پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ اس رسول مکرم علیہ السلام کا اُمت پر یہ حق ہے۔ کہ وہ ان کی تعظیم کریں۔ ان کا احترام کریں اور تعظیم و احترام پورے کمال کے ساتھ ہو۔ جب اُمتی رسول کا یہ حق ادا کرتے ہوئے خدا کی پاکی بیان کریں گے۔ تو انہیں رب کی خوشنودی نصیب ہوگی رسول کی تعظیم و احترام نہ کرنے والا یا ان کو ایک عام انسان ہی کی طرح خیال کرنے والا کتنا ہی خدا کی عبادت کرے اور پاکی بیان کرے وہ قرب الہٰی کا بلند مقام ہرگز نہیں پا سکتا۔ اس حق کو اُمتی جس طرح چاہیں ادا کریں۔ لیکن قرآن کریم نے خاص طور پر چند آداب کا ذکر کیا ہے۔ جن کا خیال رکھنا کمالِ تعظیم و توقیر کے لئے ناگزیر ہے۔ ارشاد فرمایا گیا۔

اے ایمان والو! تم رسول کو راعنا مت کہو اور انظرنا کہو اور (رسول کی بات) بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورۂ بقرہ)

تم اپنے درمیان رسول کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو (سورۂ نور)

Marfat.com

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سنتا جانتا ہے اور اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور ان کے دربار میں چیخ کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے رہتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال بیکار نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو بے شک جو لوگ رسول کے دربار میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے آزمالیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بیشک وہ جو آپ کو (اے رسول) حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر کر لیتے تو یہ اُن کے لئے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ الحجرات)

تعظیم و توقیر کے یہ وہ طریقے ہیں جن کا عام طور پر خیال نہیں رہتا مثلاً کسی کو ایسے الفاظ سے اپنی طرف متوجہ کرنا جو عام لوگوں کے لئے استعمال کئے گئے ہوں اہل عرب اس مقصد کے لئے راعنا کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کی ممانعت فرما کر انظرنا سے رسول کو خطاب کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان دونوں الفاظ میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہمارے یہاں سنو اور توجہ فرمایئے میں ہے۔ رسول کے لئے ایسے عام الفاظ کا استعمال، رسول سے عامیانہ اور بے تکلفانہ گفتگو، کسی بھی اعتبار سے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش، رسول کے دربار میں بلند آواز سے بولنا رسول کے سامنے چلا چلا کر باتیں کرنا ان کے حق و تعظیم و توقیر کے خلاف ہے اور جو شخص اس حق کو ملحوظ نہیں رکھے گا۔ اس کی نہایت احتیاط سے ادا کی ہوئی عبادتیں اور تمام نیکیاں ایسے برباد ہو سکتی ہیں کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ اسی طرح رسول کو اپنی ضرورت کے لئے پکار لینا نہایت ہی بے وقوفی کا عمل ہے ہاں جو لوگ ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے دربار رسالت میں اپنی آوازوں کو پست

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ اور رسول سے ملاقات کے لئے اپنے وقت کی قربانی دیتے اور صبر کیساتھ اُن کے باہر تشریف لے آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ وہ متقی ہیں۔ اللہ اُن کے گناہ معاف فرما دیتا ہے ان کو اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

۹۔ تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے رہتے ہیں ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو (سورۂ احزاب)

جس نبی مکرم علیہ السلام نے کسی حال میں اُمت کو فراموش نہ کیا۔ بلاشبہ وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اُمت ہر وقت ہر حال میں اور ہر جگہ ان کو یاد رکھے وہ نبی تو دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد بھی اُمت سے غافل نہیں۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ جب اُمت ان کی اتباع اور پیروی کرتی اور احکام الٰہی کی پابندی کرتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور جب اُمت کا کوئی گروہ یا فرد برائیوں یا گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو انہیں بہت ہی بار معلوم ہوتا اور دکھ پہنچتا ہے تو قیامت تک آنے والے اُمتیوں کو ان کی رضا حاصل کرنے اور ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی غرض سے ان کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے۔ اور ان کے ذکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُمت اُن کے دربار میں صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرتی رہے۔ جو کہ خدا اور اس کے فرشتوں کا بھی عمل ہے گویا اس عمل کو اختیار کرنے والے خدا اور اس کے فرشتوں کی سنت پر بھی کاربند ہو جاتے ہیں۔ خدا اپنے نبی پر ہر آن رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور فرشتے ہر دم خدا کے دربار میں رسول کے لئے استدعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ بندے اور اجرِ عظیم کے مستحق ہیں وہ اُمتی جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نزولِ رحمت و برکت کی دُعائیں کرتے رہیں۔

بہرحال قرآن کریم کی ان آیات سے واضح ہے کہ اُمت پر حضور علیہ السلام

Marfat.com

کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا اُمتیوں کے لئے لازم ہے۔ اور جن سے غفلت کرنے والے احسان فراموش ہیں۔ جو کبھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتے۔ یہاں جن حقوق کا تذکرہ ہے وہ یہ ہیں۔

رسول کی اتباع و اطاعت، رسول سے محبت، رسول کی تعظیم و توقیر رسول کے دربار میں درود و سلام پیش کرنا

اِن حقوق کی اہمیت کا اندازہ احادیث اور واقعات سے ہو سکتا ہے جو تفصیل کے ساتھ کتب میں موجود ہیں۔ ان میں چند یہاں پیش ہیں۔

رسُول کی اتباع و اطاعت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک درزی نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ صاحب خانہ نے جَو کی روٹی اور شوربہ آپ کو پیش کیا۔ شوربے میں خشک کیا ہوا نمکین گوشت اور لوکی تھی۔ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ برتن کے کنارے سے انگلیاں ڈال کر لوکی کے ٹکڑے نکالتے اور تناول فرماتے اسدن سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کو لوکی بہت پسند ہے اسی دن سے مجھے کوئی کھانا پسند نہیں آتا جس میں لوکی شامل نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام کے وصال کے بعد اس لشکر کو روانہ کرنے کا حکم دیا جس کو حضور علیہ السلام نے خود تیار کیا تھا اور اس کا سالار حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا تھا۔ اس موقع پر کسی نے تجویز پیش کی کہ اسامہ نوجوان ہیں۔ مناسب ہوگا کہ کسی معمر تجربہ کار آدمی کو سالار لشکر مقرر کر دیا جائے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔ ابوبکر کی یہ مجال کیسے ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو اللہ کے رسول نے سردار مقرر کیا ابوبکر اس کو معزول

Marfat.com

کر کے دوسرا سردار مقرر کر دے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کا یہ واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے چند گھنٹے پہلے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ حضور علیہ السلام نے کس دن وفات پائی اور آپ کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا گیا۔

اس سوال کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ جس طرح پوری زندگی حضور علیہ السلام کی پیروی کرتے رہے اسی طرح آپ کی یہ خواہش تھی کہ مرتے وقت کا آخری عمل بھی حضور ہی کے مطابق ہو۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو تو کفن کے کپڑے بھی اتنے ہی ہوں جتنے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنے ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا۔" اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان میں تجھے صرف اس لئے بوسہ دیتا ہوں کہ میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اس کو خود نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے" مجلس سے حضور علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد لوگوں نے ان صحابی کو مشورہ دیا کہ اس انگوٹھی کو اٹھا لو فروخت کر کے اس کی رقم حاصل کر لینا۔ آپ نے فرمایا " خدا کی قسم جب اس کو اللہ کے نبی نے پھینک دیا تو اب میں اس کو ہرگز نہیں اٹھاؤں گا اور نہ ہی میں اس سے کوئی فائدہ حاصل کروں گا۔

Marfat.com

حضرت عوف ابن الحارث نے حضور علیہ السلام سے پوچھا " یا رسول اللہ خدا کو اپنے بندے کی کونسی بات پسند ہے۔" حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ " جب وہ بے زرہ ہو اور اپنا ہاتھ دشمن کے خون میں ڈبو دے۔" حضرت عوف زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد سنتے ہی آپ نے زرہ اتاری اور میدان جنگ میں کود پڑے اور اتنا جہاد فرمایا کہ بالآخر شہید ہو گئے۔"

حضرت کعب ابن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں تمام غزوات میں حضور علیہ السلام کے ساتھ شریک رہے لیکن سب سے آخری غزوے غزوہ تبوک میں کچھ تساہل ہو گیا۔ اور شریک نہ ہو سکے۔ نبی کریم علیہ السلام غزوے سے واپس تشریف لائے تو وہ تمام صحابہ حاضر دربار ہوئے جو غزوے میں شریک نہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے سب سے عدم شرکت کی وجہ معلوم کی سب نے عذر پیش کئے جو مقبول ہوئے۔ حضرت کعب کو ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ بھی کوئی عذر پیش کر دیں۔ لیکن آپ نے غلط بیانی سے گریز کیا۔ اور صفائی سے عرض کیا۔ " یا رسول اللہ! بس تساہل کے سبب شریک نہ ہو سکا۔ معافی کا خواستگار ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حکم خدا کا انتظار کرو۔ ساتھ میں آپ نے یہ بھی اعلان فرما دیا کہ جب تک کعب کی غلطی معاف نہ ہو کوئی ان سے بات نہ کرے اب حضرت کعب کی یہ کیفیت تھی۔ کہ مسجد حاضر ہوتے ہی نماز سے فارغ ہو کر ایک کونہ میں بیٹھ جاتے۔ نہ حضور علیہ السلام آپ پر توجہ فرماتے اور نہ ہی صحابہ میں سے کوئی آپ سے گفتگو کرتا۔ یہاں تک کہ آپ ایک دن اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جو آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ لیکن آج ابوقتادہ نے بھی توجہ نہ کی ایسی حالت میں چالیس دن گزر گئے۔ تو حضور علیہ السلام کا آپ کو پیغام ملا۔ کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو۔ کعب کے لئے اگرچہ یہ ایک بڑی آزمائش

Marfat.com

تھی۔ لیکن آپ نے اس پیغام کو بھی اپنے لئے رحمت جانا اور معلوم کیا کہ کیا میں بیوی کو طلاق دے دوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں علیحدہ کر دو حضرت کعب نے بیوی کو میکے روانہ کر دیا۔ پورے پچاس دن کے بعد حضور علیہ السّلام نے صحابہ کو خبر دی کہ کعب کی توبہ قبول ہو گئی۔ حضرت کعب کے مکان کے قریب ایک ٹیلہ تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ٹیلے پر کھڑے ہو کر آواز دی اور بتایا کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور دوڑتے ہوئے حضور علیہ السّلام کے دربار میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ "کعب تمہاری زندگی میں آج تک ایسا مبارک دن نہیں آیا تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔"

حضرت کعب نے خوش ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ اس خوشی کے موقع پر میں اپنا تمام مال صدقہ کرتا ہوں۔" حضور نے فرمایا۔ نہیں مال کا ایک حصہ صدقہ کر دو۔" حضرت کعب نے خیبر کا حصہ صدقہ کر دیا۔ اور کہا اللہ نے میری سچائی کے باعث مجھ پر یہ انعام فرمایا ہے۔ انشاء اللہ آخر دم تک میں سچائی کو نہ چھوڑ دونگا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا رنگ سیاہ تھا۔ شکل و صورت کے بھی اچھے نہ تھے۔ عام طور پر ان کو سعد الاسود کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ایک دن انہوں نے حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر خواہش ظاہر کی۔ کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا عمرو بن وہب ثقفی کے پاس جاؤ ان کی جوان لڑکی ہے۔ ہماری طرف سے ان کو اپنا پیغام دے دو۔ حضرت سعد، عمرو بن وہب کے پاس پہنچے اور انہیں حضور علیہ السلام کے فرمان سے مطلع کیا۔ عمرو بن وہب نو مسلم تھے۔ مزاج میں ابھی جاہلیت کی بو دباش تھی۔ حضرت سعدؓ کی صورت دیکھ کر انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے سے انکار

Marfat.com

کردیا۔ کہیں یہ بات ان کی لڑکی نے سن لی۔ وہ دوڑی آئیں اور کہنے لگیں۔ "اگر حضور علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ شادی کروں گی" اور باپ سے کہا "خدا کا خوف کرو تم نے رسول کے حکم کو ٹالنے کی کوشش کی ابھی دربار رسالت میں حاضر ہو کر معافی طلب کرو اور میرے رشتے کو تسلیم کرنے کی خبر دو۔" حضرت عمرو بن وہب حضرت سعد ہی کے ہمراہ دربار رسالت میں حاضر ہو کر معافی چاہی اور نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ حضور علیہ السلام نے ان کو معاف فرماتے ہوئے حضرت سعد سے فرمایا جاؤ تمہارا نکاح ہو گیا۔ حضرت سعد ابھی نکاح کی تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ بازار میں کچھ خرید و فروخت کرتے ہوئے آپ نے اعلان جہاد سنا۔ مدتوں سے جس شادی کی آرزو تھی۔ اس کی پروا کئے بغیر لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ اور میدان جنگ میں پہنچکر جام شہادت نوش کیا۔ حضور علیہ السلام سعد کی لاش پر پہنچے ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں نے سعد کا نکاح عمرو بن وہب کی لڑکی سے کردیا تھا لہٰذا سعد کے سامان کی وہی وارث ہو گی۔ اس کو سامان پہنچا دیا جائے۔ اور عمرو بن وہب کے گھر والوں سے کہدو کہ "خدا نے سعد کو تمہاری لڑکیوں سے بہتر لڑکی عطا فرمادی ہے اور اس کی شادی جنت میں ہو گی"

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ عمان سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے کہ انہیں راستے میں مسیلمہ کذاب (جھوٹے مدعی نبوت) کا لشکر مل گیا اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مسیلمہ نے آپ سے پوچھا۔ "محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے آخری اور سچے نبی ہیں۔ مسیلمہ نے کہا۔ "نہیں یہ کہو کہ مسیلمہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ حضرت حبیب نے نہایت حقارت سے اس پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری

Marfat.com

سچے رسول ہیں۔ مسیلمہ نے تلوار ماری اور آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ پھر پوچھا کہ اب کیا کہتے ہیں۔ حضرت حبیب نے وہی جواب دیا۔ آپ پر تلوار کا دوسرا وار ہوا اور دوسرا ہاتھ کٹ گیا۔ مسیلمہ نے پھر سوال کیا آپ کا جواب وہی تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے جسم کے ٹکڑے ہوتے رہے اور آپ تلوار کے ہر وار پر فرماتے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔"

حضرت عباس ابن عبدالمطلب کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا جس کے پرنالے سے بارش میں مسجد آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ نے اس پرنالے کو نکلوا دیا۔ حضرت عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا قسم خدا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر کھڑے ہو کر اپنے دستِ مبارک سے یہ پرنالہ لگایا تھا۔ حضرت عمر سنتے ہی لرز گئے اور فرمانے لگے اے عباس تم ابھی میری گردن پر کھڑے ہو کر اس پرنالہ کو اسی جگہ لگا دو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں وہ حدیث بیان کی گئی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کو لوکی بہت پسند تھی۔ اور حضرت انس کو کسی کھانے میں مزا نہ آتا تھا جب تک کہ لوکی موجود نہ ہو یہ حدیث سن کر مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا کہ مجھے لوکی بالکل پسند نہیں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار نکالی اور فرمایا جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّكَ ایمان کی تجدید کر ورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔

یہ چند واقعات ذکر کئے گئے جو یہ سمجھ لینے کے لئے کافی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی اور اطاعت و فرمانبرداری کا حق کس طرح ادا کیا۔ انہوں نے حضور علیہ

Marfat.com

السلام کی رضا اور ان کے احکام کی پابندی میں ان کو کسی چیز کو قربان کر دینے سے کسی وقت بھی گریز نہ کیا۔ وہ کبھی یہ نہ سوچتے اور نہ پوچھتے تھے کہ ان کو ایسا حکم کیوں دیا گیا۔ وہ حکم کے منتظر رہتے تھے اور اس کی تعمیل کو اپنی کامیابی و نجات کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔ بلاشبہ اتباع و اطاعت کا حق اسی قدر اہم ہے

رسول سے محبت

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں سوائے اس جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک ہرگز مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے۔" قسم اس ذات کی جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل کی بے شک آپ میرے نزدیک میری اس جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔" اَلْاٰنَ یَا عُمَر۔ اے عمر اب تم مومن (کامل) ہوئے۔

جنگ احد میں ایک صحابیہ کے باپ، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ جن کی اطلاع آپ کو علیحدہ علیحدہ ملی۔ آپ ہر خبر دینے والے سے صرف یہ سوال کرتیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بتاؤ۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام خیریت سے ہیں تو عرض کرنے لگیں۔

كل مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ" — اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت آسان ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یوم بدر میں اپنے باپ کو قتل کیا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر ہی میں اپنے ماموں عاص ابن ہشام کو قتل کیا۔ اسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لڑکے عبدالرحمٰن (جو بعد میں مسلمان ہوئے) میدانِ جنگ میں نظر آئے تو خود حضرت ابوبکر تلوار تان کر آگے بڑھے لیکن حضور علیہ السلام نے ان کو روک دیا۔ جنگِ احد میں حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔

حضرت زید ابن وثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان ابن امیہ نے اس لئے خریدا کہ انہیں اپنے باپ امیہ ابن خلف کے بدلے قتل کر ڈالے۔ جب آپ کو شہید کرنے کے لئے حرم کے حدود سے باہر لے جایا گیا تو اس وقت ابوسفیان (جو ابتک مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بطورِ آزمائش حضرت زید سے سوال کیا کہ زید تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے اور تمہاری جگہ محمد ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ قسم خدا کی میری بوٹیاں کر دی جائیں لیکن میں اتنا بھی برداشت نہیں کروں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹے کی بھی تکلیف پہنچے۔ ابوصفیان کہنے لگے۔ قسم بخدا میں نے کسی کو اپنے سردار سے اتنی محبت کرنے والا نہ پایا جتنی محبت اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن سعد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سو گیا۔ مجلس میں حاضر کسی شخص نے بتایا کہ آپ اس کا نام لیں جو سب سے آپ کو سب سے زائد محبت ہو۔ حضرت عمر نے فوراً حضور علیہ السلام کا اسم مبارک لیا اور آپ کا پیر ٹھیک ہو گیا۔ (یہ مجرب عمل ہے کہ اگر پیر سو جائے تو درود شریف پڑھا جائے فوراً ٹھیک ہو جائے گا)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک میری جان اور میری

Marfat.com

اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ہم میں موجود ہیں۔ میں اپنے عیال میں ہوتا ہوں جب آپ کا خیال آتا ہے حاضر دربار ہو کر زیارت کر لیتا ہوں۔ تسلی ہو جاتی ہے لیکن جب میں اپنی موت کو اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس خیال سے تڑپ جاتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ تو دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجات میں رونق افروز ہوں گے اور میں جنت کے عام معمولی درجے میں ہوں گا۔ پھر کس طرح مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور کیسے میں اپنی تسلی کر سکوں گا۔ حضرت اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ اس شخص کی یہ گفتگو سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ جبریل امین اللہ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے۔

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ اور یہ اچھے رفیق ہیں۔ (سورۃ النساء)

غزوہ بدر میں غیبی امداد اور کامیابی کا مژدۂ الٰہی سننے کے بعد حضور علیہ السلام نے لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آج جو شخص بھی کافروں کے مقابلے میں آئے گا اور صبر کرتے ہوئے ثواب سمجھ کر اس حال میں قتل ہو جائے گا کہ آگے بڑھتا ہوا ہو پیچھے ہٹتا ہوا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سننا تھا کہ صحابہ کرام جام شہادت نوش کرنے کے لئے بے چین ہوئے اور ہر ایک یہ چاہنے لگا کہ میدان جنگ میں جانے کا موقع پہلے اس کو ملے۔ حضرت عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ کھجور کھا رہے تھے وہ پھینکتے ہوئے بولے کیا میرے اور جنت کے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ ہے کہ میں کافروں سے لڑوں اور قتل ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر میدان میں کود پڑے خوب داد شجاعت دی۔ بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور مردانہ وار شہید ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں اس وقت حضور علیہ السلام کے قریب تھے۔ جب میدانِ جنگ میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔ بہت سے صحابہ غلط فہمی کا شکار ہو کر میدانِ جنگ چھوڑ چکے تھے اور کفار نے حضور علیہ السلام کو نرغے میں لے لیا تھا حضرت طلحہ نبی کریم علیہ السلام کو کفار سے بچانے کی کوشش میں اپنے ہاتھوں اور پیٹھ و سینہ پر تیروں کو روک رہے تھے۔ کافروں کے تیروں سے آپ کی کچھ انگلیاں کٹ گئی تھیں اور کچھ بالکل شل ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس کے باوجود آپ نے موقع نکال کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے جبل احد پر ایک محفوظ جگہ پہنچایا۔ جنگ کے بعد جب آپ کے زخم دیکھے گئے تو ستر سے زیادہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر خیر کا لقب دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو صاحب احد کہا کرتے تھے

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا کچھ قرضہ ایک مشرک عاص ابن وائل پر تھا۔ جب آپ نے اس سے تقاضہ کیا۔ تو اس نے جواب دیا جبتک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو گے ایک پیسہ بھی ادا نہ کروں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا۔ قسم بخدا یہ تو دولت ہے اگر میری جان بھی چلی جائے تب بھی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اِن واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کس طرح حضور علیہ السلام سے محبت کا حق ادا کیا سچ یہ ہے کہ جس نے رسول سے محبت کی وہ اللہ کا پیارا ہو گیا۔ اور جو اللہ کا پیارا ہو جاتا ہے ساری مخلوق اسی کی ہو جاتی ہے۔ رسول سے محبت نہ کرنے والا دنیا و آخرت میں اسی طرح ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ وہ خدا کے فضل و کرم کے لائق ہی نہیں رہتا۔

رسُول کی تعظیم

ذیقعدہ ۶ھ حضور علیہ السلام بارادہ عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو پتہ چلا تو انہوں نے آپ کو

Marfat.com

مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اور حضور علیہ السلام کو مکہ سے باہر ہی مقام حدیبیہ پر قیام کرنا پڑا اس موقع پر کافروں سے معاہدے کی غرض سے حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اور کفار کی طرف سے عروہ ابن مسعودؓ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نمائندہ مقرر ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے یہاں عروہ نے جو کچھ دیکھا اور جو ان پر اثر ہوا اس کو کفار مکہ کے پاس جا کر اس طرح بیان کیا۔

اے میری قوم قسم بخدا میں بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوا میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے لیکن میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہ دیکھا جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جب انہوں نے تھوکا تو وہ اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر گرا اور انہوں نے اس کو اپنے منہ اور جسم پر مل لیا جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے تو وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے اور جب وہ وضو کرتے تو ان کے وضو کے پانی کے لئے آپس میں جھگڑتے اور جب بات کرتے تو ان کے اصحاب اپنی آوازیں دھیمی کر لیتے اور احترام و تعظیم کے سبب ان کی طرف نگاہ نہیں کرتے (میں کہتا ہوں کہ) انہوں نے تم پر ایک اہم چیز اسلام پیش کی۔ بہتر ہے کہ تم اس کو قبول کر لو ۔۔۔۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ بہت بلند آواز اور انصار کے خطیب تھے۔ جب خدا کا یہ حکم نازل ہوا کہ "تم اپنی آواز کو رسول کی آواز پر بلند نہ کرو" تو ثابت گھر بیٹھ گئے اور دن رات

Marfat.com

یہ سوچ کر رو یا کرتے کہ میں تو حضور کے دربار میں اونچی آواز سے بولنے پر مجبور ہوں۔ اس طرح تو میرے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور میں دربار رسالت میں حاضر ہونے سے بھی محروم رہوں گا۔ چند دن گذرے کہ حضور علیہ السلام نے اہل مجلس سے دریافت فرمایا: "ثابت کیا کہیں کچھ بیمار تو نہیں ہو گئے"۔ یہ بات حضرت ثابت کے پڑوسی حضرت سعد نے ان کو بتائی اور دربار میں ان کے حاضر نہ ہونے کی وجہ معلوم کی۔ جب ثابت نے ان کو اپنا حال بتایا تو حضرت سعد نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے فرمایا: "ثابت کو بلاؤ اور ان کو خوشخبری سنا دو کہ وہ جہنمی نہیں جنتی ہیں"۔ جب حضرت ثابت رضی اللہ کو یہ خوشخبری ملی تو وہ حاضر دربار ہوئے اور اس خوشخبری پر یقین کے باوجود بھی آواز دبا کر بات کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "جس وقت حضور علیہ السلام کلام فرماتے تھے تو مجلس میں موجود تمام صحابہ اس طرح سر جھکا لیتے تھے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔ جس وقت آپ خاموش ہو جاتے تو وہ کلام کرتے اور گفتگو میں حضور کی موجودگی کے باعث آپس میں جھگڑا نہیں کرتے تھے اور جو کوئی آپ کے سامنے گفتگو کرتا تو حضور بھی آپ کی بات غور سے سنتے تھے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب صحابہ میں سے کوئی سخت ضرورت سے حضور علیہ السلام کو باہر بلانا چاہتا تھا تو ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضور کے دروازے کو اپنے ہاتھ کے ناخنوں سے کھٹکھٹاتا تھا

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے نمائندے کی حیثیت سے مکہ گئے۔ کفار مکہ نے حضرت عثمان سے دوران گفتگو کہا کہ اگر

Marfat.com

آپ طواف کعبہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔"رب کعبہ کی قسم جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل نہ ہوں۔ عثمان کی جرأت نہیں ہوسکتی کہ طواف کرے۔ (حالانکہ حضور علیہ السلام نے ممانعت نہیں فرمائی تھی)

جب حضور علیہ السلام ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے اور چند دن ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تو آپ نے اپنے لئے ابوایوب کے مکان کا نچلا حصہ پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوب کو ایک رات خیال آیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہوتے ہیں۔ اور ہم اوپر چلتے پھرتے اور سوتے ہیں آپ نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ پوری رات مکان کے ایک کونہ میں گزاری اور صبح ہوتے ہی دربار رسالت میں حاضر ہوکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ آپ اوپر کے حصہ میں تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہمیں نیچے ہی آرام ہے۔ حضرت ابوایوب نے نہایت مؤدبانہ عرض کی کہ "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں اس بے ادبی کی جرأت نہیں کہ آپ نیچے ہوں اور ہم اوپر، اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو میں زینے پر قدم نہ رکھ سکوں گا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوایوب انصاری کی درخواست منظور فرمائی اور اوپر کے حصے میں قیام فرمایا۔

یہی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تناول نہ فرمالیتے۔ جب حضور علیہ السلام کا بچا ہوا کھانا واپس آتا تو آپ خاص طور پر اسی جگہ سے اس کو کھاتے تھے۔ جہاں حضور کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے۔ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ حضرت ابوایوب مضطرب ہوکر حضور کے دربار میں حاضر ہوئے اور کھانا تناول نہ کرنے کی وجہ معلوم کرنے لگے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کھانے میں لہسن کی بو تھی۔ اس لئے ہم نے نہیں کھایا۔

Marfat.com

ابوایوب نے دوسرے کھانے کا انتظام فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام سے پوچھا "یا رسول اللہ، کیا لہسن حرام ہے۔ مجھے بتائیے تاکہ میں بھی چھوڑ دوں"۔ آپ نے فرمایا "حرام نہیں ہے لیکن میں نہیں کھاتا حضرت ابوایوب نے اس دن سے لہسن کھانا چھوڑ دیا۔ آپ فرماتے جس چیز کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ پسند فرمائیں میں کس طرح اس کو پسند کر سکتا ہوں۔ (حضور علیہ السلام کے پاس اللہ کا فرشتہ آتا اور آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اس لئے آپ لہسن اور پیاز سے پرہیز فرمایا کرتے تھے)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ جب کبھی ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک شروع نہیں کرتا تھا۔ جب تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ فرماتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت ثبات ابن اشیم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم علیہ السلام۔ حضرت ثبات نے جواب دیا۔ "بڑے تو حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ لیکن میں پیدائش میں آپ سے پہلے ہوں"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ناپاکی کی حالت میں تھے کہ نبی کریم علیہ السلام تشریف لے آئے۔ ابوہریرہ تیزی کے ساتھ آپ کے سامنے سے چلے گئے اور غسل کر کے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے (ابوہریرہ نے ادباً ایسا کیا) حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ "ابوہریرہ کہاں چلے گئے تھے؟" انہوں نے وجہ بتائی تو نبی کریم علیہ السلام نے مسئلہ بتاتے ہوئے فرمایا۔ "ابوہریرہ مومن ناپاک نہیں ہوتا"۔

حضرت اسلع ابن شریک حضور علیہ السلام کی اونٹنی اور کجاوہ کسا کرتے تھے۔ ایک دن آپ سفر کے لئے تیار ہوئے اور اسلع ناپاک تھے۔ انہوں نے ادب و احترام کے باعث اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اور کجاوے کو ہاتھ لگانا

Marfat.com

مناسب نہ سمجھا اور اپنے کسی ساتھی سے کجاوہ کسوا دیا اور خود غسل کرنے چلے گئے۔ نبی کریم علیہ السلام کو اندازہ ہو گیا کہ کجاوہ اسلع کا کسا ہوا نہیں ہے۔ سفر سے واپس آکر آپ نے اسلع کو طلب فرمایا اور کجاوہ نہ کسنے کی وجہ دریافت کی۔ حضرت اسلع رضی اللہ عنہ نے سب ماجرا عرض کر دیا۔

بہرحال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کا حق ہر طرح ادا کیا۔ آپ کا یہ حق اس وقت تک ہی کے لئے نہ تھا جبتک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے بلکہ حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اُمت پر یہ حق باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہ اسی طرح آپ کی تعظیم فرماتے تھے۔ جس طرح آپ کی حیاتِ مبارکہ میں اور ہمارے اسلاف نے بھی اس حق کو ادا کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ اس سلسلے میں بھی چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

بعد وفات تعظیم و توقیر

حضرت سائب بن یزید نے بیان کیا کہ میں مسجدِ نبوی شریف کے ایک کونے میں لیٹا ہوا تھا اور دو آدمی آپس میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ کہ اچانک ایک کنکری میرے لگی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا "سائب ان دونوں کو بلا کر لاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے بتایا کہ ہم طائف سے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ قسم خدا کی اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تمہیں کوڑے لگواتا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں حضور علیہ السلام کا عصا

Marfat.com

تھا۔ ایک موقع پر غفاری قبیلے کے ایک شخص نے وہ عصا آپ کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ وہاں موجود لوگ اس شخص کی اسقدر جرأت پر چلا اُٹھے۔ اس گستاخی کی وجہ سے اس شخص کے گھٹنے میں ایسا زخم ہوا کہ بقیہ جسم کو زہر سے بچانے کے لئے اسے اپنا پیر کٹوانا پڑا۔ لیکن پھر بھی وہ بچ نہ سکا اور چند ہی دن میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر پر بالوں کا ایک حصہ اتنا لمبا تھا۔ کہ جب وہ بیٹھ کر اسکو کھول دیتے تو بال زمین پر لگتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا۔ ان بالوں کو کٹواتے کیوں نہیں ہو۔ آپ نے فرمایا۔ میں ان کو ہرگز نہیں کٹواؤں گا۔ کیوں کہ ان بالوں پر حضور علیہ السلام کا دست مبارک لگا ہے۔

حضرت اُم المومنین اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس ڈبیہ میں حضور علیہ السلام کے بال تھے۔ لوگ ان سے نظر بد اور دوسری بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے اور کبھی اس ڈبیہ کو پانی میں رکھتے اور پانی کو پیتے اور اس سے غسل کرتے تھے تاکہ مرض سے شفا حاصل ہو۔

حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ یہ میرے پاس حضور علیہ السلام کے بالوں میں کا ایک بال ہے۔ جب میں مر جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ان کی وفات کے وقت ایسا ہی کیا گیا۔ اور اس بال شریف کے ساتھ ہی آپ کو دفن کیا گیا

حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضور علیہ السلام کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں۔ لہٰذا ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت ابن سیرین نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے

Marfat.com

پاس حضور علیہ السلام کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس حضور علیہ السلام کے ایک بال کا ہونا بھی دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضور علیہ السلام اپنے سر مبارک کے بال منڈواتے تھے تو حضرت طلحہؓ سب سے پہلے ان کو لیا کرتے تھے یہی حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حجام حضور علیہ السلام کے بال کاٹ رہا تھا اور صحابہ آپ کے گرد حلقہ بنائے حاضر تھے اور کوشش یہی کر رہے تھے کہ جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ ان ہی نے بیان کیا کہ، حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور علیہ السلام منیٰ تشریف لائے اور جمرۂ عقبہ پر کنکریاں پھینکیں اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے پھر آپ نے حجام کو بلایا اور سر مبارک کے دونوں طرف سے بال کٹوا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور ان سے فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس حضور علیہ السلام کے بالوں کا محفوظ ہونا ثابت ہے۔ اور یہ مبارک بال آج تک موجود ہیں)۔

حضرت عبداللہ ابن حازم کے پاس ایک سیاہ پگڑی تھی۔ جس کو وہ، جمعہ وعیدین میں باندھا کرتے تھے یا لڑائی میں جب فتح پاتے تو اس کو بطور تبرک پہنتے تھے اور اس کا بے حد احترام کرتے تھے اور خوش ہو کر فرماتے تھے کہ یہ پگڑی مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے منبر کی اس جگہ پر ہاتھ ملا جہاں آپ بیٹھا کرتے تھے۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیرا۔

Marfat.com

ایک دن حضرت خداش مکی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا۔ خداش نے آپ سے وہ پیالہ بطور تبرک حاصل کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت خداش کے گھر تشریف لاتے تو وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اس میں آب زمزم بھر کر پیتے اور اپنے منہ پر چھپڑ کتے تھے۔

حضور علیہ السلام کے تبرکات میں سے کچھ چیزیں حضرت عمر و بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھیں۔ جنہیں آپ نے ایک کمرے میں محفوظ کر دیا تھا اور روزانہ دن میں ایک مرتبہ ان کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔ جو خاص لوگ آپ کے پاس ملاقات کے لئے آتے تو ان کو بھی ان تبرکات کی زیارت کرایا کرتے تھے۔ ان تبرکات میں حضور علیہ السلام کی ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ، ایک جوڑ موزہ، ایک لحاف اور ایک ترکش کچھ تیروں کے ساتھ تھا، لحاف میں حضور علیہ السلام کے سر مبارک کے میل کا نشان تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص بہت بیمار ہوا تو حضرت عمر و بن عبد العزیز کی اجازت سے لحاف کا وہ حصہ دھو کر اس شخص کی ناک میں پانی کے چند قطرے ڈالے گئے۔ اللہ نے اس شخص کو فوراً شفا عطا فرمائی

اسماعیل بن یعقوب تیمی نے بیان کیا کہ ابن منکدر مسجد نبوی شریف میں ایک خاص جگہ لیٹتے تھے۔ ان سے اس کا سبب معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے (بحالت خواب) حضور علیہ السلام کو اسی جگہ بیٹھے دیکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن طہمان نے بیان کیا کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے پرانے نکال کر دکھائے جن میں دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے مجھے بتایا کہ یہ حضور علیہ السلام کے نعلین مبارکین ہیں۔

امام بن مامون نے بیان کیا کہ ہمارے پاس حضور علیہ السلام کا ایک پیالہ تھا۔ ہم اس میں بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ جس سے وہ جلد شفایاب ہو

Marfat.com

جلتے تھے۔

یحییٰ ابن سعید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو منبر شریف کے پاس آکر اس کو چھوتے اور پھر اپنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔

حافظ عبدالرحمٰن ابن مہدی جب حدیث شریف پڑھتے تو حاضرین مجلس کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے تھے۔ کہ حدیث شریف سنتے وقت وہی ادب و احترام اور خاموشی واجب ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے ارشادات سنتے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اختیار کرتے تھے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی سے مسجد نبوی شریف میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کسی مسئلے پر مناظرہ ہوا۔ دوران گفتگو خلیفہ کی آواز کچھ اونچی ہو گئی حضرت امام نے فرمایا۔" اے امیرالمومنین! اس مسجد میں آواز کو مت بلند کرو۔ کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ لوگ دربار رسالت میں اپنی آوازیں بلند نہ کریں۔ جو لوگ اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں خدا نے ان کی تعریف فرمائی اور جو لوگ اس کی پروا نہیں کرتے ان کی مذمت کی گئی ہے۔

اسی موقع پر خلیفہ نے حضرت امام سے سوال کیا کہ مسجد نبوی میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا چاہیئے یا حضور علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا۔" تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو۔ حالانکہ قیامت کے دن وہ تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے وسیلہ ہوں گے۔ بلکہ حضور علیہ السلام ہی کی طرف منہ کرو۔ اور ان ہی کے وسیلے سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔"

اور اگر یہ لوگ جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ آپ کے پاس آجائیں

Marfat.com

اور خدا سے بخشش طلب کریں اور پیغمبر ان کے لئے بخشش مانگیں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ (سورۃ النساء)

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے پر کئی خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے جن سے بہتر میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے امام مالک سے ان کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سب میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہیں۔ میں نے عرض کی۔ آپ ان میں سے کوئی اپنی سواری کے لئے رہنے دیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا۔ "مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے روندوں۔ جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔"

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے تمام عمر مدینہ طیبہ میں گزار دی۔ لیکن ادب و احترام کو اس قدر ملحوظ رکھا کہ کبھی حد حرم میں پیشاب، پاخانہ نہ کیا۔ حضرت امام کے پاس جو لوگ حصولِ علم کے لئے آتے تھے۔ اُن سے آپ کی خادمہ دروازے پر آکر معلوم کرتی کہ امام سے مسائل پوچھنا ہیں یا حدیث شریف سننا ہے۔ اگر مسائل معلوم کرنا ہوتے تو آپ فوراً باہر تشریف لاتے اور مسائل بیان کر دیتے تھے۔ لیکن اگر معلوم ہوتا کہ حدیث شریف سننا ہے تو غسل فرماتے۔ لباس تبدیل کرتے اور خوشبو لگاتے تھے اور اس خاص مسند پر بیٹھتے تھے۔ جو حدیث شریف سنانے ہی کے لئے بنائی گئی تھی۔ دورانِ مجلس عود جلایا جاتا تھا۔ جب حضرت امام سے کسی نے اس اہتمام کی وجہ معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مقصود ہوتی ہے جو ہمارے لئے ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک کے ساتھ چل رہا تھا۔ مجھے خیال آیا تو میں نے آپ سے ایک حدیث دریافت کی۔ آپ سخت

Marfat.com

ناراض ہو گئے اور فرمانے لگے، مجھے تم سے توقع نہ تھی کہ تم راستہ چلتے مجھ سے حدیث رسول معلوم کرو گے (کیونکہ ایسا کرنا خلاف ادب ہے)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کھڑے تھے کہ ایسی حالت میں ہشام ابن عمار نے آپ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا۔ حضرت امام نے ان کو بیس کوڑے لگوا دیئے اور بعد میں پورے اہتمام کے ساتھ ان کو بلا کر بیس حدیثیں سنائیں۔ ہشام نے کہا، کاش امام اور زیادہ کوڑے مارتے اور اتنی ہی حدیثیں سنا دیتے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں مجلس میں حاضر تھا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف سنا رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بچھو آیا اور اس نے آپ کے کاٹا۔ میں نے شمار کیا کہ سولہ مرتبہ بچھو نے آپ کے ڈنک مارا لیکن آپ نے حرکت تک نہ کی۔ حالانکہ آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ جب آپ حدیث شریف سنا کر فارغ ہو گئے تو میں نے بچھو مارا اور آپ سے اس تکلیف کو برداشت کرتے رہنے کی وجہ معلوم کی۔ آپ نے فرمایا "مجھے حدیث رسول کے احترام کی وجہ سے صبر کرنا پڑا۔"

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے باوجود ان کی تعظیم و توقیر اُمت مسلمہ کے لئے ضروری ہے اور یہ قیامت تک اُمت پر حضور علیہ السلام کا حق ہے جس کو اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہر اس چیز کی تعظیم کی جائے جس کی کسی نہ کسی اعتبار سے حضور علیہ السلام کی طرف نسبت ہو۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔ ان کی تعظیم و تکریم کرنا اور حرمین شریفین میں آپ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنے اور آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی عضو نے چھوا یا وہ آپ کے نام سے

Marfat.com

پکاری جاتی ہوں ان سب کا اکرام کرنا حضور علیہ السلام ہی کی تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے مطابق امت پر ہر اس چیز کا احترام واجب ہے۔ جس کی نسبت نبی کریم علیہ السلام سے ہو اس طرح صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار، سادات کرام، دین نبوی کے مبلغ علما، حضرات اولیاء کرام، جملہ بزرگانِ دین، وہ مقاماتِ مقدسہ جن کی نسبت کسی بھی اعتبار سے حضور علیہ السلام سے ہو اور وہ شب و روز جن کا تعلق نبی کریم علیہ السلام سے ہو۔ غرضیکہ ایسی تمام چیزوں کا امتِ مسلمہ پر احترام واجب ہے الحمد للہ اہلسنت وجماعت عقیدتاً اس حق کو ادا کرتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا ادب و احترام درحقیقت نبی کریم علیہ السلام ہی کا ادب و احترام ہے۔ جس کا خیال رکھنا دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

درود و سلام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔"

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ "دعا اور نماز زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہے۔ جب تک کہ حضور علیہ السلام پر درود نہ بھیجا جائے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "سب سے بڑا بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود شریف نہ پڑھا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "جس نے میرے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر درود پڑھا میں اس کے درود کو سنتا ہوں۔ اور جس نے دور سے مجھ پر درود بھیجا اس کا درود مجھے پہنچا دیا

Marfat.com

جاتا ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن مجھ سے قریب تر وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔"

حضرت زید ابن طلحٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس میرے رب کا فرشتہ آیا۔ اس نے بتایا کہ جو کوئی آپ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ مجلس سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنی دعا کا آدھا درود شریف کو کر لوں"۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو کر سکتے ہو اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا میں اپنی دعا کے تین حصے درود شریف کے لئے کر لوں؟" آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو کر لو۔ اس شخص نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی پوری دعا درود شریف کو کر لوں؟" آپ نے فرمایا:۔

اذن یکفیك اللہ ھمّ الدُّنیا وھمّ الآخرۃ۔ — تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا و آخرت کے غم دُور کر دے گا۔

حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کسی ضرورت کے باعث مضطرب و پریشان ہو تو مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ اس عمل سے تمام رنج و غم اور اضطراب دور ہو جاتا ہے۔ اور رزق زیادہ ہوتا ہے اور ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو حضور علیہ السلام پر درود و سلام بکثرت بھیجنا چاہیے۔ کیونکہ اس دن اُمت کے درود و سلام آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور اس کی دس برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے اور روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

ابو سلیمان عبدالرحمٰن ابن عطیہ دارانی نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ درود شریف کو ضرور قبول فرماتا ہے اور یہ اس کی شان سے بعید ہے کہ وہ بیچ کی دُعا کو رد کر دے؟

مضمون طویل ہو رہا ہے لہٰذا ان چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے جن سے یہ بات واضح ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ بھی حق ہے کہ ان کے دربار میں ہدیہ درود وسلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ عمل نہایت ہی مفید اور اہم ہے۔ جس کے لئے نہ کوئی وقت مقرر نہ طریقہ اور نہ کسی جگہ کی قید، یہ عاشق رسول کی مرضی ہے کہ جس جس وقت چاہے اور جہاں جہاں چاہے اور جس ادا سے چاہے اپنے محبوب رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرے۔ بس خلوص شرط ہے اور طریقہ ایسا ہو۔ جس سے ادب و احترام بھی ملحوظ رہتا ہو اور محبت کا مظاہرہ بھی ہو سکے۔

ہم اور حقوقِ رسُول

اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ امت پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان حقوق کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ہمارے بزرگوں نے کس قدر اہتمام اور احتیاط سے ادا کیا۔ لیکن اب ہمیں خود بھی اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم کہاں تک ان حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ بلا شبہ رسول

Marfat.com

پر ہمارا ایمان بھی ہے۔ ان سے محبت اور ان کی تعظیم و توقیر کا بھی ہم دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے دربار میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی برکتوں پر بھی یقین کرتے ہیں۔ لیکن عملاً اس کا کتنا ثبوت دیتے ہیں۔ تو دیانتدارانہ بات یہ ہے کہ صبح سے شام تک ہم رسول کی حق تلفی ہی کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے اعمال سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

جب ہم نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہمیں بہت مشکل نظر آتے ہیں۔ ماں باپ، اہل وعیال، پڑوسیوں، اپنے دوستوں اپنے اُستاد اور پیر کا ہم سے حق ادا نہیں ہوتا، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں ہم رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے پابند نہیں، ہمارا لباس، ہمارے رہن سہن کے تمام طریقے رسول کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ ہم اپنے سیاسی معاشی مسائل میں رسول کی ہدایات کو چھوڑ کر غیروں کی تقلید پسند کرتے ہیں۔ ہم اپنا نظام حکومت اپنی مرضی سے وضع کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تجارت میں ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری جیسے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ہم ملازمت میں تساہل، رشوت ستانی، ایذا رسانی کے مجرم ہیں، ہمارے گھروں میں دن رات قرآن کریم اور صلوٰۃ وسلام کے بجائے ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے گانوں اور فلموں کی آوازیں گونجتی ہیں۔ تو ان تمام حالات میں ہم کس طرح اور کب اپنے رسول کو یاد کرتے ہیں اور ان کے حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حالت بھی دن بدن بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں جرائم کا ایسا سیلاب ہے کہ کوئی تدبیر اس کے روکنے کی کامیاب نہیں ہوتی، گرانی ہم پر ایسی مسلط ہے کہ جس کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ مزے کی بات یہ کہ نہ اس کے اسباب کا پتہ چلتا ہے اور نہ اس سے نجات کی راہ ملتی ہے۔ آج ہر شخص خود غرضی اور خود فہمی کا شکار ہو کر صرف اپنے لئے سوچتا ہے۔ ملک وملت سے محبت کے دعویدار بہت نظر آتے ہیں لیکن اپنے دعوے کا ثبوت کوئی فراہم نہیں کر پاتا۔ ہمارے

Marfat.com

حکام اقتدار کے نشہ میں مست رہتے ہیں۔ تو ہمارے لیڈر حصول اقتدار کے لئے مضطرب پھرتے ہیں۔ ہمیں غیروں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا اپنوں سے ہے۔ ہم ایسی جسمانی بیماریوں کا شکار ہیں کہ کبھی سُنی تک نہ تھیں۔ آپس میں ہم ایک دوسرے کی عزت نہیں کرتے اور نہ کوئی ہماری عزت کرتا ہے۔ غرضیکہ بے شمار مسائل ہیں۔ مصائب ہیں، جن سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ لیکن کوئی صورت نہیں بنتی، کوئی تدبیر کارآمد ثابت نہیں ہوتی، صرف اس لئے کہ ہم رسول کے حقوق کو تلف کرتے چلے جا رہے ہیں اور جب کوئی بیٹا اپنے والدین سے، کوئی بیوی اپنے شوہر، کوئی شاگرد اپنے استاد اور کوئی چھوٹا اپنے بڑے کے حقوق تلف کرکے عزت نہیں پا سکتا تو امت انفرادی یا اجتماعی طور پر رسول کی حق تلفی کرکے کس طرح عزت و سکون کی زندگی پا سکتی ہے۔ پس آیئے! قبل اس کے کہ ہم ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور نادم و شرمندہ رسول کے دربار میں حاضر ہوں بہتر ہوگا کہ اپنے اعمال و کردار کو درست کریں۔ رسول کے دامن سے وابستہ ہو جائیں تو یقیناً دنیا و آخرت میں عزت و نجات ہمارا مقدر ہوگی۔

Marfat.com

بہترین عادات

نبی کا کام صرف بندوں کو خدا کا پیغام پہنچا دینا ہی نہیں بلکہ قوم کو کامیابی وکامرانی کا راستہ دکھانا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ جس کے لئے وہ اپنے عمل اور تعلیمات سے قوم کے عمل وکردار کی اصلاح کرتا ہے۔ کیونکہ اصلاح کردار کے بغیر کامیابی کی منزل کو حاصل کرنا ناممکن ہے۔" جو قوم بہترین کردار اور اچھی عادات سے محروم ہو اس کے پاس دنیا کی چاہے کتنی ہی نعمتیں موجود ہوں۔ لیکن وہ اپنی کامیابی وکامرانی سے محروم ہی رہتی ہے۔"

اس ذمہ داری کو پورا کرانے ہی کے لئے اللہ نے اپنے ہر نبی کو ہر قسم کی برائی سے پاک ومعصوم پیدا فرمایا۔ اور اسے ایسی صلاحیتوں سے بھی نوازا جن سے وہ بد ترین قوم کے عمل وکردار کی اصلاح کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ انبیاء میں کسی ایسے نبی کا نام پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس کے دامن پر کسی بھی برائی کا داغ ہو۔ حضور نبی کریم علیہ السلام جو ہر اعتبار سے انبیائے سابقین میں افضل واعلیٰ ہیں۔ اپنی اس خوبی میں بھی نبیوں کے سردار ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کمال عمل کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

(ترجمہ) اور بیشک آپ کی عادتیں بڑی شان والی ہیں (پ ۲۹۔ القلم ۴)

کردار کے کمال کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے عادات واطوار کو عظیم بڑی شان والا قرار دیا۔ کیا اس اعلان کے بعد کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر کسی بھی اعتبار سے

Marfat.com

تنقید و تنقیص کرسکے۔ اور اگر کوئی ایسی جرأت کرتا بھی ہے تو یقیناً اس کی یہ جرأت اس کے کفر کی دلیل ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے خدا کی بے عیب ذات پر تنقید و تنقیص کی جرأت ثبوتِ کفر ہے۔

اور اصلاحِ کردار و عمل کی صلاحیتوں کو واضح کرنے کے لئے فرمایا گیا:

"بیشک تمہارے لئے نبی کریم علیہ السلام کی زندگی بہترین نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ (پ۲۱۔ الاحزاب)

گویا ہم نے اپنے محبوب علیہ السلام کو تمہارے کردار کی تعمیر کی صلاحیت اس کمال کے ساتھ عطا فرمائی ہے کہ ان سے یہ شائبہ بھی ممکن نہیں کہ وہ کوئی کام ایسا کریں جو تمہارے تعمیرِ کردار کے لئے مفید نہ ہو۔ لہٰذا تم ان کو اپنے لئے ایک نمونہ تصور کرو اور بس ان ہی جیسی زندگی گزارنے اور ان کی اتباع و پیروی کرنے کی کوشش کرو حتیٰ کہ:۔

(ترجمہ) رسول تمہیں جو دیدے وہ لے لو اور جس سے رسول روکے اس سے رک جاؤ۔"

اپنے اس عظیم کردار اور باکمال صلاحیتوں کی بنا پر حضور علیہ السلام نے خود اعلان فرمایا۔

(ترجمہ) میں اچھی عادتوں کو پورا کرنے ہی کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

یعنی ایک نبی کی حیثیت سے میری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ میں دنیا والوں کو ایسی اچھی عادتیں سکھاؤں کہ جو ان پر عمل کرے۔ وہ ایک اچھا انسان بن سکے! اسی لئے آپ نے اچھی عادتوں کو اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:۔

(ترجمہ) اچھی عادتوں ہی کا نام نیکی ہے۔

کوئی صرف نمازیں پڑھ کر، روزے رکھ کر اور ظاہری عبادتوں کی پابندی

Marfat.com

کرکے اپنے آپ کو نیک اور متقی نہ سمجھے۔ حقیقت میں نیک وہ ہے جو عبادتوں کی پابندی کے ساتھ سچائی، ایمانداری، غریبوں کی مدد، آپس میں میل محبت اور ان جیسے تمام نیک کام کرے۔ اور اپنی تمام عادتوں کو اچھا بنالے۔ دوسرے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:۔

نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا (ترجمہ) قیامت کے دن مسلمانوں کی ترازو میں سب سے زائد وزن والی اس کی اچھی عادتیں ہوں گی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:۔

(ترجمہ) قیامت کے دن تم میں سے مجھے وہ شخص سب سے زیادہ پیارا اور میرے دربار میں سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔ جو اچھے اخلاق والا ہے۔ ان حدیثوں سے واضح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے کس قدر تاکید کے ساتھ اچھی عادتوں کی تعلیم دی۔ آپ نے اپنے ارشادات اور عمل سے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ کون سی عادتیں ہیں جن کو اچھا کہا جاتا ہے۔ اور کمال حاصل کرنے کے لئے انسانوں کو وہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہئیں۔ ان میں سے چند کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) کہ سچائی نیکی کا راستہ دکھاتی ہے۔ اور نیکی ہی انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کو

Marfat.com

صدیق یعنی سچ بولنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔ اور سچائی کے مقابلے میں جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور برائی انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے یہانتک کہ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو کذاب جھوٹ بولنے والا ہی لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ سچائی، امانت داری اور وعدہ پورا کرنے کو نبی کریم علیہ السلام نے کامیابی کی بنیاد قرار دیا۔ اور یہ واضح کر دیا کہ تینوں خوبیاں ایک مسلمان میں ہونا لازمی ہیں۔ اور جس میں ان خوبیوں کے بجائے جھوٹ، خیانت وعدہ خلافی کے عیب موجود ہوں۔ وہ عملی طور پر منافق ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے خود ان خوبیوں کی جتنی پابندی کی اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ آپ کے دشمن آپ کو مجنوں و دیوانہ کہنے والے، طرح طرح سے آپ کو ستانے والے اپنے ذاتی فائدے کے لئے آپ کے خون کے پیاسے بھی آپ کو الصادق اور الامین یعنی سچا اور امانت دار کہا کرتے تھے حضرت ابوسفیان نے خود اس وقت جبکہ وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے سخت دشمن تھے۔ شاہ ہرقل کے سامنے آپ کی سچائی اور امانت داری کا اقرار کیا تھا حضرت عبداللہ ابن سلام جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کو پہلی مرتبہ دیکھ کر کہا۔

وَجْهُهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ — کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن ابی الحمار نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے کوئی چیز خریدی اسکی قیمت میں کچھ پیسے کم ہو گئے۔ تو میں نے آپ سے کہا کہ آپ اس جگہ میرا انتظار کریں۔ میں باقی پیسے لے کر آتا ہوں۔ آپ نے اسی جگہ ما انتظار کرنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن میں گھر آکر وقت پر پہنچنا بھول گیا۔ تین دن کے بعد مجھے یاد آیا اور میں پیسے لے کر گیا تو میں نے آپ کو اسی جگہ پایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے نوجوان! تم نے مجھے بہت تکلیف میں ڈال دیا۔ میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں تمہیں یہاں ملوں گا۔ میں اپنے وعدے کی وجہ سے تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں تم اپنا وعدہ بھول گئے۔

یہ واقعہ نبی کریم علیہ السلام کے اعلان نبوت سے پہلے کا ہے۔
جس سے واضح ہے کہ وعدہ پورا کرنے کی خوبی کا عملی نمونہ آپ نے کس طرح پیش کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ (ترجمہ) انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے بیوی بچوں کے معاملوں میں اور ہر وہ کام جو ان کے سپرد ہو اس میں انصاف کرتے ہیں۔

یعنی انصاف بھی ایک ایسی خوبی ہے جس سے دنیا میں عزت ملنے کے علاوہ قیامت میں یہ مقام ملتا ہے کہ انصاف کرنے والے کو نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہر معاملے میں انصاف کی ضرورت ہے اور انصاف کا کمال یہ ہے کہ حق والے کو اس کا حق دیا جائے۔ چاہے اپنا کتنا ہی نقصان ہو جائے۔
چوری کرنے والا چاہے اپنا بھائی ہو لیکن شریعت کی پابندی کرنے والا حاکم اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے۔ زنا کرنے والا چاہے اپنا بیٹا ہو لیکن شریعت کی پابندی کرنیوالا اس کو کوڑے لگوائے۔ اسی طرح باپ، بیٹا، شوہر، بیوی، بھائی بہن، استاد، شاگرد غرضیکہ

Marfat.com

سب ایک دوسرے کا حق ادا کریں۔ تو ایسے انصاف کرنے والے دنیا کی ترقی اور عزت کے علاوہ قیامت میں نور کے منبر پائیں گے۔

نبی کریم علیہ السلام میں یہ خوبی بھی اس طرح موجود تھی۔ کہ دشمن بھی اس کا اقرار کرتے تھے۔ آپ نے عملی طور پر بھی اس کا نمونہ پیش کیا۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی ایک عورت فاطمہ نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ سزا سے بچ جائے تاکہ بدنامی نہ ہو۔ لوگوں نے حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ آپ جا کر حضور علیہ السلام سے عرض کریں کہ فاطمہ کو معاف کر دیا جائے کیونکہ حضرت اسامہ سے حضور بہت محبت کرتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ اسامہ کی بات مان جائیں گے۔ حضرت اسامہ نے حضور علیہ السلام تک لوگوں کی درخواست پہنچائی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اسامہ کیا تم شریعت کے معاملے میں سفارش کرتے ہو، تم سے پہلے لوگ اسی لئے خدا کے عذاب میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ ان کے حاکم غریبوں کو تو سزا دیتے تھے۔ اور دولت مندوں سے ــــ دولت اور سفارش کی وجہ سے سزا معاف کر دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قسم خدا کی اگر میری اکلوتی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالتا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا۔

نبی کریم علیہ السلام اپنے اس ارشاد میں لوگوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی دنیا کی ترقی اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ حضور علیہ السلام خود تو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی بن کر آئے تھے۔ یہی

Marfat.com

کہ آپ نے ساری زندگی اپنوں، غیروں، دوستوں اور دشمنوں سب پر رحم ہی فرمایا یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی آپ نے رحم سے پیش آنے کا حکم دیا اور واقعات سے یہ ثابت ہے کہ آپ جانوروں پر رحم فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اُس نے اپنا کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک درخت پر پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو تلاش کیا اور پکڑ کر اپنے کمبل میں رکھ لیا۔ اسی وقت اُن بچوں کی ماں آئی اور میرے سر پر چیخنے چلانے لگی۔ میں نے بچوں کو زمین پر رکھا تو وہ ان کے پاس آگئی۔ میں نے سب پر اپنا کمبل ڈالا اور ان کو پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا ان کو یہاں رکھو اس شخص نے ان کو وہاں رکھ دیا۔ بچوں کی ماں اُڑنے کے بجائے بچوں کو اپنے پروں میں چھپانے لگی۔ لوگوں نے دیکھ کر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ بچوں پر ماں کیسے رحم کر رہی ہے۔ قسم خدا کی خدا اپنے بندوں پر اس سے زائد رحم کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اس شخص کو حکم دیا کہ ان بچوں کو اسی جگہ رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔

حضور علیہ السلام یتیموں، بیواؤں اور غریبوں پر خاص طور پر رحم فرماتے تھے اور آپ نے ان پر رحم کرنے کی بہت تاکید کی۔ حضرت سہیل نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

(ترجمہ) مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم بچہ ہو تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو۔ مسلمانوں کے گھروں میں سب سے برا گھر وہ ہے

Marfat.com

جس میں کوئی یتیم بچہ ہو تو اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہو۔

ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ جس کا باپ مر گیا اس کے ساتھ تمام مسلمانوں کو ایک تو ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ بچے کو باپ کے مرنے کا خیال تک نہ رہے اور اس کی پرورش کا ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ بغیر باپ کے بھی اس کے اندر ایسی ہی اچھی خوبیاں پیدا ہوں جیسی باپ کی موجودگی میں ہوتیں اور یہ حکم حقیقت میں قومی ترقی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ اگر یتیم بچوں سے محبت پیدا نہ کی جائے ان کی دیکھ بھال اور ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ جاہل رہیں گے۔ آوارہ ہوں گے۔ چور بنیں گے۔ اور اس طرح جو بچے قوم کے فائدے اور عزت کا ذریعہ بن سکتے تھے۔ وہ قوم کی تباہی اور ذلت کا سبب ہو جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

(ترجمہ) بیوہ اور غریبوں کی دیکھ بھال کرنے والا ثواب کے اعتبار سے اللہ کے لیے جہاد کرنے والے کے برابر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک موقعہ پر دعا کی۔ اے اللہ تو مجھے غریب زندہ رکھ اور غریبی ہی کی حالت میں موت عطا فرما اور قیامت کے دن غریبوں ہی میں مجھے زندہ فرما۔

حضور علیہ السلام کی اس دعا کو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے یہ دعا کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ نیک غریب دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت کی کہ کسی غریب کو اپنے دروازے سے خالی مت پھیرو۔

نبی کریم علیہ السلام کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ آپ نے یتیموں بیواؤں اور غریبوں کی دیکھ بھال اور ان کی مدد کرنے کی کس طرح تاکید فرمائی۔ آپ کا عمل بھی

Marfat.com

یہی تھا کہ یتیموں سے خاص محبت ظاہر کرتے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ بیوہ عورتوں کا حال معلوم کر کے ان کی ضرورتیں پوری کر دیا کرتے تھے۔ غریبوں کو آپ کے دربار میں خاص مقام حاصل تھا۔ جو بھی غریب آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ اس سے محبت سے بات کرتے تھے۔ اگر آپ سے کوئی سوال کرتا تھا تو اگر اس کی مدد کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی سے قرض لے کر آپ مدد کر دیا کرتے تھے۔

نوکروں اور غلاموں کے معاملے میں حضور علیہ السلام نے اپنے عمل اور ارشادات کے ذریعہ جو نمونہ پیش کیا اس کو بھی سنیئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ (ترجمہ) نوکر کے کھانے اور اس کے کپڑوں کا انتظام تمہارے ذمہ ہے۔ اور ان سے طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ نوکر کے ساتھ برا برتاؤ کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ ہم اپنے نوکر کی غلطی کتنی دفعہ معاف کریں آپ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن سوال کرنے والے نے پھر سوال کیا۔ پھر آپ خاموش رہے۔ اس شخص نے پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں ستر مرتبہ معاف کیا کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کر دیا تو اللہ اس کے جسم کے ہر حصے کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے جسم کے حصوں کو آگ سے آزاد کر دے گا۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے میں نے آواز سنی اے ابومسعود جتنی تمہیں اپنے غلام پر قدرت ہے اس سے زیادہ تم پر اللہ کو قدرت ہے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ نے فرمایا کہ میں نے پیچھے

Marfat.com

مڑ کر دیکھا تو نبی کریم علیہ السلام کھڑے ہیں۔ بس میں نے فوراً کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس غلام کو اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔ اے ابو مسعود اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جلاتی ۔"

ان تمام حدیثوں سے ظاہر ہے کہ آپ نے نوکروں اور غلاموں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا اور عملی طور پر یہ نمونہ پیش کیا کہ آپ نے خود ان غلاموں کو آزاد فرمایا۔ آپ اپنے نوکر کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ اگر کوئی کام سخت ہوتا تھا تو آپ مدد کر دیتے تھے۔ کبھی کسی نوکر پر نہ آپ ناراض ہوئے اور نہ سختی سے پیش آئے۔ آپ کے خاص خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی لیکن کبھی آپ نے مجھے کسی بات پر نہ ڈانٹا۔ اور اگر میری کسی غلطی پر گھر میں کسی نے کچھ کہا تو آپ ہمیشہ فرما دیتے تھے۔ چھوڑ دو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا

نبی کریم علیہ السلام نے عورتوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے نفرت نہ کرے۔ کیونکہ اگر عورت کی ایک عادت بری معلوم ہوتی ہے تو اس میں کوئی دوسری عادت ایسی ضرور ہوگی جو اچھی معلوم ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ (ترجمہ) کامل مومن وہ ہے جس کی عادتیں اچھی ہوں اور بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھی طرح برتاؤ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور پسلی کا اوپر کا حصہ بہت ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اگر تم اس کو بہت سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ بالکل ٹوٹ جائے گا اور

Marfat.com

اگر ایسا ہی چھوڑ دو گے تو باقی رہے گا۔ دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کو برداشت کر کے فائدہ اُٹھاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا کہ جس نے دو لڑکیوں کو جوان ہونے تک پالا وہ قیامت کے دن مجھ سے میری ان دو انگلیوں کی طرح ملا ہوا ہو گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اس کی اولاد پر حاکم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔

ان حدیثوں سے اندازہ لگائیے کہ نبی کریم علیہ السلام نے کس اچھے انداز میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ عورت عقل میں کم اور مزاج کی تیز ہونے کے باوجود ایسی مخلوق ہے۔ جس سے مرد کا تعلق، بیٹی، بیوی بہن یا ماں، کسی بھی حیثیت سے ضرور ہوتا ہے۔ کوئی مرد ایسا نہیں جو عورت کے تعلق سے بچ سکے۔ لہٰذا مرد کو اس کی کم عقلی اور مزاج کی تیزی برداشت کرنا چاہیئے اور اس سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے، جس سے آپس میں کوئی اختلاف اور لڑائی جھگڑا نہ ہونے پائے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اپنے ارشادات کے مطابق خود بھی ہر موقع پر عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ آپ کی گھریلو زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو خوش رکھتے اور ان کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش آتے تھے۔

Marfat.com

نبی کریم علیہ السلام نے انسانوں کو ایک دوسرے سے ملانے اور آپس میں میل محبت پیدا کرنے کے لئے ماں باپ، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ جو انسان دوسرے انسانوں سے میل محبت پیدا کرتا ہے لوگ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور جو ہر ایک سے علیحدہ رہتا اور نفرت کرتا ہے لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس دنیا میں اچھی زندگی وہی گزار سکتا ہے جو ہر شخص سے محبت سے پیش آئے تو اس کی مُصیبت میں مدد کرنے والے اور اس کی ضرورت کو پورا کر دینے والے بہت لوگ ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا (ترجمہ) جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا رزق زائد ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اسے رشتہ داروں سے ملنا جلنا اور محبّت رکھنا چاہیئے۔

حضرت خالد ابن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا نیک کام بتا دیجیے جس کی وجہ سے اللہ مجھے جنت میں داخل کردے۔ اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرما دے تو آپ نے فرمایا (ترجمہ) اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ پابندی سے نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور رشتہ داروں سے ملتے جلتے رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "یا رسول اللہ میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں لیکن وہ نہیں کرتے۔ میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں وہ برائی کرتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ عقلمندی سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے جہالت اور بے وقوفی سے پیش آتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا۔ اگر واقعی تم ایسا کرتے ہو۔ تو وہ ضرور کسی دن اپنے کئے ہوئے پر شرمندہ

Marfat.com

ہوں گے۔ اور اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تمہیں ان کی تکلیفوں اور برائیوں سے بچائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رشتے داری کو قائم کرنے اور مضبوط کرنے والا وہ شخص نہیں جو رشتہ داروں کی نیکی کا بدلہ ادا کرے بلکہ رشتہ داری کو قائم کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے رشتہ دار اس سے تعلق ختم کرلیں تو وہ خود ان سے تعلق پیدا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ نبی کریم علیہ السلام نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔" لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کون؟ آپ نے فرمایا کہ جس نے اپنے بوڑھے والدین کو صرف ماں یا باپ یا دونوں کو پایا اور ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہوگیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مسلمان جنت میں نہیں جائے گا۔ جس کے پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہ ہوں یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو ہر وقت ستاتا اور پریشان کرتا رہتا ہو۔ اور اس کے پڑوسی اس کی بری عادتوں کی وجہ سے ڈرتے رہتے ہوں۔ ایسا شخص جنت کی اُمید نہ رکھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دوستوں میں اللہ کے نزدیک بہتر دوست وہ ہے کہ جو اپنے دوست کے ساتھ بھلائی کرے اور پڑوسیوں میں اللہ کے نزدیک بہتر وہ پڑوسی ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کرے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے ان ارشادات کو سامنے رکھ کر جو شخص بھی دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور ہمدردی کرنے کی عادت اپنے اندر پیدا کرے گا۔ غور کیجیے لوگ اس کی کتنی عزت کریں گے۔ اور کس طرح ہر معاملے

Marfat.com

میں اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوں گے۔

ہندہ بنت عتبہ جو حضور علیہ السلام کی سخت دشمن تھی۔ اور اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ جب فتح مکہ ہوا ہندہ بنت عتبہ حضور علیہ السلام کے سامنے آئی تو آپؐ نے اس کے سامنے کسی پچھلی بات کا ذکر تک نہ کیا۔ اور نہ ہی اس سے کوئی بدلہ لیا۔ یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہوگئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آج تک آپ سے اور آپ کے گھر والوں سے سب سے زیادہ نفرت تھی۔ لیکن اب میں آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو سب سے زیادہ محبوب رکھتی اور پسند کرتی ہوں۔

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ غزوہ نجد سے واپس آرہے تھے راستے میں دوپہر ہوگئی۔ سخت دھوپ ہوگئی ایک درختوں والے جنگل میں ہم سب ٹھہر گئے۔ سب درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ نبی کریم علیہ السلام بھی اپنی تلوار درخت میں لٹکا کر آرام فرمانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضورؐ علیہ السلام نے ہمیں آواز دی تو ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے جس کا نام غورث ابن حارث تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے آ کر میری تلوار اٹھائی اور میرے سر پر تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور بولا " تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا۔

میں نے کہا " اللہ! " یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ صحابہ اس شخص سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے اس کو معاف کر دیا۔

نبی کریم علیہ السلام کی زندگی کا ایک بہترین نمونہ دشمنوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ کرنا ہے۔ عام طور پر انسان اپنے دشمن سے بدلہ لینے اس کو ذلیل و خوار کرنے ہی کی فکر میں رہتا ہے اور جوں ہی اس کو اپنے دشمن پر غلبہ اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اس سے

Marfat.com

پورا پورا بدلہ لیتا ہے۔ یہ صرف نبی کریم علیہ السلام ہی کی ذات تھی جنہوں نے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرنے اور اس کو معاف کر دینے کا نمونہ پیش کیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ مکے کے کافروں نے آپ کو کتنا ستایا اور پریشان کیا۔ آپ کو مجنوں دیوانہ کہا۔ آپ پر پتھر برسائے۔ راستے میں کانٹے بچھائے۔ نماز پڑھنے میں آپ کے سر پر اونٹ کی اوجڑی ڈالی۔ گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔

تین سال تک آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ایک پہاڑی (شعب ابی طالب) میں بند رکھا اور مکمل بائیکاٹ کیا۔ غرضیکہ کوئی تکلیف ایسی نہیں جو دشمنوں نے نبی کریم علیہ السلام کو نہ پہنچائی ہو۔ یہاں تک کہ آپ کو وطن چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ایسے دشمنوں کے ساتھ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو برتاؤ کیا دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال اپنے کسی لیڈر میں نہیں دکھا سکتی جس کا اندازہ ان چند واقعات سے ہوتا ہے۔

مکہ میں تمام غلہ یمامہ سے آتا تھا جو ثمامہ ابن آثال سے خریدا جاتا تھا جو مدینہ آکر مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے مکے کے کافروں کو غلہ دینا بالکل بند کر دیا جس سے مکے میں لوگ بھوکے مرنے لگے۔ دشمنوں نے مجبور ہو کر نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں گزارش کی۔ کہ آپ ثمامہ کو حکم دیجئے کہ وہ غلہ پہلے کی طرح دیا کریں۔ نبی کریم علیہ السلام نے دشمنوں کی مصیبت کو پسند نہ فرمایا اور ثمامہ ابن آثال کو حکم دیا کہ غلہ بھیجا جائے۔ ثمامہ نے حکم کی تعمیل کی۔ غلہ مکے جانا شروع ہو گیا۔ اور جس مقدس ہستی کو کافروں نے مکے سے نکالا تھا۔ اسی کے ذریعے انہیں بھوک سے نجات ملی۔

غزوۂ احد میں ان ہی دشمنوں نے نبی کریم علیہ السلام کو اس قدر تکلیف پہنچائی کہ آپ کے جسم سے خون بہنے لگا۔ دانت کا ایک حصہ شہید ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود جب

Marfat.com

صحابہ نے آپ سے گذارش کی کہ ان دشمنوں کے لئے بد دعا فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا
" اے اللہ میری قوم کو معاف فرما دے۔ کیونکہ یہ مجھے جانتے نہیں "

حضرت خباب ابن الارشد رضی اللہ نے بیان کیا کہ مکے کے کافر ہمیں بہت ستاتے اور پریشان کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ السلام آرام فرما رہے تھے کہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا " یا رسول اللہ آپ ان دشمنوں کے لئے بد دعا کیوں نہیں فرماتے۔ تاکہ یہ ہلاک ہو جائیں۔ اور ہمیں ان کی تکلیفوں سے نجات ملے۔ یہ سن کر آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ غصہ کی وجہ سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا " تم مصیبتوں سے گھبراتے ہو۔ حالانکہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں۔ ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں۔ جن سے ہڈی اور گوشت علیحدہ ہو جاتا تھا اور ان کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ مگر وہ برداشت کرتے تھے۔ اور دین کو نہ چھوڑتے تھے۔ تم مت گھبراؤ ایک وقت ایسا آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو کمال عطا فرمائے گا۔ اور اسلام کی وجہ سے دنیا میں ایسا امن و سکون ہو جائے گا۔ کہ تنہا سفر کرنے والے کو بھی کسی کا ڈر نہ رہے گا۔

ہبار ابن اسود قریشی نے حضور علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکے سے مدینہ آتے ہوئے اونٹ سے گرایا جس سے آپ کا حمل ضائع ہو گیا اور ایسی چوٹ آئی کہ اسی کی وجہ سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب ہبار ابن اسود آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو معاف فرما دیا

اسی قسم کے اور بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے دشمنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے ان کی غلطی معاف کر دینے کا نمونہ پیش کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے اکثر دشمن اسلام لائے۔ اور حضور علیہ السلام پر انہوں نے اپنی ہر چیز کو قربان کیا۔ اور جو بھی ضد یا ہٹ دھرمی کی وجہ

Marfat.com

سے مسلمان نہیں ہوئے انہوں نے بھی آپ کی خوبیوں اور کمالات کو تسلیم کیا۔

نبی کریم علیہ السلام نے حاکموں کی ہدایت کے لئے فرمایا۔ "بے شک بدترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعیت پر سختی کرے"۔ حضرت معقل ابن ہیبار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جو شخص بھی کسی کا سردار ہے۔ وہ کسی نہ کسی دن مرے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتا تو اللہ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔

عام لوگوں کو حاکموں کی اطاعت کرنے کا حکم اس طرح دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "تم پر چاہے کسی چھوٹے سر والے حبشی غلام ہی کو حاکم بنا دیا جائے۔ لیکن تم اس کا حکم سنو اور اس کی بات مانو"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ چاہے غریبی حالت ہو یا دولت مندی کا زمانہ چاہے تم کسی بات کو پسند کرو یا نہیں کرو۔ کسی بات سے فائدہ ہوتا ہو یا نقصان لیکن ہر حال میں تمہیں اپنے حاکم کا حکم ماننا چاہیے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بادشاہ (حاکم) کی بے عزتی کی تو اللہ اس کی بے عزتی کرے گا۔

حضور علیہ السلام نے سرداروں، حاکموں اور بادشاہوں کا حکم ماننے اور ان کی عزت کا حکم دینے کے ساتھ ہی ایک اصول یہ بھی بیان فرمایا۔ کہ کسی کی بات اس صورت میں نہیں مانی جائے گی۔ جس سے خدا کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہو۔ یعنی جو حاکم خود حاکم حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تو عوام کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا چاہیے لیکن جو حاکم کوئی حکم دے جس سے دین کو نقصان پہنچتا ہو۔ یا شریعت کے خلاف کام کرنا پڑے

Marfat.com

تو اس حاکم کی بات نہیں مانی جائے گی۔

غرضیکہ عام طور پر حکومتوں اور ملکوں کا انتظام تو اس لئے خراب ہوتا ہے کہ حاکم یا سردار عوام پر ظلم کرتے اور ان کو ستاتے اور ان کا حق مارتے ہیں۔ اور یا اس لئے کہ عوام بلاوجہ حاکموں کی نافرمانی کرتے اور ان کی بات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے ان دونوں صورتوں کو ختم کرنے کے لئے حاکموں کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے عوام کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنے اور ان کا حکم ادا کرنے کا حکم دیا اور عوام کو اپنے حاکم کی عزت کرتے ان کا حکم ماننے کی تعلیم دی۔

یہاں نبی کریم علیہ السلام کے کچھ ارشادات اور زندگی کے چند واقعات پیش کئے گئے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی زندگی اور حصوں پر غور کیا جائے تو ہر شخص کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی حقیقت میں انسانیت کی ترقی کامیابی اور کامرانی کے لئے ایک بہترین نمونہ ہی تھی۔ اس دور کے مسلمانوں کی یہ بدنصیبی ہے۔ کہ ایسے بہترین نمونے کے مطابق اپنی زندگی کو گذارنے کے بجائے ایسوں کے طریقے اور ڈھنگ اختیار کریں جن کے پاس زندگی کے لئے بہترین اصول اور طریقے موجود نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں اس نبی کا اُمتی بنایا جس نے نہ صرف ہمارے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے زندگی کے بہترین اصول اور طریقے پیش کئے۔ اللہ ہمیں انہی طریقوں کو اپنانے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

حضور علیہ السّلام کے ارشادات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔گواہی دینا اس بات کی کہ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھنا، زکواۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ۔
ایمان کے ساٹھ سے زیادہ حصے ہیں اور شرم بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔اور مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے کسی (حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ) نے سوال کیا کہ اسلام کی کونسی عبادت بہتر ہے تو آپ نے فرمایا۔
کھانا کھلانا (ضرورت مند کو) اور سلام کرنا جس کو تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
تم میں سے کوئی مومن (کامل) اسوقت تک نہیں ہو سکتا۔
جب تک کہ وہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے مسلمان
بھائی کے لئے پسند کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
تم میں سے مومن (کامل) اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب
تک کہ میں اس کو اس کے والد اور والدہ اور سب لوگوں سے
زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
مجھے دوزخ دکھائی گئی تو میں نے وہاں عورتیں زیادہ دیکھیں
اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتی ہیں کہا گیا: کیا وہ خدا سے کفر کرتی
ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا (نہیں) بلکہ شوہروں کی نا
شکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں۔ تم اگر ان کے ساتھ
ایک زمانے تک احسان کرو اور ایک مرتبہ بھی تم سے ان کے
مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو وہ کہتی ہیں مجھے تم
سے کبھی کوئی بھلائی نہیں ملی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب [illegible] کرے جھوٹ بولے۔
جب وعدہ کرے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت
رکھی جائے تو خیانت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
جو شخص کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس کے ساتھ

Marfat.com

رہے حتیٰ کہ نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ ۲ قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جس نے صرف نماز جنازہ پڑھی اور دفن سے قبل ہی واپس ہوگیا تو وہ صرف ایک قیراط اجر لے کر لوٹے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا (یعنی اسکو حلال جاننا) کفر ہے۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔
جب کوئی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو صدقہ کا ثواب پائیگا۔

Marfat.com

۲

Marfat.com

Marfat.com

معلّم کامل (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۰ فروری ۱۹۷۸ء کو یہ مقالہ قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد
میں پیش کیا گیا

موضوعِ کانفرنس کے اعتبار سے میرے مقالے کا عنوان "معلم کامل" ہے اور اس سے میری مراد نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ہے کیونکہ اس جملہ کا حقیقی مصداق صرف اور صرف آپ ہی ہو سکتے ہیں اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ معلم کامل وہی ہو سکتا ہے:

جس کا اُستاد کامل ہو، علم کامل ہو، وہ اپنے علم کا خود پیکر ہو اس سے ایسے فیض یاب ہوں کہ دنیا بھر میں اس کے مشن کو پھیلا سکیں اور زندگی کے ہر میدان میں کامیاب رہیں۔

دنیا نے بیشمار مُصلح اور مُعلم جنم دیئے لیکن ان صفات کا حامل کوئی نظر نہیں آتا کیونکہ اُستادوں کا علم محدود ہوا تو شاگردوں میں بھی کم و بیش اتنی ہی صلاحیتیں پیدا ہو سکیں اور ان کے کام کا دائرہ بھی محدود ہی رہا۔ لہٰذا کسی نے ایک فن حاصل کیا تو کوئی چند فنون کا ماہر ہوا۔ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن میں یہ تمام صفات موجود ہیں۔ پس "معلم کامل" کا عظیم منصب صرف آپ ہی کا حق قرار پاتا ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ نبی کریم علیہ السلام کا اُستاد وہ ہے جس کا علم ازلی و

Marfat.com

ابدی ہے، غیر متناہی اور غیر محدود ہے جس کی شان "عالم الغیب والشھادۃ" ہے اور جس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ مستند طریقہ سے یہ بات ثابت ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی مدرسہ میں پڑھا نہ کسی اُستاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، نہ ہی کتابوں، الفاظ اور حروف سے حصولِ علم کے لئے مدد لی بلکہ جو کچھ جانا، جو کچھ سیکھا وہ اُستاد کامل وحدہٗ لاشریک کا بلاواسطہ فیض تھا جو آپ کے قلب مبارک پر جاری ہوا اور جس نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے "معلم کامل" بنا دیا جیسا کہ قرآن کریم سے بھی واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ — اور سکھا دیا تم کو جو تم نہ جانتے تھے

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا — اور تم پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے

سیدنا آدم علیہ السلام کو صرف اشیاء کے نام بتائے گئے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کی وقتی ضرورت کے مطابق محدود علم دیا گیا لیکن وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ کی شان رکھنے والے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا محیط علم عطا فرمایا گیا کہ کائنات کی کوئی بات ان کے دائرۂ علم سے خارج نہ رہی حتیٰ کہ آپ کے علم کی حد متعین کرنا یا اس کا اندازہ لگانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں اگر کوئی سوال بھی کرے کہ اس "معلم کامل" کو کتنا علم دیا گیا تو جواب یہ ہے۔

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى — کہ خالق حقیقی نے اپنے عبد کامل کو جو کچھ چاہا بتا دیا۔

یہاں تک کہ:-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى — اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ان کی بات تو وہی ہوتی ہے جو انہیں وحی کی جاتی ہے

ان کا علم ایسا کامل ہوا کہ دوسرے اہلِ علم کی طرح کسی معاملے

Marfat.com

میں خود سوچنے یا کسی سے مدد حاصل کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی بس جو یہ نہیں جانتے ان کا اُستاد کامل خود ہی ان کو بتا دیتا ہے لہذا اُن کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو مرضئ الٰہی کے عین مطابق ہی جاننا چاہیے۔

حضور علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں:

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ وَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ وَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ	میرے رب نے مجھے سکھایا اور میری اچھی تعلیم فرمائی میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور مجھے اچھی تربیت دی۔

تعلیم و تربیت لازم و ملزوم ہیں۔ بہترین معلم بہترین مربی ہوتا ہے

حضور علیہ السلام کی تعلیم و تربیت رب حقیقی نے کی اس سے بہتر تعلیم دینے والا اور تربیت کرنے والا کون ہو سکتا ہے لہذا آپ نے جو کچھ سکھایا اور جو کچھ بتایا وہ نہایت ہی کامل اور قیامت تک کے انسانوں کے لئے کافی ہے اس حقیقت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ کو اُستاد کامل سے نہایت ہی کامل علم نصیب ہوا۔

اُستاد علیم و خبیر ہے۔ شاگرد کا واسطہ اُستاد سے قائم ہے تو پھر علم ایسا کامل کیوں نہ ہو۔ کہ لوگ کوئی بات چھپانا چاہیں تو نہ چھپا سکیں اس کمال علم کے ساتھ میرے آقا صلی اللہ علیہ کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینے اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار سکھانے کے لئے مقرر کیا گیا اور خالق کائنات نے بنی نوع انسان کو اس "معلم کامل" سے فیض حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ	جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک

Marfat.com

شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(پ: ۲۸۔ الحشر: ۷)

جس رسول کو تمہارا معلم مقرر کیا گیا ہے وہ ایسا کامل ہے کہ اس کی بتائی ہوئی کسی بات میں تردد و تامل کی تمہیں ضرورت ہی نہیں کیونکہ جس کا علم محدود ہو اور وہ صرف اپنے زمانہ کے حال سے واقف ہو یا مستقبل کا کچھ اندازہ رکھتا ہو اس کی تعلیمات میں تو تردد و تامل کیا جا سکتا ہے کہ معلوم نہیں اس تعلیم پر عمل سے زندگی کا مستقبل تابناک ہو گا یا تاریک لیکن نبی مکرم علیہ السلام تو ایسے معلم کامل ہیں کہ ماضی کی تاریخ بھی اُن کے سامنے ہے حال کو بھی وہ خوب جانتے ہیں اور مستقبل چاہے کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو حال ہی کی طرح اُن کے سامنے ہے۔ وہ لوگوں کے مزاج اور حالات زمانہ کے تغیر و تبدل پر بھی نظر رکھتے ہیں انہیں رنگ و نسل، زبان اور رہن سہن کے طریقوں میں فرق کا خوب پتہ ہے لہذا وہ جس کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جس چیز سے روکتے ہیں انہیں بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ ہر دور اور ہر قسم کے انسانوں کے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ ان کی کامیابی و کامرانی کا ضامن بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف بنی نوع انسان کو تعلیم دی بلکہ اپنے اس اعلیٰ منصب کا حق اس طرح ادا کیا کہ اپنی تعلیمات کے خود پیکر بھی بنے اور جو کہا وہ کر کے دکھایا۔ وہ معلم جو "لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" کے مصداق اپنے علم و عمل میں مطابقت پیدا نہ کر سکے اس کی تعلیم اس کے اپنے لئے تو وقتی فائدے، شہرت، یا عزت کا ذریعہ ہو سکتی ہے لیکن قوم کی اصلاح اس سے ممکن نہیں کیونکہ جب تک عمل نہ ہو تبلیغ و نصیحت موثر نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ ظالم دوسروں کو ظلم کرنے سے کیسے روک سکتا ہے۔ مُرتشی رشوت خوری کی لعنت کو کیسے ختم کر سکتا ہے، سود خور سودی کاروبار پر، شرابی شراب پر، زانی و بدکار زنا و بدکاری پر، جواری جوئے بازی پر اور اسمگلر اسمگلنگ پر پابندی لگانے میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ معلم اور مصلح کی تعلیم سے زیادہ ان کے عمل پر قوم کی نظر ہوتی ہے۔

ہمارے دور کا اہم ترین مسئلہ درحقیقت باعمل معلمین اور مصلحین کا فقدان ہی ہے اگر ہم اس "معلم کامل" سے زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی حاصل کریں جس کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ	بیشک تمہارے لئے رسول اللہ
اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ	کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس
كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ	کے لئے جو اللہ سے ملنے کی اور
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا۔	آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو
	اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

تو ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ یقیناً یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں ایسا معلم کامل ملا جس نے ہر وہ کام کر کے دکھایا جو ہماری کامیابی و کامرانی کے لئے لازمی تھا۔ اس طرح ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہمارے لئے نہایت ہی آسان ہو گیا۔

اُنہوں نے جہاد کا حکم دیا تو خود بھی مجاہد بنے جیسا کہ غزوات کے واقعات سے واضح ہوتا ہے۔ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی اور لشکر اسلام غلط فہمی میں مبتلا ہو کر منتشر ہو گیا تو آپ پوری استقامت کے ساتھ میدان میں کھڑے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے، اتنے تیر پھینکے کہ کمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ جنگ حنین میں ایک ایسا نازک موقع آیا۔ جب آپ نے تنہا پوری قوت کے ساتھ دشمن کے حملے کو روکا۔ ان مواقع کے علاوہ متعدد بار دوران جنگ ایسا ہوتا تھا کہ جب گھمسان کا رن پڑتا تو صحابہ آپ

Marfat.com

کی طرف پناہ کے لئے دوڑتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"خدا کی قسم جب لڑائی شدت اختیار کرتی تو ہم حضور علیہ السلام کی پناہ تلاش کرتے تھے اور ہم میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا رہتا تھا۔"

آپ نے امانت و دیانت کی تعلیم دی تو خود ایسے "امین" بنے کہ دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کو سونپتے اور "الامین" کہا کرتے تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ
وَ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ

جس میں امانت نہ ہو اس کا ایمان کامل نہیں اور جو ایفائے عہد کا عادی نہیں اس کا دین کامل نہیں

اپنے اس ارشاد پر آپ نے ہر حال میں عمل کر کے دکھایا۔ یہاں تک کہ جب آپ نے رات کی تاریکی میں دشمن سے چھپ کر وطن چھوڑنے کا عزم فرمایا تو خون کے پیاسوں کی امانتیں ادا کرنے کے لئے اپنے محبوب ترین صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلایا تاکہ جان کے دشمن جب آپ کو تلاش کریں تب بھی "الامین" ہی کہیں اور آپ کے دامن کو خیانت و بددیانتی کے عیب سے داغدار نہ کر سکیں۔

آپ نے انصاف کا حکم دیا تو اس کو اختیار بھی کیا جس کی بہترین مثال حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جب انہوں نے لوگوں کے کہنے پر خاندان مخزوم کی ایک عورت کی سزا معاف کر دینے کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا

"اے اُسامہ! کیا تم خدا کا حکم جاری کرنے میں سفارش کرتے ہو تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ ضرور

Marfat.com

کاٹ دیتا"

آپ نے سخاوت اور غریبوں کی ضرورت پوری کرنے کی تعلیم دی تو خود یہ حال تھا کہ اگر سائل کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر اس کی حاجت روائی فرما دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہر وقت مقروض ہی رہا کرتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپ کی نظر کوہِ اُحد پر پڑی۔ آپ نے فرمایا یہ پہاڑ اگر میرے لئے سونا بن جائے تو میں اس میں سے ایک دینار بھی اپنے پاس تین رات سے زیادہ رکھنا پسند نہ کروں گا سوائے اس رقم کے جو مجھے قرض ادا کرنے کے لئے درکار ہوگی۔

آپ نے زہد و تقویٰ کی تعلیم دی تو خود بھی پابندی فرمائی۔ چنانچہ آپ کی سیرت میں یہ بات اہم ترین ہے کہ آپ کے دولت کدہ میں بسا اوقات دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی۔ صرف پانی اور چھواروں پر گذارہ ہوتا تھا۔ کبھی تو بھوک کی شدت سے آپ کو پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دن صحابہ نے آپ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھایا تو آپ نے اپنا پیراہن مبارک اٹھایا صحابہ نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہیں۔

مختصر یہ کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے معلم کامل ہیں جنہوں نے پیکر عمل بن کر تعلیم دی اور وہ جو کچھ احکام الٰہی اور شریعت لے کر آئے ان کی عملی زندگی درحقیقت تفسیر تھی قرآن و شریعت کی۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب حضور علیہ السلام کے عادات و اطوار کے متعلق کسی نے سوال کیا تو آپ نے کیا خوب جواب عنایت فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن — قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی

Marfat.com

عملی زندگی میں موجود تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "معلم کامل" ہونے کا ایک واضح ثبوت آپ کے تلامذہ کا کمال بھی ہے۔ فیضانِ نبوت نے ان حضرات کو جو کمال عطا کیا اس کا اندازہ قرآن کریم کی ان آیات سے کیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے (پ ۲۸۔ مجادلہ، آخری آیات)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور اُنہیں ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ اُن سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہوئے اولئک حزب اللہ یہ اللہ کی جماعت ہے الا ان حزب اللہ ھم المفلحون خبردار بے شک اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا فیض یاب کیا کہ ان میں اتنا عظیم انقلاب پیدا ہو گیا کہ ان کے قلوب اللہ اور اُس کے رسول کی محبت سے منور ہو گئے حتیٰ کہ اُنہوں نے اسلام کے دشمنوں سے تعلقات منقطع کر لئے۔ باپ نے بیٹے کو چھوڑا، بیٹے نے باپ کو، شوہر نے بیوی کو، بھائی نے بھائی کو، غرضیکہ وہ ہر اس شخص کو اپنا دشمن سمجھنے لگے جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو۔ اور ہر اُس شخص کو پسند کرنے لگے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتا ہو۔ ان کے قلوب ایمان کا گہوارہ بن گئے اور ان کا مقام اتنا بلند ہو گیا کہ اُنہیں دنیا میں جنت کی خوشخبری مل گئی۔ اللہ نے اُن سے اپنی رضا کا اعلان بھی فرمایا دیا۔ وہ اللہ کے خاص بندوں میں شامل کر لئے گئے اور زندگی کے ہر

Marfat.com

میدان میں ان کی کامیابی یقینی قرار دے دی گئی اور انہیں انسانیت کا دوسرا اعلیٰ ترین مقام نصیب ہوا۔

اُستاد کی تربیت کا اثر شاگرد پر ضرور ہوتا ہے مگر جس طرح معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں، شہریوں، تاجروں، مزدوروں، حاکموں اور غلاموں میں انقلاب پیدا کیا۔ اُن کو مجاہد، مبلغ، خدا کا سپاہی اور دنیا کا بہترین حاکم بنایا اس کی نظیر تاریخ انسانیت میں نہیں پائی جاتی۔ آپ کو خود اپنے شاگردوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ قیامت تک آنے والے اُمتیوں کو اُن کی اتباع و پیروی کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

بایهم اقتدیتم اهتدیتم ان میں سے جس کا بھی تم دامن پکڑ لو گے منزل پالو گے۔

یہ سب آفتاب نبوت کے ایسے چمکتے دمکتے ستارے ہیں جو متلاشی حق کی رہنمائی کی اور اس کو منزل تک پہنچانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان کی اتباع و پیروی اختیار کر لی جائے۔

میں آخر میں "معلم کامل" صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشاد پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے آپ کی نظر کس قدر وسیع تھی :—

۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا :-

مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلَ فِی مِیْزَانِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَاِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ

قیامت کے دن مسلمانوں کے ترازوں میں حُسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہو گی اور بیشک اللہ تعالیٰ بیہودہ باتیں کرنے والوں سے نفرت فرماتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُّحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ

بیشک اللہ مہربان ہے اور تمام کاموں میں مہربانی ہی کو پسند فرماتا ہے۔

۳۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّ لَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ

بے شک اللہ نے مجھے یہ بتایا کہ آپس میں تواضع سے پیش آؤ یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے ایک شخص نے پوچھا کہ اسلام میں سب سے اچھا کام کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

اَنْ تُطْعِمَ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَلَمْ تَعْرِفْ

بھوکے کو کھانا کھلانا اور ہر ایک کو سلام کرنا، چاہے تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

نبی کریم علیہ السلام کے ان ارشادات میں باہمی میل محبت کی تعلیم ہے جو معاشرتی سکون کے لئے نہایت ضروری ہے اور بدقسمتی سے ہم اس نعمت سے محروم ہیں۔ ہمارے معاشرے کے بیشتر مسائل کا سبب باہمی میل محبت کا فقدان ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لئے معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کو بیہودہ گفتگو، تلخ کلامی، اور آپس میں لعن طعن، ایک دوسرے پر فخر و غرور اور ظلم و ستم جیسے تمام عیوب سے پرہیز کرنا ہوگا۔

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا" وہ شخص ذلیل و خوار ہو گیا" لوگوں نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ

Marfat.com

کون ذلیل و خوار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

مَنْ اَدرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

وہ شخص جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو پایا اور وہ (اُن کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا (یعنی اُس نے والدین کی خدمت نہ کی)

۶۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ

بے شک اللہ نے ماں کی نافرمانی کو تم پر حرام کر دیا ہے۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِىْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِىْ سَخَطِ الْوَالِدِ

باپ کی خوشنودی میں خدا کی خوشنودی ہے اور باپ کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرتا رہے

۹۔ حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ

رشتہ داری کو ختم کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

۱۰۔ حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ

Marfat.com

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ ؎

اللہ کے نزدیک دوستوں میں سے بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے ساتھ اچھا ہو اور پڑوسیوں میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا ہو۔

ان احادیث میں والدین، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی۔ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کی اصلاح اور خدا کی رضا کے لئے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے جس میں سب سے زیادہ اہم والدین کے حقوق کی ادائیگی پھر دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ ظاہر ہے جب ایک شخص اپنے گھر، اپنے خاندان اور اپنے پڑوسیوں کے حق ادا کرنے کا عادی ہو گا تو وہ کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کر سکتا وہ اپنے حاکم، محکوم، رفقاء غرضیکہ ہر ایک کا حق ادا کرے گا۔ جب انفرادی طور پر حقوق کی ادائیگی کی عادت پیدا کر لی جائے تو اجتماعی طور پر معاشرے کی بہت سی دشواریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کی بہت سی خرابیاں صرف ہمارے اس عیب کی وجہ سے ہیں کہ ہمیں حقوق کی ادائیگی کا کوئی خیال نہیں دفاتر دیر سے آنے والے، کام کے اوقات میں چائے نوشی اور گپ بازی میں وقت ضائع کرنے والے، دفاتر سے جلد بھاگ جانے والے، کام میں سستی کرنے والے، رشوت لینے والے یہ سب وہی ہیں جنہیں یہ پتہ نہیں کہ بندوں کا حق ادا کرنا کس قدر اہم ہے انہیں نہ اپنے ماں باپ کے حقوق کا کوئی خیال ہوتا ہے نہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا حق ادا کرنا یہ ضروری سمجھتے ہیں تو یہ زندگی کے ہر معاملہ میں حق تلفی ہی کرتے رہتے ہیں اور پورے معاشرے کو اپنی اس بدعادت سے مضطرب

Marfat.com

بے چین کئے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ حضرت علی رضی اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

إِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى حَقَّهٗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ۔

خود کو مظلوم کی بد دعا سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور اللہ کسی حق والے کا حق نہیں روکتا۔

۱۳۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ

جو ظالم کو تقویت پہنچانے کے لئے اس کے ساتھ چلا یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام کے طریقے سے ہٹ گیا۔

۱۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا

تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جو یہ کہتے ہیں اگر لوگ ہم سے بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر لوگ زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ زیادتی کریں تو تم زیادتی نہ کرو۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهٗ

انسان کے گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ جس کی روزی کا مالک

Marfat.com

ہو اس کو روک دے۔

معلم کامل کے ان ارشادات میں لوگوں پر زیادتی اور ظلم وستم کرنے کی ممانعت ہے۔ جو معاشرے کی اصلاح کا ایک مستقل باب ہے۔ ذخیرہ اندوزی ناجائز نفع خوری، چیزوں میں ملاوٹ اسمگلنگ اور اس قسم کی تمام چیزیں ظلم وستم ہی کا ایک حصہ ہیں اور ان کے مرتکب افراد معاشرے کے بدترین ظالم ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل ناگزیر ہے۔

۱۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ إِلَيْهَا

نہ حکومت کی آرزو مت کرو کیونکہ اگر وہ تمہیں تمہاری آرزو سے ملی تو تمہیں اس میں پھنسا دیا جائے گا اور اگر بغیر آرزو کے ملی تو معاملات حکومت میں تمہاری غیبی امداد ہوگی۔

۱۷۔ حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

کسی کی طاعت ایسی بات میں نہیں کی جائے گی جس میں خدا کی نافرمانی ہو۔

۱۸۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

حاکم جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔

۱۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِنْ عِبَادِهِ فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَ

Marfat.com

اِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْاِصْرُ وَ عَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ

بیشک حاکم زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے کہ اللہ کے مظلوم بندے اس کی پناہ میں آتے ہیں پس اگر وہ انصاف کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کے لئے اجر ہے اور رعایا پر اس کا شکریہ اور اگر وہ ظلم کرتا ہے تو اس کے لئے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور رعایا کے لئے صبر کرنا ہوتا ہے۔

۲۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَ هُوَ غَضْبَانُ

غصہ کی حالت میں کوئی دو آدمیوں کے درمیان ہرگز فیصلہ نہ کرے

۲۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهُ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ

جس نے مسلمانوں کا قاضی بننا چاہا حتیٰ کہ اس کو یہ مقام مل گیا پھر اس کا انصاف ظلم پر غالب رہا تو وہ جنتی ہے اور جس کا ظلم انصاف پر غالب آگیا تو وہ جہنمی ہے۔

۲۲ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِيْ مَا لَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ

بے شک قاضی کے ساتھ اللہ کی رحمت ہے جب تک وہ زیادتی نہ کرے۔ پس اگر وہ زیادتی کرنے لگے تو خدا کی رحمت اس سے دور ہو جاتی ہے اور شیطان اس کو گھیر لیتا ہے۔

سیاست و حکومت کے متعلق [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

Marfat.com

تعلیم بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس کا منشا، حاکم اعلیٰ اور منصف کو اس کی ذمہ داری اور حیثیت کا احساس دلانا ہے کیونکہ جس حاکم و منصف کو اپنے منصب کی اہمیت کا پتہ نہ ہو وہ مملکت اور رعایا کو خوشحالی و سکون مہیا نہیں کر سکتا۔ حاکم وہ ہو جسے حکومت کی قطعاً خواہش نہ ہو۔ خدا کا مطیع ہو اور اسی کے احکام بندوں پہ نافذ کرے، حق کو اختیار کرے اور حق کی بات کو پسند کرے۔ رعایا کے حقوق کی ادائیگی کے لئے مضطرب اور سکون و طمانیت کے لئے متفکر رہے۔ منصف اور متحمل مزاج، غصہ و لالچ سے ہٹ کر حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کرے ظلم و ناانصافی سے بچتا رہے ایسے حاکم و منصف کا قوم کو مل جانا بڑی خوش نصیبی ہے ایسا حاکم و منصف رعایا و مملکت پر خدا کی رحمتوں کے نزول کا ذریعہ اور امن و امان کی زندگی کا سبب ہوتا ہے۔

یہ چند ارشادات ہیں جو بطور نمونہ پیش کئے گئے۔ یوں تو معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قابل عمل ہے لیکن اگر اپنی اصلاح کی ابتدا کرتے ہوئے ہم ان تعلیمات کو اپنانے کا عزم کر لیں اور ان پر عمل شروع کر دیں تو یقیناً خدا کی رحمت کے دروازے ہمارے لئے وا ہونے لگیں گے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

سفرِ معراج

نبی کریم آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے خصوصی معجزات عطا فرمائے جو انبیائے سابقین علیہ السلام میں سے کسی کو نہ دیئے گئے۔ انہی میں سے ایک سفرِ معراج بھی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو کمال رفعت عطا فرمایا اور اپنے کمال قدرت کا مظاہرہ فرمایا وہ مسلمان جس کو بارگاہِ الٰہی میں قربِ نبی کریم علیہ السلام کا تھوڑا سا بھی اندازہ ہے اور وہ قدرت باری تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتا ہے وہ سفرِ معراج کے حق ہونے کا انکار تو درکنار اس میں کسی قسم کا شک و شبہ بھی نہیں کر سکتا اسی لئے ہر زمانہ کے مسلمانوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا اور اس دور میں بھی دنیا بھر کے مسلمان اس معجزے پر بلا تردد یقین کرتے ہیں اور اس یقین ہی کو مزید مضبوط اور تازہ کرنے کے لئے معراج کے واقعات ہر سال مختلف انداز سے بیان کیا جاتا ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ مضمون بھی قلمبند کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق اس مقدس سفر کے تین حصے یا تین منزلیں ہیں پہلے حصہ کو "اسراء" کہتے ہیں جس کی ابتدا مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے ہوئی اور اس کی انتہا مسجدِ اقصیٰ تھی۔ دوسرے حصہ کو "معراج" کہتے ہیں جو مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں تک ہے۔ تیسرے حصہ کو "اعراج" کہا جاتا

Marfat.com

ہے جو آسمانوں سے شروع ہوئی اور اس کی انتہا قرآن کریم کے اس جملہ میں ہے۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا حضور ہمیں یقین ہے کہ معراج قلب، قالب اور روح تینوں کو ہوئی۔ لیکن یہ کس طرح ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا:

تَظُنُّ خَیْرًا وَّ لَا تَسْئَلُ عَنِ الْخَبَرِ — گمان خیر رکھو اور خبر کی بابت تحقیق مت کرو۔

مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے جس کو مان لو اور اس کی ماہیت وکیفیت کے پیچھے مت پڑو کہ جو ثواب ایمان و یقین میں ہے وہ ذریعہ نجات ہے۔

اگرچہ واقعۂ معراج پر عقلی و نقلی صریح دلائل موجود ہیں لیکن مسلمان کے عقیدے اور نبی کریم علیہ السلام سے محبت اور خصوصی تعلق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس محیر العقول واقعہ پر کلی ایمان رکھے اور اور اس کی ماہیت وکیفیت پر شکوک وشبہات پیدا نہ ہونے دے، صفاتِ محبوب کو بلا تحقیق و تردد ہی تسلیم کر لینا کمالِ محبت ہے۔

جمہور علماء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اُن کے بعد محدثین وفقہاء اور متکلمین سب کا مذہب یہ ہے کہ زمین و آسمان اور لامکان ولازمان کا یہ عظیم سفر نبی کریم علیہ السلام کو بحالت بیداری اور جسمانی طور پر کرایا گیا۔ یہی تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک تشریف لے جانا تو قطعی اور یقینی ہے جس کا منکر مسلمان نہیں۔ زمین سے آسمانوں کی طرف معراج ہونا مشہور احادیث سے ثابت ہے اس کا منکر فاسق اور گمراہ ہے اور آسمانوں سے فوق العرش اور لامکان تک جانا اخبارِ آحاد سے ثابت ہے جس کا منکر سخت گناہ گار ہے۔

Marfat.com

وقوعِ معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے لیکن اختلافِ تاریخ کا حقیقتِ واقعہ پر کوئی اثر نہیں۔ سالِ معراج میں یہ اقوال ہیں:

ہجرت سے ایک سال پہلے، ہجرت سے پانچ سال پہلے، بعثت کے پانچ سال بعد۔

اسی طرح ماہ معراج میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

ربیع الاول، ربیع الثانی، رجب، رمضان، شوال۔

تاریخ معراج سے متعلق چند اقوال یہ ہیں۔

۱۷ رمضان المبارک، ۱۷ ربیع الاول، ۲۷ رجب۔

لیکن مشہور اور صحیح قول یہی ہے کہ یہ عظیم واقعہ رجب کی ۲۷ تاریخ کو پیر کی رات میں واقع ہوا۔

نبی کریم علیہ السلام کے اس معجزے کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی اور سورۂ والنجم کی آیات میں بیان فرمایا ہے اور اس کی تفصیل خود صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ جو بخاری شریف، مسلم شریف اور تمام ہی کتب الحادیث میں موجود ہے۔ انہی احادیث کی روشنی میں اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

نبی کریم علیہ السلام نے بیان کیا کہ ایک رات میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا کہ یکایک جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے بیدار کیا اور خدا کی قدرت سے، انہوں نے حلقوم سے ناف تک میرا سینہ چیرا اور میرا دل نکال کر اس کو ایک سونے کے طشت میں دھویا جو ایمان و حکمت سے لبریز ہو گیا۔ پھر میرے دل کو سینہ میں اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔

پھر مجھے بہشتی لباس پہنایا گیا اور میرے پاس ایک جانور سواری کے لئے لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا۔ وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ میں اس پہ سوار ہوا پھر جبرئیل مجھے لے کر چلے ہیں تھوڑی دیر میں بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) پہنچا۔ جبرئیل نے

Marfat.com

میری سواری کی باگ چٹان کے اس سوراخ میں باندھی جس میں مجھ سے پہلے انبیاء اپنی اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا۔ جہاں تمام انبیاء کرام پہلے ہی سے میرے منتظر تھے۔ میں نے وہاں دو گانہ ادا کیا اور تمام انبیاء کی امامت کی پھر مجھے جبرئیل لے کر چلے۔ بعض روایات کے مطابق مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف آپ براق سے نہیں بلکہ ایک نورانی سیڑھی سے تشریف لے گئے جس کو عربی میں "معراج" کہا جاتا ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہم مسجد اقصیٰ سے آسمان دنیا پر پہنچے تو جبرئیل نے اس کا دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا جبرئیل۔ پھر آسمان کے فرشتے نے سوال کیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ جبرئیل نے جواب دیا ہاں۔ فرشتے نے کہا خوش آمدید ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک۔ دروازہ کھول دیا گیا اور جب میں داخل ہوا تو یہاں حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل نے مجھے کہا یہ ہیں ابوالبشر آدم علیہ السلام آپ انہیں سلام کیجئے۔ پس میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا اے صالح بیٹے اور صالح نبی خوش آمدید یہ سفر مبارک ہو۔

بخاری شریف میں حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ساتوں آسمانوں سے آپ کے گزرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جن انبیاء سے باقی آسمانوں پر ملاقات ہوئی اس کو اس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے:

دوسرے آسمان پر یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس

Marfat.com

علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

اس کے بعد احادیث میں آپ کا جنت و دوزخ کا معائنہ فرمانا مذکور ہے۔ جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آوازیں بھی آپ نے سنیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا سدرۃ المنتہیٰ عرش الٰہی کی جڑ میں ایک بیری کا درخت ہے۔ تمام عالم اور جملہ مقرب فرشتے، نبی اور رسول سب کا علم یہیں پر ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ایسا غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں آسمانوں کا سفر طے کرنے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔ جبریل نے بتایا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے بس اب آپ آگے تشریف لے جائیں۔ میں نے جبریل سے آگے بڑھنے کو کہا تو وہ بولے:

"اگر میں یہاں سے انگلی کے برابر آگے بڑھ جاؤں تو جل کر خاک ہو جاؤں گا۔"

گویا نورانیت مصطفےٰ جبریل کی نورانیت پر غالب آ گئی۔ اھ

اس طرح مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام علیہم السلام کا امام بنا کر نبی کریم علیہ السلام کی بشریت کی فضیلت کا مظاہرہ کیا گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اعلیٰ اور بلند مراتب کے باوجود مقتدی بنے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم امام اور سدرۃ المنتہیٰ پر حضور علیہ السلام کے کمال نورانیت کا مظاہرہ کیا گیا کہ نورانی مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ رکھنے والے حضرت جبریل علیہ السلام سدرہ پر رک گئے اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاص مقام

Marfat.com

سے بھی آگے بڑھے۔

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ پھر نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ایسا قرب نصیب ہوا جسے "قاب قوسین" سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اپنی قدرت کاملہ سے نبی کریم علیہ السلام سے دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا اور آپ نے اپنے رب کے جمال مبارک کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کمال قرب میں جو کچھ ہوا اُس کی طرف قرآن کریم نے اس طرح اشارہ کیا ہے۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی

بلانے والے نے جو چاہا اپنے بندے کو عطا فرما دیا۔ عام انسانوں کے پاس علم کا وہ کمال کہاں جس سے وہ جان سکیں کہ رب نے اپنے محبوب کو کیا دیا بلکہ ان میں اتنی قوت برداشت بھی نہیں کہ انہیں بتا دیا جائے کہ سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شب کیسے عظیم علم کا گنجینہ بنا دیا گیا۔ اس لامحدود و غیر متناہی علم کا متحمل صرف سینۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بنا۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سفر سے واپسی پہ اللہ تعالیٰ نے امت کے لئے بطورِ تحفہ مجھے پچاس نمازیں عطا فرمائیں۔ جب میں واپس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری اُمت پچاس وقت کی نماز کی پابندی نہیں کر سکے گی۔ خدا کی قسم میں نے تم سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے سخت برتاؤ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ احکام الٰہی کی پابندی نہ کر سکے لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس لوٹ جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجیے"، چنانچہ میں لوٹا اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم فرما دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا

Marfat.com

میں دوبارہ واپس گیا اور دس نمازیں پھر کم ہو گئیں اس آمد و رفت کا اعادہ کئی مرتبہ ہوا یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے ان میں بھی کمی کرانے کا مشورہ دیا تو میں عرض کیا کہ میں کئی مرتبہ درخواست پیش کر چکا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے پس اب میں راضی ہوں اور اپنے رب کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔

نمازوں میں یہ کمی صرف تعداد کے اعتبار سے ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے ان کا ثواب وہی رکھا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھنے والے مسلمان کو بچاس نمازوں ہی کا ثواب نصیب ہوتا ہے یہ اس رب کریم کا فضل ہے کہ اس نے اپنے حکم میں تو کمی فرما دی لیکن اپنی عطا میں کوئی کمی نہ کی۔ اس کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے وہ جس کو جتنا چاہے بغیر حساب عطا فرمائے

کفار تو نبی مکرم علیہ السلام کے ہر کمال کا انکار کرتے ہی رہتے تھے اور ہر بات پر آپ کا مذاق اڑاتے اور کسی نہ کسی تدبیر سے آپ کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جب آپ نے سفر معراج کی صبح اللہ کے حکم سے اس عظیم واقعہ کو بیان فرمایا تو ان کے ہاتھ تکذیب و تضحیک کا ایک اور موقع آیا اور حسب عادت انہوں نے حضور علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ کا مذاق اڑایا۔ آپ کے ارد گرد جمع ہو کر طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے اپنے سفر کی ایک منزل مسجد اقصیٰ بتائی ہے۔ ہم نے آسمان تو دیکھا نہیں جو ہم آپ سے اس کا حال معلوم کریں۔ ہاں ہم میں سے بہت سوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کبھی مسجد اقصیٰ نہیں گئے اگر آپ اپنے دعوے کے مطابق اس سفر میں مسجد اقصیٰ گئے ہیں تو اس کا پورا حال بیان کیجئے۔ اگر آپ نے وہاں کا سب حال صحیح بتا دیا تو ہم آپ کے اس دعوے کو صحیح تسلیم کر لیں گے۔

Marfat.com

نبی کریم علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کا سارا حال بیان فرما دیا اور اس کے متعلق کفار نے جو سوالات کئے آپ نے ان کے بھی ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے۔ آپ مسجد اقصیٰ کا حال اس طرح بتا رہے تھے جیسے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے ہو اور واقعی اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے کر بھی دیا تھا لیکن کفار نے پھر بھی انکار ہی کیا۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی کہ کفار نے نبی کریم علیہ السلام سے اپنے قافلوں کے متعلق سوال کیا جو ان دنوں مکہ سے باہر بیت المقدس کے راستے میں تھے آپ نے ان تینوں قافلوں کا حال بیان فرماتے ہوئے بتایا کہ ایک قافلہ جو بنی فلاں کا تھا (آپ نے اس کا نام بھی بتایا جس کا یہ قافلہ تھا لیکن راوی کو یاد نہیں رہا۔) مجھے مقام "روحا" پر ملا۔ اس وقت ان کی ایک اونٹنی گم ہو گئی تھی وہ لوگ اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے سامان میں مٹی کا ایک پیالہ رکھا ہوا دیکھا جس میں پانی تھا میں نے اسے پی لیا۔ پھر میں دوسرے قافلہ سے مقام "ذی طوی" پر ملا ان کے ایک اونٹ پر دو بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ ایک سفید دھاری والی اور دوسری سیاہ دھاری والی تھی۔ جب میں اس قافلہ کے قریب سے گزرا۔ تو ان کا ایک اونٹ میری سواری کی تیزی سے ڈر کر بھاگا اور گر پڑا۔ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پھر مقام "تنعیم" میں مجھے تیسرا قافلہ ملا۔ اس قافلہ کے آگے ایک بھورے رنگ کا اونٹ چل رہا ہے اس پر ایک سیاہ فام حبشی سوار ہے اور دو سیاہ بوریاں اس پر لدی ہوئی ہیں اور وہ بالکل قریب آگیا ہے۔ بس کدای کی پہاڑی سے سورج نکلتے ہی نظر آ جائے گا۔

کفار مکہ نے ان واقعات کو سن کر ان کی تصدیق کی تیاری شروع کر دی اور آخری بیان کئے ہوئے قافلہ کے انتظار میں کدی پہاڑی پر آ بیٹھے اور انتظار کرنے لگے

Marfat.com

کہ سورج کب نکلے گا۔ تاکہ ہمیں حضور علیہ السلام کی تکذیب کا ایک اور موقع ہاتھ آئے۔ تھوڑی دیر میں ایک آدمی نے کہا دیکھو سورج نکل آیا اسی کے ساتھ دوسرا آدمی چلایا دیکھو وہ قافلہ بھی نظر آگیا۔ اس کے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو سیاہ بوریاں ہیں اور ایک سیاہ فام حبشی بھی سوار ہے اور جب دوسرے روز قافلے مکہ پہنچے تو کفار نے ان سے بھی ان کا سارا حال معلوم کیا تو انہوں نے وہی کچھ بتایا جو اس سے پہلے حضور علیہ السلام بیان فرما چکے تھے۔ ان واضح دلائل کے باوجود بھی کفار نے آپ کے اس عظیم معجزے کا انکار ہی کیا اور آپ کی مزید مخالفت کرنے لگے۔

لیکن جب کافروں نے مذاق اور طعن کے انداز میں یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی تو آپ نے دشمنوں ہی کے منہ سے سن کر اس کی تصدیق فرماتے ہوئے کہا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید اور دشوار چیز میں ان کی تصدیق کرتا ہوں تو ان کے اس دعوے کو تسلیم کرنے اور اس کی تصدیق کرنے میں کس طرح تردد و تامل ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر اپنے معمول کے مطابق حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے سفر کا تمام واقعہ حضرت ابوبکر کو سنایا جس کو سن کر آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو پہلے ہی اس کی تصدیق کر چکا ہوں اور دل سے آپ کے اس عظیم معجزے کو مانتا ہوں میرے لئے آپ کا یہ بلند مرتبہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے خوشی ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر کو صدیق کا خطاب عطا فرمایا جو آپ کو پسند آیا تھا اور حضور آپ کو اسی خطاب سے پکارا کرتے تھے اور امت میں بھی آپ اسی خطاب کے ساتھ مشہور ہوئے یہاں تک کہ آپ کے نام کا ایک حصہ بن گیا کہ ابوبکر کے ساتھ صدیق ضرور بولا اور لکھا جاتا ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ معراج ایمان کی کسوٹی ہے۔ مومن کامل کے لئے اس کا سمجھ لینا اور اس پہ ایمان لانا کوئی دشوار نہیں ہے اور نہ ہی ایک مومن کے لئے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہے لیکن جب قلب نور ایمان سے منور نہ ہو تو کتنے ہی واضح دلائل کیوں نہ پیش کر دیئے جائیں اس واقعہ کو قبول نہیں کیا جا سکتا بلکہ دلائل کے ساتھ مزید الجھن پیدا ہو سکتی ہے اور انکار بڑھتا ہی جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا تامل دشمنوں کی زبان سے ہی خبر سن کر تصدیق فرما دی اور کفار نے خود نبی کریم علیہ السلام سے واقعہ کو سنا، سوال و جواب بھی کئے اور دلائل بھی سنے اور ان کو سمجھا بھی لیکن کفر و شرک کی تاریکی تمام مادی و ظاہری روشنیوں کے باوجود انسان کو ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے اور وہ سب کچھ دیکھتا، سنتا اور جانتا ہے۔ لیکن مانتا نہیں اللہ اس تاریکی سے ہر مسلمان کو بچائے۔ اور ایمان کے نور سے قلب مومن کو منور فرمائے۔

اللہ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مقام اور صلاحیت کے مطابق معراج عطا فرمائی جس کا مختصر حال مذکور ہوا اس پر ہمارا ایمان ہے اور اس ایمان کے بدلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کرم فرمایا کہ ہمیں بھی معراج کے حصول کا طریقہ ہماری صلاحیت کے مطابق بتا دیا۔ آپ نے فرمایا "الصلوٰۃ معراج المؤمنین"۔ نماز مسلمانوں کے لئے ذریعہ معراج ہے کہ اس کی پابندی دنیا و آخرت کی عزت و نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت ہے جس کو مومن کے لئے معراج قرار دینے کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ نماز معراج ہی کے موقع پر فرض ہوئی۔
۲۔ خدا کے دربار میں حاضری معراج شریف ہی کا ایک نقشہ ہے۔
۳۔ نماز میں التحیات پڑھی جاتی ہے جس میں پوری معراج شریف کے

Marfat.com

انوار و تجلیات موجود ہیں وہ اس طرح کہ نبی کریم علیہ السلام کی معراج تو یہ تھی کہ آپ نے بغیر کسی حجاب کے سر کی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا۔ یہ آپ کا ایسا کمال ہے جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہے اور آپ کے علاوہ کوئی اس مادی نظر سے دنیا میں خدا کا دیدار نہیں کر سکتا۔ پس مومن کی معراج صاحب معراج نبی کریم علیہ السلام تک پہنچ جانا اور ان کا دیدار کر لینا ہے جو اس دنیا میں ہر وقت مسلمان کے لئے ممکن ہے۔ جس کا واحد ذریعہ آپ کی اتباع و پیروی کرنا اور آپ سے محبت کرنا ہے اور اسی کا ایک حصہ تحفۂ معراج یعنی نماز کی پابندی کرنا ہے۔

مسلمانوں کو یہ نماز ایسے خلوص سے ادا کرنا چاہیئے کہ جب نمازی بیٹھ کر تشہد پڑھے تو وہ اپنے آپ کو دربار نبی کریم علیہ السلام میں حاضر یقین کرے۔ اس کی یہ عادت کبھی نہ کبھی حضور علیہ السلام کے دیدار کا ذریعہ ضرور بنے گی۔ اسی عادت کو پیدا کرنے کے لئے تشہد میں خاص طور پر یہ جملہ موجود ہے "السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ اے نبی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ حالانکہ نماز میں اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا" مفسد نماز ہے اور کسی کا خیال کرنا مکروہ ہے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام کو بحالت تشہد الفاظ مذکورہ سے پکارنا واجب اور روح نماز ہے تاکہ مومن کو دربار رسالت میں اپنی حاضری کا یقین کامل ہو جائے اس کا یہ یقین بھی کبھی نہ کبھی نبی کریم علیہ السلام کے دیدار کا ذریعہ ضرور بنے گا۔ اور جس مسلمان نے اپنی پاکیزگی، محبت و اخلاص اور اتباع و پیروی کو اتنا کامل کر لیا کہ " ایھا النبی" کہتے وقت اس کی بصیرت نور جمال محمدی کو دیکھ سکے تو بس یہی اس کی معراج ہے گویا اللہ کے نبی کی معراج اللہ کو دیکھنا اور رسول کے امتی کی معراج رسول کا زندگی ہی میں دیدار کرنا ہے جس کا ذریعہ نماز ہے، اسی لئے حضرت

Marfat.com

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نماز پڑھتے وقت اپنے دل میں حضور علیہ السلام کو حاضر کر اور یہی حالت میں السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھو"

معراج شریف کے واقعات جس طرح ہمارے دلوں میں مقام مصطفیٰ اور عظمت مصطفیٰ کا احساس بیدار کرتے ہیں اسی طرح ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر نبی کریم علیہ السلام کو معجزہ معراج کے ذریعہ فضیلت و عظمت نصیب ہوئی اسی طرح ہم تحفۂ معراج (نماز) کی پابندی کر کے پچھلی امتوں پر فضیلت و عظمت حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ قیامت کے دن نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس کوشش و محنت کے باعث ہم پر نظر کرم فرمائیں اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب ہو سکے اللہ ہر مسلمان مرد و عورت کو نماز کی پابندی اور حضور علیہ السلام سے سچی محبت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

Marfat.com

سرچشمۂ اخلاق

خدائے وحدہٗ لاشریک نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لیے مبعوث فرمایا کہ وہ اپنی امتوں کی راہنمائی کریں انہیں پیغام الٰہی پہنچائیں انہیں بدکاری اور برائیوں کے راستوں سے ہٹائیں اور کامیابی و کامرانی کا سیدھا راستہ دکھائیں۔ اور امتیوں کو پابند کیا کہ وہ نبی کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور ان کی ہر بات مانیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ	اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ	مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے
بِاِذْنِ اللّٰهِ۔	اس کی اطاعت کی جائے۔

(النساء ۶۴)

قوم کی اصلاح اور اس کو اچھا راستہ دکھانا کوئی معمولی کام نہیں۔ اس کام کی اہمیت کا اندازہ انہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو اپنے بگڑتے ہوئے خاندان یا قوم کی اصلاح کے خواہاں اور اس کے لئے کوشش کرتے ہوں ایک رہبر لیڈر خوب جانتا ہے کہ قوم سے اپنی بات منوانا کتنا دشوار کام ہے ایک حاکم خوب جانتا ہے کہ محکوم سے اپنے حکم کی تعمیل کرانا کتنا مشکل کام ہے یقیناً اس ذمہ داری کو وہی لوگ پورا کرتے ہیں جن میں غیر معمولی خصوصیات ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو رہبر، راہنما اور حاکم بنایا تو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی زبردست صلاحیتیں بھی عطا فرمائیں جن سے وہ ہر سختی کا مقابلہ

Marfat.com

کر کے ناساز گار حالات کے باوجود اپنا کام کرتے رہے اور قوموں تک پیغام الٰہی پہنچاتے رہے۔ ان میں سب سے اہم اور بنیادی خوبی "حُسنِ اخلاق" ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کسی قوم کو راہِ راست پر لانا تو درکنار، کسی فرد سے بھی اپنی بات نہیں منوائی جا سکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حُسنِ اخلاق سے اس قدر آراستہ و مزین کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے قوم کے مظالم اور زبردست زیادتیوں کے باوجود احکامِ الٰہی پہنچانے کی ذمہ داری پوری کی اور صبر و استقامت، امانت و صداقت اور شفقت و محبت کے ساتھ وہ اپنا کام کرتے رہے۔

یہ واضح حقیقت ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں گزشتہ انبیاء کی نسبت بہت زیادہ اور اُن کا کام اپنے پیشرو حضرات کے مقابلہ میں بہت سخت تھا۔ اسی لئے آپ کو صلاحیتیں اور خوبیاں بھی سب سے زیادہ دی گئیں۔ جس خوبی کا تذکرہ یہاں مقصود ہے اس کی کیفیت یہ تھی کہ حُسنِ اخلاق کا کوئی ایک حصہ آپ میں نہ تھا بلکہ آپ کی ذات اس خوبی کا عَلَم اور نشان تھی اور آپ خود ہی حُسنِ اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے کسی دوسرے شخص سے یہ خوبی حاصل کی یا سیکھی۔ جب کہ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلم و غیر مسلم سب ہی نے اخلاق حسنہ کردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے۔ اُن کی زندگی میں کہیں کوئی عیب یا نقص نہیں مل سکتا بلکہ ہر عمل، ہر ادا، اور ہر قول انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق	میں محاسن اخلاق کی تعلیم ہی کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

یعنی مقاصد بعثت میں سے ایک عظیم مقصد آپ کی بعثت کا یہ بھی ہے کہ دنیا والوں کو بتایا جائے کہ حُسنِ اخلاق کیا ہوتا ہے اور جو لوگ اپنے آپ کو حُسنِ اخلاق کے زیور سے آراستہ و مرصع کرتے ہیں تو وہ کس طرح عظمت نہ

Marfat.com

بلندی کا مقام پاتے ہیں۔ حقیقتاً اچھے اخلاق ہی کسی قوم کی خوشحالی اور سیاسی و معاشی آسودگی کا ذریعہ ہیں۔ ہمارا یہ دور شاہد ہے کہ اخلاق کے انحطاط نے ہمیں اس قدر کمزور کر دیا ہے، بدحال کر دیا ہے۔ ہمارے دور کی اصل الجھن گرانی، رشوت ستانی، ظلم و ستم، سیاسی بحران، بے روزگاری اور باہمی نفرت نہیں بلکہ حُسن اخلاق کا فقدان ہے جس کو ہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کر حاصل کر سکتے اور اپنے تمام مسائل حل کر سکتے ہیں۔ آپ دنیا میں بھیجے بھی اس لئے گئے کہ اُن کی زندگی کو نمونہ بنایا جائے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کسی رہبر یا مصلح کو قوم کے لئے علی الاطلاق نمونہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ کون ایسا ہے جس میں خوبیوں کے ساتھ برائیاں نہ ہوں۔ یہ صرف نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ اُن کی زندگی کا ہر شعبہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں کہیں نقص و عیب نہیں۔ ان کا ہر قول اور ہر عمل خدا کی مرضی کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

میرے آقا کے حُسن اخلاق کا اعلان قرآن کریم اس طرح فرماتا ہے

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اس خلق عظیم کا اندازہ لگانے کے لئے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضور علیہ السلام نبوت کے دسویں برس قبیلہ بنی ثقیف کو دعوت اسلام دینے طائف تشریف لے گئے جہاں آپ کو سخت اذیت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بدنصیبوں نے ایسا پتھراؤ کیا کہ جسم اطہر لہولہان ہو گیا اور آپ کی نعلین مبارک تک خون آلود ہو گئیں۔ واپس تشریف لائے تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر عرض کیا

"یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو ان ظالموں پر اخشبین دو پہاڑ الٹ کر

Marfat.com

تباہ کر دوں۔"

آپ نے فرمایا نہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پُشتوں سے ایسی نسل جاری کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۲۔ حضرت خباب بن الارت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مشرکین مکہ سے سخت تکالیف پہنچیں تو ایک مرتبہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی" یا رسول اللہ آپ مشرکین کے لیئے بد دعا کیوں نہیں فرماتے"؛ اس وقت آپ خانہ کعبہ کے سائے میں سر کے نیچے چادر رکھے۔ آرام فرما رہے تھے۔ میری بات سنتے ہی اُٹھ بیٹھے۔ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا اے خباب! تم سے پہلے جو لوگ گزرے ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جن سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا اور ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر پائیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاد سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اُسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

(بخاری شریف)

۳۔ حضرت زید ابن سعنہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ خود بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام خوبیوں سے پہچانا جو نبی آخر الزمان کے لیئے تورات میں لکھی ہیں۔ صرف دو عادتیں ایسی تھیں جو میں آپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر کس طرح غالب آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کی سختی، ایذا رسانی اور جہالت کس طرح آپ کے حلم کو زیادہ کرتی ہے۔ ان دونوں باتوں کو آزمانے کے لیئے میں موقع کا منتظر تھا۔ اور آپ کے شب و روز کا مطالعہ کرتا رہا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ دولت کدہ سے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے کہ ایک سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

Marfat.com

"یا رسول اللہ فلاں قبیلے کے لوگ مسلمان ہوئے ہیں اور میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ جب تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہیں رزق کی فراوانی ہو گی لیکن آج کل اُن کے یہاں سخت قحط پڑا ہوا ہے اور بہت تنگ ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگ اسلام سے ہی برگشتہ نہ ہو جائیں کیونکہ طمع مال ہی سے وہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یا رسول اللہ اگر آپ کی رائے ہو تو کچھ امداد کا انتظام فرما دیجیے۔"

حضور علیہ السلام نے حضرت علی کی طرف دیکھا تو وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ اس میں سے تو کچھ باقی نہ رہا۔ یہ سُن کر میں بڑھا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے اتنی کھجوریں اس دن تک دے دیں اور مجھ سے پیشگی رقم لے لیں۔ آپ نے سودا منظور کیا اور میں نے اُسی وقت اسّی مثقال سونا آپ کو دے دیا۔ جو آپ نے مسلم قبیلہ کی امداد کے لیے اس شخص کے سپرد کر دیا اور فرمایا جلد پہنچ کر یہ اُن لوگوں میں تقسیم کر دو۔

کھجور ملنے کی تاریخ سے دو یا تین دن پہلے میں نے آپ کو ایک انصاری کے جنازے میں دیکھا۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ جنازے سے فارغ ہو کر آپ ایک دیوار کے سہارے بیٹھنے کے لیے جا رہے تھے کہ میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیص اور چادر پکڑ لی اور ترشی سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"محمد کیا تم میرا حق ادا نہیں کرتے۔ اے عبد المطلب کے خاندان والو قسم بخدا تم حقوق ادا کرنے سے گریز کرتے جا رہے ہو۔"

میری اس حرکت کو دیکھ کر حضرت عمر چلائے اور کہنے لگے۔

"اے دشمن خدا اور رسول کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتا ہے جو میں سُن رہا ہوں اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ ختم ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں

Marfat.com

تیری گردن اُڑا دیتا۔"

حضور علیہ السلام نے بہت آرام اور تبسم کے ساتھ حضرت عمر کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اے عمر مجھے اور اسے بجائے سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے حُسنِ ادا اور اسے حُسنِ تقاضا کی تلقین کرتے۔ اے عمر اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کرو اور اسے تم نے جو دھمکایا ہے اُس کے بدلے بیس صاع کھجور زیادہ دے دو۔"

حضرت عمر مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میرا قرض ادا کر دیا اور بیس صاع کھجور زیادہ دیں۔ میں نے کہا،

"عمر کیا تم نے مجھے پہچانا؟ جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا "زید ابن سعنہ ہوں"۔ فرمایا وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے۔ میں نے کہا "جی ہاں"۔ حضرت عمر نے بڑے تعجب سے پوچھا" تم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔" میں نے کہا" اے عمر جس وقت میں نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا اُن میں وہ تمام خوبیاں دیکھیں جو اُن کے لئے توریت میں لکھی ہیں۔ صرف دو علامتیں باقی تھیں۔ جن کو میں نے پہچان لیا اور آزما لیا، پس اے عمر میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید دونوں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید نے اپنے اسلام کا اعلان کیا، مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ ہمیشہ اسلام کی خدمت میں مصروف رہے، غزوات میں شریک رہے اور غزوۂ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

ان تینوں واقعات پر غور کیجئے۔ پہلے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے لئے کس طرح تکالیف برداشت کیں اور جس قوم کے بظاہر مسلمان ہونے کی کوئی اُمید نہ تھی اُس کے لئے

Marfat.com

تباہی کو صرف اس لئے پسند نہ فرمایا کہ شاید اُس کی آئندہ نسل مسلمان ہو جائے، دوسرے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلام میں مصائب و آلام برداشت کرنے کی تلقین اُمت کو بھی فرمائی اور انبیاء سابقین پہ نازل ہونے والے مصائب کو بطور نظیر اپنے سامنے رکھا کیونکہ تبلیغ دین جس قدر ضروری اور اہم ہے اتنی ہی دشوار بھی، ہر دور میں یہ کام مشکل رہا ہے اور اس میں وہی کامیاب ہوئے ہیں جو مشکلات پر قابو پانا جانتے اور نبی کریم علیہ السلام کے نقش قدم کو اختیار کرتے ہیں۔ تیسرے واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام حقوق العباد کے معاملہ میں کس قدر محتاط تھے۔ یہاں تک کہ حق طلب کرنے والا اگر آداب کو بھی ملحوظ نہ رکھے تب بھی اُس کا حق غصب نہیں کیا جا سکتا۔

یہ اور ان جیسے تمام واقعات درحقیقت قرآن کریم کی عملی تفسیر ہیں کیونکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر حصہ قرآن کریم کے احکام کی عملی تفسیر ہی ہوا کرتا ہے۔ آپ نے خدا کے جو احکام بندوں کو پہنچائے اُن پہ عمل کر کے بھی دکھایا تاکہ دو باتیں ہمیشہ کے لئے واضح ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ خدائی احکام نہایت آسانی کے ساتھ ہر ماحول میں قابل عمل ہیں۔ قرآن کریم ایسی کتاب نہیں جس کو مقدس جان کر صرف تلاوت کیا اور پڑھا جائے۔ وہ صرف ایک علم نہیں جس کو حاصل کیا جائے بلکہ وہ ایک ضابطہ حیات ہے جس میں زندگی کو سدھارنے اور کامیاب بنانے والے قوانین ہیں جن پہ عمل کسی اعتبار سے بھی مشکل نہیں بلکہ قرآن کے احکام انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں لہذا اُس کے مطابق زندگی بسر کرنا فطری عمل ہے۔ اور اُس کے خلاف زندگی گزارنا غیر فطری طریقہ ہے جو کسی طرح انسان کو راس نہیں آ سکتا۔

دوسرے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ داعی الی اللہ اُس وقت تک دعوت میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود اُن باتوں پہ عمل کر کے نہ دکھائے جن پہ وہ دوسروں سے عمل کرانا چاہتا ہے۔ بہر حال نبی کریم علیہ السلام

Marfat.com

کا ہر کام قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے۔ اسی لئے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کہ حضور علیہ السلام کے عادات و اطوار قرآن کریم ہی تھے

قرآن کریم نے رحم کی دعوت دی تو حضور علیہ السلام نے رحم کر کے دکھایا، قرآن کریم نے عفو و درگزر کی تعلیم دی تو آپ نے صرف اپنوں ہی کی نہیں بلکہ غیروں اور دشمنوں کی بھی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف فرمایا، قرآن کریم نے عدل و انصاف کا حکم دیا تو آپ نے ہر حالت میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔ چاہے اُس سے اپنوں کو فائدہ ہوا یا نقصان۔ قرآن کریم نے بڑوں کا احترام کرنے اور چھوٹوں سے شفقت و محبت سے پیش آنے کا حکم دیا تو آپ کا یہی عمل رہا، قرآن کریم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی آپ نے وہی اختیار فرمایا، غرضیکہ حقوق اللہ یا حقوق العباد، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، دینی معاملات ہوں یا دنیوی، حضور علیہ السلام کی زندگی کے تمام شعبے ہمارے سامنے ہیں جو قرآن کریم کے عین مطابق ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

ایک مرتبہ بعض صحابہ کرام نے کفار کے مظالم سے تنگ آکر عرض کیا:

"یا رسول اللہ! آپ مشرکین کے لئے بددعا فرمائیں"

آپ نے فرمایا:

"میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں میں تو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں"

حضرت طفیل ابن عمرو کو حضور علیہ السلام نے قبیلہ دوس میں اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے بھیجا گیا وہ واپس حاضر ہوئے اور عرض کی:

"یا رسول اللہ قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بس اب آپ اُن کی تباہی کے لئے دعا کریں۔"

لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ضرور بددعا کریں گے۔ آپ نے ہاتھ اُٹھائے

Marfat.com

اور بارگاہِ الٰہی میں اس طرح عرض کیا:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْساً وَائْتِ بِھِمْ مُسْلِماً — اے اللہ قبیلۂ دوس کو ہدایت دے اور انہیں مسلمان کرکے لا۔

(مسلم مناقبِ دوس)

حضرت ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد ہجرت کرکے مکہ حاضر ہوئے کفارِ مکہ نے اُن سے کہا "تم نے اپنا دین کیوں چھوڑ دیا"؟ آپ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ آپ نے فرمایا: "میں دینِ محمدی کو اختیار کر چکا ہوں جو سب دینوں سے بہتر ہے اور خدا کی قسم اب میں تمہیں غلہ کا ایک دانہ نہ دوں گا"۔ ثمامہ غلہ کے تاجر تھے اور اہلِ مکہ انہیں سے غلہ خریدا کرتے تھے۔ جب ثمامہ نے مکہ والوں کو غلہ دینا بند کر دیا۔ تو وہ قحط میں مبتلا ہونے لگے۔ بہت چاہا کہ کسی طرح ثمامہ راضی ہو جائیں اور حسبِ معمول غلہ دینے لگیں۔ لیکن ثمامہ انکار ہی کرتے رہے۔ آخر کار مکہ کے تاجروں نے حضور کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی بدحالی بیان کی اور درخواست کی کہ ثمامہ سے غلہ دینے کی سفارش کر دی جائے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اہلِ مکہ کو پہلے ہی کی طرح غلہ دیا جائے۔ حضرت ثمامہ نے حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور غلہ دینا شروع کر دیا۔

(صحیح بخاری)

بہرحال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے دشمنوں تک کے لئے نہ بددعا فرمائی اور نہ ہی اُن کو کوئی تکلیف پہنچائی کیونکہ آپ تو حُسنِ اخلاق کے پیکر بن کر تشریف لائے تھے۔ جس کا مقتضیٰ یہی تھا۔ کہ دشمنوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جائے اس اعتبار سے اگر ہم اپنے پس منظر کا مطالعہ کریں تو بڑے دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اخلاق کی جو تعلیم دی ہم نے اُسے یکسر فراموش کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیروں اور دشمنوں کے ساتھ تو اخلاق سے پیش آنا درکنار، ہم

Marfat.com

تو اپنے عزیزوں، پڑوسیوں اور گھر والوں تک سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے، ہم کاروباری، سیاسی یا نظریاتی اختلاف کے باعث ایک دوسرے سے اِس قدر دور ہو گئے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں نہ کسی کی عزت باقی رہی، نہ دولت محفوظ رہی، ہم ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن کو ماننے کا دعوٰی کرتے ہیں لیکن سب ہی ایک دوسرے سے سہمے اور ڈرے ڈرے رہتے ہیں، صبح سے شام اسی فکر میں ہوتی ہے کہ کس طرح اپنے بھائی کو لوٹا جائے اور کس طرح اپنے ہی بھائی کے فریب سے بچا جائے، کس طرح دوسروں پر برتری حاصل کی جائے۔ اور کس طرح دوسروں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ جب کہ ہمیں ایک برادری ہونا چاہیے، ایک گھر والوں کی طرح پوری قوم کو رہنا چاہیے۔ ایک دوسری کی عزت و آبرو اور مال و دولت کا محافظ ہونا چاہیے، سادگی کفایت شعاری، دیانت داری اور باہمی میل و محبت ہمارے امتیازی نشانات ہونے چاہییں۔ دیکھیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے عمل سے ان باتوں کی کس طرح تعلیم دی۔

حضور علیہ السلام کی سادگی کا یہ حال تھا کہ آپ اپنے جوتوں کو خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ ضرورت پڑتی تو اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے، اپنی بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے، جب کوئی آپ سے ملنے آتا تو اُس کا بےحد احترام کرتے تھے، بسا اوقات اپنی چادر مہمانوں کے لئے بچھا دیتے تھے جب کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام کیا کرتے تھے۔ جب کسی سے مصافحہ کرتے تو پہلے ہاتھ نہ چھوڑتے تھے، لوگوں سے نہایت تواضع اور محبت سے ملتے تھے، بچوں کو کھیلتا دیکھتے تو انہیں گلے لگا لیتے، اُن سے باتیں فرماتے تھے۔ یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ محفل میں جگہ ہوتی تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ اگر کوئی اپنا دکھ بیان کرتا تو پوری ہمدردی سے سنتے اور کسی نہ کسی طرح اُس کی مدد بھی فرماتے تھے، اگر کوئی غلطی کرتا تو اُس کو معاف فرما دیتے تھے۔ عورتوں اور کمزوروں کے ساتھ خاص نرمی سے پیش آتے تھے، اپنی بیویوں کا

Marfat.com

پوری طرح حق ادا فرماتے تھے اُن سے محبت اور مزاح کی باتیں کر کے اُن کا دل خوش کرتے، گھر کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹایا کرتے تھے، جب کوئی وعدہ کرتے تو اُس کو پورا فرماتے تھے، زندوں کی طرح مُردوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور اُن کے لئے ہمیشہ مغفرت وبخشش کی دعا فرماتے رہتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ نے اُس کو دیکھتے ہی فرمایا یہ شخص اپنے قبیلہ کا بدترین فرد ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے بہت محبت کے ساتھ اُس سے گفتگو کی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں اُس شخص کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ آپ نے تو فرمایا کہ یہ اپنے قبیلہ کا بدترین فرد ہے لیکن پھر بھی آپ نے اس سے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ گفتگو کی"

آپ نے فرمایا:

"اے عائشہ کیا تم نے مجھے کبھی کسی کے ساتھ بدخُلقی سے پیش آتے دیکھا ہے؟ قیامت کے دن سب سے برا شخص وہ ہوگا جو لوگوں کے ساتھ بدخُلقی سے پیش آتا ہو اور لوگ اُس کی بدخلقی ہی کی وجہ سے اُس سے کنارہ کرتے ہوں"۔ (ابوداؤد ج ۲)

ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا کچھ دکھ سنانے لگا اُس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا "تم اپنی بات کرو گھبراؤ مت میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی" یہ سن کر اُس کو سکون ہوا اور بے تکلفی سے اپنی بات پوری کی۔

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ خود کھڑے ہوئے اور اُن لوگوں کی خدمت کرنے لگے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے ہوتے ہوئے آپ کو تکلیف فرمانے کی ضرورت کیا ہے۔ آپ تشریف

Marfat.com

رکھیں اور ہمیں حکم دیجئے۔ ہم خدمت کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔

"نہیں ان لوگوں نے اپنے ملک میں میرے صحابہ کا بہت احترام کیا تھا ان کا میرے اوپر احسان ہے میں چاہتا ہوں کہ بذاتِ خود ان کی خدمت کروں اور ان کے احسان کا بدلہ چکاؤں۔"

(شفا قاضی عیاض)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں خود حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ آپ نے کوہِ اُحد کو دیکھ کر فرمایا۔ اگر یہ پہاڑ بھی میرے لئے سونا بن جائے۔ تب بھی میں پسند نہ کروں گا کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہے سوائے اُس رقم کے جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکوں۔ (بخاری کتاب الاستقراض)

حضرت سہل ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

"یارسول اللہ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اور آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔"

حضور علیہ السلام کو اُس وقت چادر کی ضرورت بھی تھی۔ لہٰذا آپ نے اُس کو قبول فرما لیا۔ پھر آپ ایک دن چادر پہنے تشریف لائے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے کہا:

"یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے یارسول اللہ یہ مجھے عنایت فرما دیجئے۔"

کچھ دیر بعد نبی کریم علیہ السلام مجلس سے اُٹھے اور اندر تشریف لے گئے۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ کے دوسری چادر بندھی ہوئی تھی اور وہ چادر لپٹی ہوئی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے اُس صحابی کو بلایا اور چادر دے دی۔

وہاں موجود دوسرے حضرات کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ جب حضور علیہ السلام اندر تشریف لے گئے تو لوگوں نے اُس صحابی کو جس نے چادر مانگی تھی، بہت لعن طعن کیا اور کہا کہ تمہیں حضور علیہ السلام کی عادت کریمہ معلوم

Marfat.com

ہے پھر تم نے اُن سے کیوں ایسا سوال کیا۔ اُس صحابی نے کہا ، قسم خدا کی میں نے یہ چادر صرف اس لئے مانگی ہے کہ جس دن مرجاؤں تو یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہیل فرماتے ہیں اُن صحابی کی آرزو پوری ہوئی اور جب اُن کا انتقال ہوگیا تو اُسی چادر میں اُن کو دفن کیا گیا۔

(صحیح بخاری باب حسن الخلق)

اس واقعہ سے جہاں حضور علیہ السلام کے حُسنِ اخلاق کا پتہ چلتا ہے وہاں صحابہ کرام کے ایمان اور خوش عقیدگی کا بھی اندازہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کو یہ یقین کامل تھا کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس جسم سے لگا ہوا کپڑا ہمارا کفن بن جائے تو ہمارے جسم کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔ بے شک عام مسلمانوں کو صحابہ کی طرح اگر حضور علیہ السلام کا کپڑا نصیب نہ بھی ہو تو آپ سے محبت اور آپ کی اتباع و پیروی ہی جہنم سے آزادی اور گناہوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔

حضور علیہ السلام اپنے گھر والوں اور خدام کے ساتھ بھی نہایت تواضع اور محبت سے پیش آتے تھے اور گھر کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہ کہا۔ جب بھوک محسوس ہوتی تو جو مل جاتا کھا لیا کرتے تھے اور خدا کا شکر ادا کرتے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آپ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ نے اُن سے ترشی اور سختی سے بات تک نہ کی۔ آپ کو کسی کے بیمار ہونے کا پتہ چلتا تو خود عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے جب کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازے میں شریک ہوتے اور مرنے والے کے رشتہ داروں کو تسلی دیا کرتے تھے اگر کوئی دعوت کرتا تو محبت سے اس کو قبول فرماتے، معمولی لوگوں اور غلاموں تک کی دعوت کو خوشی سے قبول فرماتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابومسعود انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں کسی بات پر غصہ کی حالت میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سُنی :

" اے ابومسعود جان لو کہ جتنی قدرت تمہیں اپنے اس غلام پر ہے اس سے کہیں زیادہ تم پر تمہارے خدا کو قدرت حاصل ہے "

میں نے مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ میں گھبرا گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اس غلام کو خدا کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں آپ نے فرمایا :

" اے ابومسعود اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تم کو جلا دیتی "

(ابوداؤد کتاب الادب باب حق الملوک)

حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا : " یا رسول اللہ ہم اپنے خادم کو دن بھر میں کتنی دفعہ معاف کیا کریں۔ آپ خاموش رہے۔ دوبارہ اُس شخص نے یہی سوال کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر اُس نے پوچھا تو آپ نے فرمایا " ستر بار " یعنی اگر تمہارا غلام ایک دن میں ستر بار بھی غلطی کرے تو بھی تم اس کو معاف کر دیا کرو "

(ابوداؤد کتاب الادب باب حق الملوک)

نبی کریم علیہ السلام کے اخلاق و عادات کے یہ چند واقعات آپ کی زندگی کے ہر پہلو کو نمایاں کرنے اور یہ واضح کر دینے کے لئے کافی ہیں کہ آپ کی ذات سرچشمہ اخلاق اور پیکر اخلاق ہے اور آپ کی یہی خوبی ہے جس نے آپ کو دنیا اور تاریخ انسانیت کے خود ساختہ لیڈروں اور مصلحین سے ممتاز کیا اور دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ بلا شبہ آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے والا یہ یتیم بچہ، عرب کے ریگستانوں میں پروان چڑھنے والا یہ عظیم انسان ہی درحقیقت انسانیت کا مصلح، رہبر اور رہنما ہے۔ اس نے دنیا کو جو درسِ اخلاق دیا اس کی نظیر نہ آج تک پیش کی جا سکی اور نہ قیامت تک اس جیسا محسنِ انسانیت پیدا ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

آئیے اس محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کی کیفیت اُن حضرات کی زبانی بھی سنیں جو سالہا سال اور مدتوں ان کے ساتھ رہے اور اُنھوں نے ہر اعتبار سے آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا۔

نبی کریم علیہ السلام کی پہلی بیوی اور مسلمانوں کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ جنہوں نے زندگی کے پچیس برس آپ کے ساتھ گزارے۔ انھوں نے حضور علیہ السلام پر پہلی وحی نازل ہونے کے موقع پر آپ کو ان الفاظ کے ساتھ تسلی دی تھی۔

خدا کی قسم خدا آپ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا، آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اُٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی مدد کرتے ہیں مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(بخاری باب بدء الوحی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اُمت مسلمہ پر یہ عظیم احسان ہے کہ اُنھوں نے دیگر امہات المؤمنین کی بہ نسبت سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کے عادات و اخلاق امت تک پہنچانے کا کام کیا۔ آپ نے فرمایا:

"نبی کریم علیہ السلام کبھی کسی کو بُرا بھلا نہ کہتے تھے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرتے تھے، بلکہ درگزر کیا کرتے تھے۔ اور معاف فرما دیتے تھے۔" (جامع ترمذی و شمائل ترمذی)

آپ کو جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تھا تو اُن میں سے جو آسان ہوتی اُس کو اختیار فرماتے۔ جب کہ وہ خلافِ شرع نہ ہو، آپ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہ لیا، آپ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہ کی، آپ نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو، کسی عورت کو یا کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے نہ مارا، آپ نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہ فرمائی جب کہ وہ ناجائز نہ

Marfat.com

ہو، آپ جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خوش اور مسکراتے ہوئے آتے، دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے تھے، باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کرتے تھے کہ یاد کرنے والے آسانی سے یاد کر سکیں۔"

(شمائل ترمذی، طبقات ابن سعد، صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ السلام کے زیر تربیت پروان چڑھے، اور آغاز نبوت سے آپ کی عمر کے آخری دن تک آپ کے ہمراہ رہے' ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُن سے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات سنانے کی فرمائش کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح گویا ہوئے:

آپ خندہ جبین، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے، بات بات پر شور نہیں کرتے تھے، کوئی برا کلمہ زبان سے نہیں نکالتے تھے، عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے، کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو اس سے اعراض فرما لیتے تھے۔ اور کوئی آپ سے اُس کی اُمید رکھتا تو اُس کو مایوس کرتے اور نہ ہی ایسی بات کو منظور فرماتے تھے بلکہ خاموشی اختیار فرما لیتے تھے، اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں، بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اُس میں دخل دینا، دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے، کسی کو برا نہ کہتے تھے کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہ رہتے تھے، وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا، جب آپ کلام کرتے تو صحابہ اس طرح سر جھکا کر سنتے۔ جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، جب آپ چپ ہو جاتے

Marfat.com

تب وہ آپس میں بات چیت کرتے تھے، کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک اُس کی بات ختم نہ ہوتی آپ توجہ سے سنتے رہتے، لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے، جن باتوں پر تعجب کرتے، آپ بھی کرتے، کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل سے سنتے، دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہ کرتے تھے، لیکن اگر کوئی آپ کے احسان و اکرام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرما لیتے، جب تک بولنے والا خود چُپ نہ ہو جاتا۔ آپ درمیان سے اُس کی بات نہ کاٹتے، نہایت فیاض، نہایت راست گو نہایت نرم طبع، نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی اچانک آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا، لیکن جیسے جیسے قریب ہوتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔

(شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ہیں جنہیں دس برس سے زیادہ نبی اکرم علیہ السلام کے دربار میں ایک خادم، ملازم کی حیثیت سے شب و روز حاضری کا موقع نصیب رہا ہے اُنہوں نے مختلف مواقع پر مختلف انداز سے نبی کریم علیہ السلام کے اخلاق و عادات کو بیان کیا ہے۔ ان کی چند روایات ملاحظہ ہوں، حضرت انس رضی اللہ بیان فرماتے ہیں:-

نبی کریم علیہ السلام ایک مرتبہ میرے مکان پر تشریف لائے اور پینے کے لئے پانی مانگا میں نے بکری کا دودھ پیش کیا۔ آپ کے بائیں طرف حضرت ابوبکر سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دائیں طرف ایک بدو (دیہاتی) بیٹھے تھے۔ آپ نے دودھ پی لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتانا چاہا کہ باقی دودھ ان کو دے دو۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ "داہنی طرف والے کا حق ہے" یہ کہہ کر بقیہ دودھ بدو کو

Marfat.com

عنایت فرما دیا۔

(بخاری شریف)

ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے دیکھا کہ مسجد میں کسی نے ناک صاف کی ہوئی ہے آپ نے خود ایک کنکر اٹھایا اور دست مبارک سے گندگی کو صاف کر دیا اور فرمایا "آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔

(سنن نسائی، کتاب المساجد)

نبی کریم علیہ السلام سب سے زیادہ شجاع بہادر تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آ گئے۔ لوگ مقابلے کے لئے تیار ہونے لگے لیکن سب سے پہلے جو باہر نکلا وہ خود حضور علیہ السلام تھے آپ نے یہ بھی انتظار نہ کیا کہ گھوڑے کی زین کسی جائے۔ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر آپ سوار ہو کر ان تمام مقامات کو دیکھ آئے جہاں سے خطرہ ہو سکتا تھا اور واپس آ کر لوگوں کو اطمینان دلایا کہ کوئی خطرہ نہیں۔

(صحیح بخاری)

ایک مرتبہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ نے اپنا پیٹ کپڑے سے کس کر باندھا ہوا ہے میں نے وہاں موجود لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا۔ کہ آپ نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا ہے اور بھوک کی وجہ سے پیٹ باندھ لیا ہے۔

(مسلم شریف)

ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے کسی کام سے بھیجنا چاہا میں نے منع کر دیا اور باہر چلا آیا، فوراً ہی کسی نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ پھر پیار

Marfat.com

سے فرمایا۔ "انس! جس کام کے لیے کہا تھا۔ اب تو چلے جاؤ" میں نے عرض کیا اچھا جاتا ہوں، اسی واقعہ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ "میں نے دس برس حضور علیہ السلام کی ملازمت کی، لیکن آپ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ انس تم نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہ کیا اور نہ ہی آپ کبھی ناراض ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب الادب)

حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں گا لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ یہ خیال کر کے کہ اگر اس بچے کی ماں جماعت میں ہو گی تو اُس کو اپنے بچے کے رونے سے تکلیف ہو رہی ہو گی۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تک وہ دوسروں سے بے غرض صرف خدا کے لئے محبت نہ کرے۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

یہ ہیں چند نمونے اُس ذاتِ اقدس کے خلقِ حسن کے جس کو خدا نے مسلمانوں کے لئے اُسوہ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور جس کے خلق کو "خلق عظیم" کا نام دیا گیا جو انسان کا حسین ترین زیور ہے اور خدا کی بڑی نعمت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اس نعمت کے ملنے پر ہر وقت خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ	خدا کا شکر ہے جس نے میری
حَسَّنَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ	صورت اور سیرت دونوں ،

Marfat.com

کو حسین بنایا۔

(مشکوٰۃ شریف)

تری خلق کو رب نے جمیل کیا ترے خُلق کو رب نے عظیم کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

یہ پیکرِ اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ بھی اچھے اخلاق و کردار کو اپنائے اور "خیر اُمت" کی حیثیت سے دنیا کے سامنے اعلیٰ و کامیاب زندگی گزارنے کا نمونہ پیش کرے۔ اسی لئے تو آپ نے فرمایا۔

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا	مومن کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف)

صرف ظاہری عبادتوں میں کمال پیدا کر کے اپنے آپ کو متقی اور مومن کامل سمجھ لینا بہت بڑی خود فریبی ہے۔ کمالِ ایمان یہ ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی، عبادتوں کی پابندی کے ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کیا جائے۔ والدین، بیوی، بچوں، اعزاء و اقارب کے حقوق کو تلف کرنے والا عبادت گزار شریعت مطہرہ کی نظر میں نہ متقی ہے اور نہ ہی مومن کامل۔ پھر فرمایا گیا،

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ	ہر مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا خون، مال اور عزت و آبرو حرام ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ	مسلمان کا مسلمان بھائی ہوتا ہے نہ وہ اُس پر ظلم کرتا ہے نہ اُسے چھوڑ دیتا ہے اور نہ ہی اُسے حقیر سمجھتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلمانوں کی "اخوۃ" بھائی بندگی کا یہ درس مسلم معاشرے کا ماحول ایسا چاہتا ہے جیسے ایک گھر کا ماحول ہوتا ہے جس میں شوہر، بیوی اور اُن کے لڑکے،

Marfat.com

لڑکیاں رہتے ہیں۔ نہ وہاں کوئی کسی کی چوری کرتا ہے، نہ کوئی کسی کو بُری نظر سے دیکھتا ہے، نہ کسی کو کسی سے اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا پورا معاشرہ ایسا ہی مطلوب ہے "وہ چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان کسی کی دولت، عزت، بیوی، بیٹی پر بُری نظر نہ ڈالے بلکہ ایک دوسرے کی ہر چیز کا محافظ بنے"۔ اب مسلمانوں کا معاشرہ جس میں یہ خوبی نہ ہو بلکہ چوری ہو، ڈکیتی ہو، زنا و بدکاری، قتل و غارت ہو، رشوت ستانی، ایک دوسرے کو دھوکا دینا کمال سمجھا جاتا ہو، غرور و تکبر، ریا و نمود، شان ہو، ظلم و ستم ادا بن جائے۔ ایسا معاشرہ "مومنین کاملین" کا معاشرہ ہرگز نہیں کہلایا جا سکتا، ایسے معاشرے کے مسلمانوں کو اپنی ظاہری عبادتوں پر مطمئن نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے اپنے نفس سے، اپنے ماحول سے جہاد کرنا چاہیے

نبی کریم علیہ السلام نے ہر حال میں خدا کی مخلوق سے حسن اخلاق، میل و محبت اور نرمی کے ساتھ پیش آنے اور اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی اور آپ نے اپنی زندگی میں اس حقیقت کو ایک نمونہ کے طور پر پیش فرمایا کہ ایک انسان دنیاوی اور ظاہری وسائل نہ ہوتے ہوئے بھی صرف اپنی اچھی عادتوں اور بہترین اخلاق سے اپنے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے، اپنے عزائم کی تکمیل کر سکتا ہے اور بگڑی ہوئی قوم چاہے کتنی ہی سخت ہو اس کو راہِ راست پر لا سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ کا کمالِ حسن اخلاق اتنا عظیم تھا جس نے آپ کی شخصیت کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ممتاز کیا۔ حق وہی ہے جو صاحب قصیدہ بردہ شریف نے اِن الفاظ میں بیان کیا:

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَّفِي خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

"نبی کریم علیہ السلام کو خلقت اور اخلاق میں انبیاء پر فوقیت حاصل ہوئی۔ اور اُن کا سا علم اور اُن کا سا کرم کسی کو نصیب نہ ہوا"

Marfat.com

خدا وہ وقت لائے کہ مسلمان حضور علیہ السلام کی تعلیمات کو سمجھیں اور اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ پُرسکون زندگی حاصل کرنے کے لئے کسی قوم کے پاس ایسا عظیم نمونہ اور طریقہ نہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو عطا فرمایا اور اگر امت اس کو اپنا لے تو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی طریقہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہم سب کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

Marfat.com

پیدائش کا دن

بہت سے خوشی اور بہت سے غم کے دن تاریخ انسانیت میں ناقابلِ فراموش ہیں لیکن ان سب کی حیثیت قومی، ملکی اور وقتی ہے صرف ایک دن ایسا ہے جو عالمی ہے جس سے تمام کائنات اور ہر قسم کی مخلوق کا تعلق ضرور بنتا ہے۔ وہ ایسا دن ہے جس کا ذکر اس کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے بھی تھا آج بھی ہے، آئندہ بھی ہوتا رہے گا اور قیامت میں بھی ہوگا۔ وہ ہے انسانوں، جنوں، فرشتوں، جانوروں اور تمام مخلوق کے آقا و مولیٰ، رسولوں کے سردار، آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن، اُن کی سالگرہ کا دن، جس کو منانے کے لئے آج ہم اور آپ بھی جمع ہوئے ہیں۔ یہ اُس رسول کی پیدائش کا دن ہے جو:۔

نعمتِ عظمیٰ یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی تمام نعمتوں میں سب سے عظیم، سب سے بڑی اور سب سے اہم نعمت ہے۔ جس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم میں کیا گیا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	بیشک اللہ نے بڑا ہی احسان کیا
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا	مسلمانوں پر کہ اُن میں اُن ہی میں
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ	سے ایک رسول بھیجا۔

(آل عمران ۱۶۴)

Marfat.com

نعمتیں تو بے شمار ہیں لیکن جس نعمت پر اظہار احسان خالق کے شایان ہے وہ صرف بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس نعمت پر خدا کا احسان جتلانا ہی اس کے سب سے بڑی، نعمت عظمیٰ ہونے کا واضح ثبوت ہے اور احسان تو اسی پر جتلایا جاتا ہے جو نعمت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ پس وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے رسول کی رسالت کا اعتراف کیا، اُن کی اتباع و پیروی کا عہد کیا اور وہ اس کے بدلے خیرِ امت قرار پائے۔

دنیا کی تمام نعمتیں عارضی اور فانی ہیں کہ وہ ملتی ہیں تو یا تو کچھ دن بعد چھین لی جاتی ہیں اور یا انسان مر جاتا ہے اور یہ نعمتیں خود بخود چھوٹ جاتی ہیں۔ ماں، باپ، بیوی، بچے، گھر، دولت، سامان آسائش سب نعمتیں ہیں لیکن سب ہی چھنتی رہتی ہیں یا چھوٹتی رہتی ہیں۔ لیکن نعمتِ عظمیٰ اور اُس کی معرفت ملی ہوئی نعمتیں ابدی ہیں کہ نہ چھینی جاتی ہیں اور نہ چھوٹتی ہیں۔ جیسے ایمان، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام نیکیاں، کہ ان کی برکتیں مسلمانوں کو اس دنیا میں بھی ملتی ہیں اور مرنے کے بعد بھی اِن ہی کا ثواب کام آتا ہے اور خود وہ نعمت عظمیٰ اگرچہ ہماری نظروں سے اوجھل پردے میں ہے لیکن بخدا نہ وہ ہم سے چھوٹی ہے اور نہ چھوٹے گی وہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حال کو دیکھتے اور ہماری باتوں کو سنتے ہیں۔ جب ہم اُن کا ذکر کرتے ہیں تو وہ ہماری طرف توجہ فرماتے ہیں اور جب ہم درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں تو وہ اُس کو سنتے ہیں اور صرف یہی نعمتِ عظمیٰ قیامت میں بھی ہمارے کام آئے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دن نبی کریم علیہ السلام سے عرض کیا" یارسول اللہ قیامت کے دن ہم آپ کو کہاں تلاش کریں،" آپ نے فرمایا:" میں تین مقامات پر سے کسی ایک مقام پر موجود ہوں گا۔ یا تو میزان پر جہاں میری اُمت کے اعمال کا وزن ہو گا کہ اگر کسی کی نیکیاں کم ہوں گی

Marfat.com

تو میں اُنہیں پورا کر دوں گا اور یا تم مجھے حوضِ کوثر پر پاؤ گے کہ میں اپنی پیاسی اُمت کو برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید پانی پلاتا ہوں گا۔ جس کے پینے کے بعد پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔

اور یا تم مجھے پل صراط پر دیکھو گے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ایک راستہ ہے جس پر سے خیریت کے ساتھ گزرنے والے جنت میں داخل ہوں گے اور اس سے کٹ جانے والے جہنم میں گر پڑیں گے میں یہاں اپنی امت کے خیریت سے گزر جانے کی دعا کرتا ہوں گا۔ رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ اے میرے رب میری اُمت کو سلامتی سے گزار دے۔

(مدارج النبوۃ ص۴۹۱)

کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رب سَلِّم صدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ اُس رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے جو:۔

تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ

رحمۃ للعالمین فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے

(الانبیاء: ۱۰۷)

آپ کو تمام جہانوں کے رب نے تمام جہانوں، اپنی تمام مخلوق کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا کہ رب تمام جہانوں کا پالنے والا ہے لیکن اُس کی ربوبیت کا ذریعہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے لیکن ہر چیز کی خلق اور پیدائش کا سبب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر اپنے

Marfat.com

کلام کا شرف بخشا اور اپنی کتاب توریت عطا فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

"الٰہی تو نے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی جو مجھ سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔"

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا:

فخذ ما اتیتك وكن	پس تمہیں جو کچھ ہم نے دے دیا
من الشاكرين ومت على	اس پر شکر کرو اور موت تک
التوحيد وحب محمد	توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صلى الله عليه وسلم	کی محبت پر قائم رہو۔

یہ ارشاد سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے یا اللہ توحید کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیوں ضروری ہے

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن
لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَّ اُمَّتُہٗ لَمَا	کی اُمت نہ ہوتے تو میں جنت،
خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ	دوزخ، سورج، چاند اور رات
وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا	دن، مقرب فرشتے، انبیاء کسی کو
اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا	پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ تجھے
مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا وَّ	بھی پیدا نہ فرماتا
لَا اِيَّاكَ	(مواہب)

یہ ایک اہم شہادت ہے اس حقیقت پر کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہی تمام مخلوق کے وجود کا ذریعہ اور سبب ہے، حق تو یہ ہے کہ رب کی ربوبیت کے اظہار کا سبب بھی وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی سے ثابت ہوتا ہے

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ	تو اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی

Marfat.com

اَلرَّبُوْبِیَّۃ — رب ہونے کو ظاہر کرتا۔
(مدارج النبوۃ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا — وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!
جان ہیں وہ جہان کی — جان ہے تو جہان ہے

خدا کی رحمت سے مایوسی وناامیدی کی ممانعت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

(الزمر ۵۳)

جانوں پر ظلم اور زیادتی کرنے والوں یعنی گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہو جانے والوں کو مایوسی وناامیدی سے منع کیا جا رہا ہے اور رحمت کا سہارا پکڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ وہی رحمت ہے جو خدا کی سب سے بڑی نعمت بھی ہے اور کائنات کے وجود کا سبب بھی جس کا حصہ انسانوں جانوروں، جنوں، فرشتوں، پتھروں، درختوں، زمینی مخلوق، آسمانی مخلوق سب ہی کو ملتا ہے تو اس پر ایمان لانے والے، اس سے محبت کرنے والے، اس سے نسبت قائم کرنے والے، اس کی پیدائش کی خوشیاں منانے والے، اس سے کیوں کر مایوس وناامید ہوں، ہم سب گناہگار ہیں۔ برائیوں میں مبتلا ہیں لیکن آج رحمت عالم کے در پر بھکاری بن کر حاضر ہوئے ہیں۔ اگر ہم اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہو جائیں اور نبی کریم علیہ السلام کی اتباع و پیروی کا عزم کر لیں تو ضرور ہمارے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ اور دنیا وآخرت میں ہمیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا نصیب

Marfat.com

ہو گا۔

یہی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی پیدائش پر اظہارِ مسرت حکمِ الٰہی کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۔ — تم کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں

(یونس، ۵۸)

جس رحمت پر خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ہم یہاں جمع ہیں۔ اور جس کے در سے ہم رحمت کی بھیک مانگ رہے ہیں وہ ہم سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم بھی دوسروں پر رحم کریں۔ فرمایا گیا۔

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ — جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

یہ اس مقدس نبی کا یوم پیدائش منایا جا رہا ہے جو:-

رؤف و رحیم

ہے جس کے خزانوں میں اپنے در کے بھکاریوں کے لئے رحم ہی رحم، کرم ہی کرم ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ — بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول تم ہی میں سے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا دشوار ہے۔ جو تمہاری بھلائی کے بیحد چاہنے والے رحم فرمانے والے ہیں۔

(التوبہ: ۱۲۸)

Marfat.com

سبحان اللہ ہمیں کیسا عظیم وشفیق نبی نصیب ہوا جس کو ہماری تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے وہ ایسے رؤف ورحیم ہیں کہ امتیوں کے لئے دنیا کی فلاح وبہبود اور آخرت کی نجات کا خود ہی انتظام فرماتے ہیں۔ وہ دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں صرف اللہ کا پیغام ہی نہ پہنچایا بلکہ زندگی گزارنے کے ایسے طریقے بھی سکھائے جن کو اپنانے والے دنیا میں آرام وسکون بھی پا سکتے ہیں اور ایک بہترین قوم بھی کہلا سکتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں حکومت کرنے، تجارت کرنے کے طریقے سکھائے۔ اعزا واقربا، دوست واحباب سے تعلقات قائم رکھنے کی تعلیم دی، انہوں نے ہمیں دنیا میں امن قائم کرنے، آپس میں محبت کرنے کی تاکید فرمائی۔ انہوں نے ہمیں ظلم، بے انصافی، غربت وتنگدستی، جہالت اور انسانوں کو تباہ کرنے والی ہر چیز کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے فرمایا۔

- امیری مال کی کثرت کا نام نہیں بلکہ امیری دل کی امیری کا نام ہے۔ (بخاری ومسلم)
- جو شخص مستغنی بنتا ہے خدا اُس کو مستغنی بنا دیتا ہے۔ اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔ (بخاری ومسلم)
- وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی وجہ سے جنگ کرے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔ (ابوداؤد)
- ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔ (بخاری ومسلم)
- رحم صرف بدنصیب ہی سے چھینا جاتا ہے (ترمذی)
- انسان اپنے دوست کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو تم دیکھ لیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔ (ابوداؤد)
- قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری شریف)
- جو چاہتا ہے کہ اُس کے رزق میں کشادگی ہو اور عمر میں زیادتی تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

- باپ بہشت کے دروازوں میں سے ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کی حفاظت کر اور چاہے تو اس کو کھو دے۔ (ابنِ ماجہ)
- خدا نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کر دی ہے (بخاری و مسلم)
- جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (بخاری)
- وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے اچھی باتیں کہے اور اچھی باتیں پہنچائے۔ (بخاری و مسلم)
- جس نے کسی مسلمان کو دنیا کی تکلیف سے نجات دلائی اللہ اُس کو قیامت کی تکلیف سے نجات دے گا۔ (مسلم)
- تم میں سے ہر شخص اپنے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرے۔ (ترمذی)
- جو دل چاہے کھاؤ اور جو دل چاہے پہنو جب تک فضول خرچی اور تکبر تمہارے پاس نہ آئے۔ (بخاری شریف)
- جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کے لئے بھی پسند کرو تم کامل مسلمان ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)
- دنیاوی ساز و سامان کو اپنے لئے ضروری و لازم نہ جانو کہ وہ دنیا کی طرف تمہاری رغبت کا سبب بن جائے۔ (ترمذی)
- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے بندے تو میری مخلوق پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (ترمذی)
- بہادر وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بہادر وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے اوپر قابو پالے (بخاری و مسلم)
- صدقہ مال کو کم نہیں کرتا اور خدا اپنے بندے کو معاف کرنے سے عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص خدا کے لئے انکساری کرتا ہے خدا اُس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

- تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ (بخاری)
- جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا۔ (ترمذی)
- خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو اس حال میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے اور اس پر خدا کی تعریف کرے یا ایک گھونٹ پیے اور اس پر خدا کی تعریف کرے۔ (مسلم)
- پانی کے برتن میں پیتے وقت سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ابن ماجہ)
- جس شخص کے سر اور داڑھی کے بال ہوں اُس کو چاہیے کہ ان کو اچھی طرح رکھے۔ (ابو داؤد)

یہ چند ارشادات نمونہ ہیں اُس رؤف و رحیم آقا کی تعلیم کا جو ہماری دنیا کو سدھارنا، سنوارنا اور ہمیں ایک بہترین قوم بنانا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے ہماری اُخروی نجات کے لئے خدا کی اطاعت و فرمانبرداری اور اپنی اتباع و پیروی کی دعوت دی۔ اور ہم سے یہ وعدہ بھی فرمایا۔

شفاعتی لاھل الکبائر۔ قیامت کے دن میری شفاعت گناہگاروں کے لئے ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

وہ ایسے رؤف و رحیم ہیں کہ گناہگاروں کا بھی سہارا بنتے ہیں بے شک ہم گناہگار ہیں لیکن خوش نصیب ہیں کہ ان سے اظہار محبت کرتے رہتے ہیں۔ ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور اُن کے سہارے پر ہم یقین و اعتماد کرتے ہیں۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

بد سہی، چور سہی، مجرم ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

حضرت علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں

Marfat.com

فرماتے ہیں:

هُوَالْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجىٰ شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وہی حبیب ہیں کہ اُمید کی گئی اُن کی شفاعت کی ہر شدت و مصیبت میں جو سختی کے ساتھ اُن کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہے۔

یہ اُس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ کا مقدس دن ہے جو:

اُسوۂ حسنہ انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا بہترین نمونہ ہیں جن کی ہر ادا قابلِ عمل ہے۔ فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ	بیشک تمہارے لئے اللہ کے
اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ	رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ	ہے۔ اُس کے لئے جو اللہ اور
الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا	آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو

اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو۔ (النجم ۲۱،۲۰)

پس جو رسول نمونہ ہو، ہر اُمتی کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کو اُس کی زندگی کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔ اور یہ یقین رکھے کہ بہتر زندگی وہی ہو گی جو رسول کی زندگی کے مطابق گزرے گی۔ اسی لئے فرمایا گیا

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ	اور جو کچھ تمہیں رسول دے وہ
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ	لو اور جس سے منع کرے اُس
عَنْهُ فَانْتَهُوْا	سے رُک جاؤ۔

(الحشر۔ ۷)

انسان کی فلاح و بہبود رسول کے دامن سے وابستہ ہے پس اُسے چاہیے کہ رسول کی دی ہوئی چیز کو اپنائے۔ چاہے اُس میں بظاہر دشواری معلوم ہو اور رسول نے جن چیزوں سے منع فرمایا اُن کو چھوڑ دے، اُن سے نفرت کرے چاہے بظاہر اُس عمل میں کتنا ہی نقصان نظر آتا ہو اسی میں انسان کا فائدہ ہے

Marfat.com

اور یہی خدا کی خوشنودی کا ذریعہ بھی ہے

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ — جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
جس کام پہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے میں اُسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں آپ کے حال سے کسی بات کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔

(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:
میں نے حضور علیہ السلام کو بغیر چھنے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا۔ اس لئے میرے واسطے بھی آٹا نہ چھانا جایا کرے۔

(طبقات ابن سعد ج ۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا۔
"اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا" (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کو شوربے میں لوکی کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے دیکھا اس دن سے میں لوکی بہت پسند کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع و پیروی اسی یقین کے ساتھ تھی کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے ہمیں اُنہی کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور یہی حال ہر زمانہ میں اُن نیک و متقی مسلمانوں کا رہا جن کے اسمائے گرامی کامل مسلمانوں کی فہرست میں آتے ہیں مسلمانوں کی تو شان یہ ہے کہ

Marfat.com

مصور دیکھنا تصویر میری یوں بنائی ہو
ادھر حکم محمد ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

انسان بہرحال اپنی زندگی گزارنے کے لئے ایک رہبر اور رہنما کا محتاج ہے اور جب ہم ان راہبروں اور رہنماؤں پر نظر ڈالتے ہیں جو یا تو انسانوں پر مسلط ہوگئے اور یا انسانوں نے اپنی ناقص عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے اُن کو اپنا راہبر بنالیا۔ ہمیں وہ ہرگز اس قابل نظر نہیں آتے کہ ان کو رہبر تسلیم کیا جائے۔ نہ وہ انسانوں کے مزاج سے واقف، نہ اُنہیں انسان کی فطرت کا علم، نہ ماضی پر اُن کی نظر، نہ مستقبل ان کے سامنے، اُن کی تعلیمات نہایت پوچ اور ناقص، جو کہیں اُس پر خود عمل کرکے دکھا نہ سکیں، یہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں انسانوں کے لئے اُسوہ حسنہ اور رہبر کامل بنا کر اُس خدا نے بھیجا جو انسان کا خالق ہے۔ لہذا اُس نے اُن کو انسان کی ضروریات کے مطابق علم بھی عطا فرمایا، عقل بھی اور عمل کی قوت بھی، اُن کی تعلیم ایسی کامل و مکمل ہو گئی کہ کسی چیز کی کمی باقی نہ رہی۔

کس چیز کی کمی ہے آقا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

ایسا رسول کامل مل جانے کے بعد انسان کو کسی دوسرے کے در پہ جانے کی کیا ضرورت باقی رہی اور اگر کوئی جاتا ہے تو جایا کرے۔ وہ کیوں جائے جس نے اس اُسوہ حسنہ کا کلمہ پڑھ کر اپنی گردن میں اُن کی غلامی کا طوق ڈال لیا ہے اور ان کو اپنا رہبر تسلیم کر لیا ہے۔ ہمیں فخر ہے اور ہر مسلمان کو فخر ہونا چاہیے کہ ہمارا رہبر جن خوبیوں اور کمالات والا ہے آج دنیا اُس کے مقابلے میں کسی کو پیش نہ کر سکی اور نہ قیامت تک اُس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اُس کا دربار عام ہے جو چاہے اِن کو اپنا رہبر تسلیم کرے اور کامیابی و کامرانی کی ضمانت لے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

Marfat.com

آج اُس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے جو رحمت
بن کر دنیا میں تشریف لایا۔ مقام نبوت جو انسانیت کا

خاتم النبیین اعلیٰ ترین مقام ہے۔ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا اور وہ جو اول خلق ہیں آخری نبی قرار پائے۔ ان کی بعثت کے ساتھ ہی نبوت اپنے عروج و کمال کو پہنچ گئی۔ اب کون ان سے اعلیٰ و اکمل ہو سکتا ہے جس کو تاج نبوت پہنایا جائے۔ اور ان میں کون سی کمی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے کسی اور کو اس منصب پر فائز کیا جائے۔ آخر انسانی زندگی کا کون سا پہلو باقی ہے گا جس کی رہبری کے لئے کوئی دوسرا رہنما بھیجا جائے۔ ان کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ پس اعلان کیا گیا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں آخری نبی ہیں

(الاحزاب: ۴۰)

نبی تو دنیا میں دین سکھانے آتا ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا وہ کامل و مکمل ہے۔ یہ دین گذشتہ ادیان کی طرح قومی اور وقتی نہیں بلکہ ہر دور اور ہر قوم کے لوگوں کی کامیابی کا ضامن ہے خود خدا فرماتا ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کر لیا۔

(المائدہ ۳)

دین کامل ہوگیا، انسان [illegible] پوری ہو چکی اور اسلام خدا کا پسندیدہ دین قرار [illegible] کسی نبی کی کیا ضرورت باقی رہی

Marfat.com

اب نبی دنیا میں آکر کیا کام کرتا گذشتہ نبی تو تاروں کی مانند تھے جو آفتاب ہی سے فیض حاصل کر کے تاریکیوں کو وقتی طور پر چھانٹتے رہے۔ اب تو خود آفتاب نبوت طلوع ہو گیا۔ نہ تاریکی رہی اور نہ تاروں کی گنجائش رہی پچھلے نبیوں کی شریعت اور دین بھی ختم ہو چکے کہ آفتاب کے سامنے تاروں کی چمک کہاں ٹھہر سکتی ہے۔

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل الٰہی ہیں اور گذشتہ انبیاء اس آفتاب کے تارے ہیں جو لوگوں کو تاریک زمانہ میں ہدایت کی روشنی دکھاتے رہے۔

ہاں وہ دین کامل جو نبی آخر الزمان نے ہمیں عطا فرمایا اگرچہ قیامت تک رہے گا لیکن اس کی تبلیغ و اشاعت ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے محروم نہ رہیں تو یہ کام خود خاتم النبیین نے ان افراد کے سپرد فرمایا جو اس دین کا علم حاصل کریں گے اور اُن کے تقویٰ و پرہیزگاری کے باعث فیضانِ نبوت اُن پر جاری ہوتا رہے گا۔ یہ ہیں حضرات علماء کرام جن کے لئے نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں؛

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ — بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں

(ترمذی و ابن ماجہ)

یہ نبی کے وارث ضرور ہیں مگر نبی ہرگز نہیں۔ اس اُمت پر یہ خدا کا فضل ہے کہ ہر دور میں علماء کی جماعت پیدا ہوتی رہی اور انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری ہی رہے گا۔ یہ علماء خادم شریعت اور مبلغ دین ہوتے ہیں۔ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اس راہ میں آنے والے مصائب کو برداشت کرتے ہیں۔ جو سیکھتے ہیں وہی سکھاتے ہیں۔ دین میں کسی تبدیلی یا تغیر کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں۔ دین کی خدمت اور پیغام رسول کی اشاعت کے بدلے اِن کو جو مقام حاصل ہے اُس کا ذکر

Marfat.com

خود اُس نبی نے کیا جس نے اِن کو اپنا وارث بنایا ہے فرمایا گیا،

وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ	اور بیشک عالم کے لئے زمین و
لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَ	آسمان کی تمام مخلوق اور پانی میں
مَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ	سمندر کی مچھلیاں دعائے مغفرت
فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَ اِنَّ	کرتی ہیں اور بیشک عالم کا مرتبہ
فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ	عبادت گزار پر ایسا ہے جیسے
كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ	چودھویں کے چاند کی فضیلت
عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ	دوسرے ستاروں پر

(ترمذی و ابن ماجہ)

بہر حال نبی کریم علیہ السلام اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ ختم نبوت آپ کا وہ وصف ہے جس کا انکار کفر ہے اور اس کا منکر واجب القتل ہے۔ اس پر ہمیشہ اہل اسلام کا اتفاق و اجماع رہا ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وَدَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ	ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع
وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ	کفر ہے۔

یہ دن ہے اُس کی سالگرہ کا جو:

نورِ عالم

ایک ایسی روشنی جس کے وجود سے تمام عالم منور و روشن ہوا، ظلم و ستم، جور و جفا کی تاریکیاں چھٹیں، دلوں کی سیاہی ہٹی، جو دل اس دل کے سامنے آیا روشن ہو گیا۔ جو چہرہ اس کے چہرے کے سامنے آیا چمک اُٹھا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اللہ فرماتا ہے:

Marfat.com

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

(المائدہ ۱۵)

حضرت عبداللہ بن نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا سُمِّيَ سِرَاجًا

اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی نورانیت سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کو سراج منیر فرمایا گیا۔

(تفسیر مدارک)

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں:—

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے ہی کی وجہ سے دھوپ و چاندنی میں آپ کا سایہ نہ تھا اور اسی وجہ سے آپ کے جسم اور کپڑوں پر مکھی نہ بیٹھتی تھی"

اس نور کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں لیکن اللہ اپنے نور کو پورا ہی کرے گا چاہے کافر برا ہی مانیں۔

(التوبہ ۳۲)

اس آیت کے متعلق حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

يَقُوْلُ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّهْلِكُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہلاک کردیں۔

(تفسیر درِ منثور)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ نور اُس وقت چمک چکا تھا جب نہ وقت تھا نہ زمانہ، نہ زمین تھی نہ آسمان، چاند و سورج تھے نہ تارے، خود نورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ سب سے پہلی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا میرا نور ہے

میرے اُستاد مکرم غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی دامت برکاتہم العالی اپنے ایک مقالہ میں اس حدیث کو مدارج النبوۃ سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا، اس کی تصحیح فرمانا، اس پہ اعتماد کرکے اِس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبد الغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث ثانی نوع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق "الحدیث الصحیح" فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔"

(مقالات کاظمی ج ۱ ص ۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: "اے جبریل تمہاری عمر کتنی ہے؟" تو جبریل نے عرض کیا "یا رسول اللہ! مجھے کچھ خبر نہیں۔ ہاں

Marfat.com

اتنا ضرور جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب پر ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور میں نے اُسے بہتر ہزار مرتبہ چمکتے دیکھا ہے" تو آپ نے فرمایا

وَعِزَّةِ رَبِّیْ اَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَبُ	مجھے میرے رب کی عزت کی قسم ہے میں ہی وہ تارا ہوں۔

(روح البیان ج ا ص۹۷۴)

حضرت آدم علیہ السلام جو ابو البشر، تمام انسانوں کے باپ، انسانِ اوّل، زمین پر خدا کے پہلے خلیفہ اور نبی ہیں ان کے متعلق حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد حکم دیا "اے آدم اپنا سر اُٹھاؤ" جب اُنھوں نے سر اُٹھایا تو عرش کے پردوں پر ایک نور دیکھا تو خدا سے عرض کیا "اے رب یہ نور کیسا ہے" پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ ایک نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد میں ہوگا۔ آسمان پر اُس کا نام احمد اور زمین پر محمد ہوگا۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اے آدم میں نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان کو"۔

حضرت ابن عباس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ بعض صحابہ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا "یا رسول اللہ آپ نبی کب بنائے گئے" جواب میں آپ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ	میں اُس وقت نبی ہو چکا تھا۔ جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(بخاری و مشکوٰۃ)

بہرحال حضور علیہ السلام کا نور ہونا اور اس نور کا تمام مخلوق سے پیدا کیا جانا واضح ہے اِسی نور کی نبوت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کیا

Marfat.com

جب کہ یہ کائنات وجود میں بھی نہ آئی تھی۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ	اور یاد کرو جب اللہ نے
النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ	پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔
كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ	جب میں تم کو کتاب و حکمت
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ	دوں پھر تمہارے پاس وہ
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ	رسول تشریف لائے جو تمہاری
قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ	کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا	ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور
اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا	ضرور اُس کی مدد کرنا۔ فرمایا
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ	کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر
	میرا ذمہ لیا۔ سب نے عرض
	کیا ہم نے اقرار کیا فرمایا تو
	ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ
	اور میں اب تمہارے ساتھ
	گواہوں میں ہوں۔

(آل عمران - ۸۱)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں سے یہ عہد حضور علیہ السلام کی رفعت شان کا مظاہرہ فرمانے کے لئے لیا گیا۔ اور اس عہد کو اتنی اہمیت دی گئی کہ عہد کرنے والوں کو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ بنایا گیا۔ اور پھر عہد لینے والا خدا خود بھی اس پر گواہ بنا۔

اس نور مقدس کا پہلا امین ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا گیا اور اُس کو اُن کی پیشانی میں رکھا گیا جس کی وجہ سے آپ کی پیشانی چمکنے لگی اور اسی کی عظمت کے باعث آپ مسجود ملائکہ بنے۔ حضرت علامہ

Marfat.com

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ کَانَ فِیْ جَبْھَۃِ اٰدَمَ

بے شک فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے لئے سجدے کا حکم اسی واسطے دیا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

اور اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوا تو انہوں نے عرض کیا "اے میرے رب بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف فرما دے۔" اللہ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچانا جب کہ ابھی تو میں نے ان کو بظاہر پیدا ابھی نہیں فرمایا۔ آدم نے عرض کیا "اے میرے رب جب تو نے مجھے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو" عرش کے ستونوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا پس میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ یقیناً تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پیارا ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور جب تو نے ان کے وسیلہ کے ساتھ معافی چاہی ہے تو اے آدم میں نے تمہیں بخش دیا اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ فرماتا۔

(زرقانی علی المواہب)

Marfat.com

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں!

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ
مِنْ زَلَّۃٍ بِکَ فَازَ وَھُوَ اَبَاكَ

آپ وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب ہو گئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ نور مقدس ان کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کے پاس امانت رہا۔ اور پھر ہمیشہ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر نبی اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور یہ نور اُن کی پیشانی میں منتقل ہو گیا۔ جس کی برکت سے وہ ان تمام آزمائشوں میں کامیاب و کامران ہوتے رہے جن کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے اور تعمیر کعبہ سے فارغ ہو کر آپ نے اسی نور کے چمکنے کی دعا کی۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ وَ	میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا
بَشَارَۃُ عِیْسٰی	اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری
	ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

پھر یہ امانت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نصیب ہوئی جس کی برکت سے آپ کو ذبیح اللہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات یعنی ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی یادوں کو قیامت تک کے لئے محفوظ فرما دیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی چالیس پشتوں کے بعد حضرت عدنان کا نام آتا ہے اور اُن کی بیس پشتوں کے بعد نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان ساٹھ پشتوں کا فاصلہ ہوا اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام امین اس نور کی برکت سے ہر قسم کی برائی اور بدکاری

Marfat.com

سے محفوظ رہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَمْ يَلْتَقِ أَبَوَايَ قَطُّ عَلَى سِفَاحٍ

كَيْنُونَتِي فِي آبَائِي مِنْ لَدُنْ	حضرت آدم سے لے کر میرے
آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ	آباؤ اجداد تک کوئی زانی نہ

ہوا سب نے نکاح کیا۔

(مواہب لدنیہ)

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی یعنی خود حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

"میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد و عورت بطور سفاح (بلا نکاح) نہیں رہے" کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں دخل بھی نہیں مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہ ہوئی۔ یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مہذب و مصفیٰ کر کے منتقل کرتا رہا جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش و غیر قریش و علیٰ ہذا تو میں بہترین شعبے میں رہا۔"

(مقالات کاظمی ج ۱ ص۹۶)

ظہورِ نور

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اب اس نور کے ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے اور خاندان بنو ہاشم کے فرزند عبد المطلب کی پیشانی اس سے منور ہے جس کی برکت نے اہل عرب میں معزز و مکرم بنا دیا ہے۔ اور اُن کا حال یہ ہے کہ:

Marfat.com

جسم سے خالص مشک کی خوشبو آتی تھی، حضور علیہ السلام کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا، قریش سخت قحط کے وقت آپ کا ہاتھ پکڑ کر کوہِ شبیر پر لے جاتے اور آپ کے ذریعہ خدا کا قرب چاہتے اور آپ کے وسیلہ سے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے نور کی برکت سے اُن کی دعا قبول فرماتا، قحط دور ہو جاتا اور سارا عرب بارانِ رحمت سے سیراب ہو جاتا تھا۔ (زرقانی)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

نبی کریم علیہ السلام کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب کو ملا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن وہ حطیم میں سوئے ہوئے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن ولباس کا لباس زیب تن ہے وہ اپنی یہ حالت دیکھ کر حیران ہوئے۔ ان کے والدین ان کو کاہنوں کے پاس لے کر گئے اور سب حال بیان کیا۔ کاہنوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو نکاح کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ پہلے آپ کا نکاح صفیہ بنت جندب سے ہوا۔ جن سے حارث پیدا ہوئے اور صفیہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپ نے دوسرا نکاح فاطمہ بنت عمرو سے کیا جن سے باقی اولاد اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔

عبدالمطلب کو زمزم کا کنواں کھودنے کا شرف بھی حاصل ہوا جو ایک عرصہ سے بند پڑا تھا۔ اس وقت اُن کا صرف ایک بیٹا حارث تھا انہیں اسی دوران خیال آیا کہ اگر میرے اور بیٹے ہوتے تو یہ کام میرے لئے کتنا آسان ہو جاتا۔ اُنہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کی کہ:

"اے ربِ کعبہ اگر تو مجھے پورے دس بیٹے عطا فرمائے تو میں اُن میں

Marfat.com

سے ایک کو تیرے نام پر قربان کر دوں گا۔"

عبد المطلب کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دس بیٹے عطا فرمائے جو اُن کی نظروں کے سامنے جوان ہوئے۔

ایک دن عبد المطلب کعبہ میں سو رہے تھے کہ خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔

"عبد المطلب اس گھر کے رب کے لئے جو نذر مانی تھی اس کو پورا کرو۔"

عبد المطلب گھبرا کر اُٹھے اور ایک مینڈھا ذبح کر کے غریبوں کو کھلا دیا۔ دوسرے دن پھر خواب میں وہی آواز آئی کہ:

"اے عبد المطلب اس سے بڑی چیز قربان کرو۔"

آپ نے بیدار ہو کر اونٹ ذبح کیا اور غریبوں کو کھلا دی۔ تیسرے دن سوئے تو پھر آواز آئی کہ:

"اس سے بڑی چیز قربان کرو۔"

آپ نے سوال کہ اس سے بڑی کیا چیز قربان کروں۔ جواب ملا:

"عبد المطلب اپنے بیٹے کی قربانی کرو جس کی تم نے نذر مانی تھی۔"

عبد المطلب نے بیدار ہو کر سب بیٹوں کو جمع کیا اور سارا حال بیان کیا بیٹوں نے عرض کیا:

"آپ ہم میں سے جس کو چاہیں قربان کر دیں۔ عبد المطلب نے کہا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے جسکا نام نکلے گا اس کو ذبح کیا جائے گا۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبد اللہ کا نام نکلا جو سب سے چھوٹے، سب سے حسین اور عبد المطلب کے بہت چہیتے تھے ان کی پشت میں نور عالم منتقل ہو چکا تھا جس سے اُن کی پیشانی چمکتی تھی۔

عبد المطلب نے پیارے بیٹے کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور مکہ سے باہر چل دیئے۔ ادھر قریش کے سردار اور تمام لوگوں کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ عبد المطلب کے پیچھے ہو لئے۔ عبد المطلب نے

Marfat.com

عبداللہ کو لٹا کر گلے پر چھری رکھی ہی تھی کہ ایک شور برپا ہو گیا، اے عبدالمطلب! رُک جاؤ۔ ہم تمہیں ایسا ہرگز نہ کرنے دیں گے۔ کیونکہ اگر تم نے بیٹے کو ذبح کر دیا تو انسانوں میں ہمیشہ کے لئے یہ طریقہ جاری ہو جائے گا چلو کسی کاہن کے پاس چل کر اس کا بدل معلوم کریں یا تم اپنے رب کے سامنے عذر پیش کرو وہ ضرور تمہیں معاف کر دے گا"

عبدالمطلب اپنی قوم کے ساتھ ایک کاہنہ کے پاس پہنچے جس کا نام قطبہ تھا اور اُس کو سب حال بتایا اس نے پوچھا تمہارے یہاں ایک انسان کا کتنا خون بہا مقرر ہے جواب ملا" دس اونٹ" اس نے کہا بس دس اونٹوں اور اس نوجوان کے نام کا قرعہ ڈالو اور جب تک قرعہ میں اونٹ نہ نکلیں قرعہ اندازی کرتے رہو۔ اس طرح کہ ہر مرتبہ دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ کاہنہ کے کہنے کے مطابق قرعہ اندازی کی گئی۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ عبدالمطلب اور اُن کے ساتھی بہت خوش ہوئے سو اونٹ ذبح کئے گئے۔ غریبوں، ور اہل عرب میں تقسیم کئے گئے۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہ بلکہ حضرت عبداللہ ہی کی قرار پائی اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ دونوں اللہ کی راہ میں قربانی کے لئے پیش ہوئے اور میں اُن کا بیٹا ہوں۔ یہ واقعہ سیرت کی اکثر کتابوں میں موجود ہے اور اس کو مواہب لدنیہ سے حضرت علامہ کاظمی صاحب نے بھی اپنے ایک مقالہ میں نقل فرمایا ہے۔ یہ واقعہ نبی کریم علیہ السلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی عظمت اور اُن کا شرف ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ کو بڑی ہی محبت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے اور اُن کو ایک ممتاز شخصیت کا مقام دیتے تھے درحقیقت یہ برکت تھی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس

Marfat.com

کے آپ آخری امین تھے۔

حضرت عبداللہ جوان ہوئے تو اُن کے حسن وجمال، اخلاق حمیدہ اور بلند مقام کے باعث مکہ کی حسین وجمیل عورتیں اُن سے تقرب حاصل کرنے کی آرزو کرتیں۔ جب کہ عبدالمطلب کسی اچھے خاندان کی لڑکی سے ان کا نکاح کر دینا چاہتے تھے۔

ایک خثعمی عورت نے جو نہایت ہی حسین، دولت مند، توریت کی عالمہ اور کاہنہ تھی، حضرت عبداللہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ساری دولت کی پیش کش کی اور آپ کے قرب کی آرزو مند ہوئی۔ لیکن حضرت عبداللہ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے برائی سے محفوظ رکھا۔ چند ہی دن کے بعد آپ کا نکاح وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی حضرت آمنہ سے ہوگیا اور پہلے ہی ہفتہ میں نورِ عالم کی امانتدار بن گئیں یعنی حمل قرار پاگیا۔

حضرت عبداللہ پھر ایک دن اسی خثعمی عورت کے قریب سے گزرے اُس نے آپ کو بغور دیکھا اور منہ پھیر لیا۔ آپ نے پوچھا "آج تجھے کیا ہوا کہ میری طرف توجہ بھی نہیں کرتی۔" وہ کہنے لگیں میں نے تمہاری پیشانی میں ایک نور چمکتا دیکھا تھا جس کو حاصل کرنے کی غرض سے میں تمہارے قریب ہونا چاہتی تھی لیکن آج مجھے وہ نور تمہاری پیشانی میں نظر نہیں آرہا۔ معلوم ہوتا ہے تم نے کسی عورت سے صحبت کرلی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "تو نے سچ کہا میرا نکاح ہوگیا ہے اور میں نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہے" اس عورت نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا "بڑی خوش نصیب ہے وہ عورت جو تمہارے بچے سے حاملہ ہوئی ہے جو عظمت اس کو ملی اور جو مقام اُس کا ہوا نہ کسی کا ہوا اور نہ کسی کا ہوسکتا ہے۔

(مدارج النبوۃ)

وہ جس کے نور سے چمکی تھی پیشانی　　اسی کی تھی میں طالب اسی کی تھی میں دیوانی

Marfat.com

مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے   سُنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، نعمت عظمیٰ، رحمۃ للعالمین، رؤف و رحیم، اُسوۂ حسنہ، خاتم النبیین اور نور عالم بن کر اس تاریک عالم کو چمکانے کے لئے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم میں پہنچا اور آپ اس کی حاملہ ہوئیں تو آپ پر جو کیفیات طاری ہوئیں اور جو عجائبات پیش آئے، مستند روایات کے مطابق اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فرشتوں کو حکم دیا کہ تمام جہانوں میں اعلان کر دیا جائے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آج شب اپنی والدہ کے رحم میں منتقل ہو چکا ہے اور عنقریب ہی تمام عالم اس سے منور ہونے والا ہے اس آواز کو جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق نے سُنا۔ خدا نے انہیں قوت گویائی عطا فرمائی اور سب نے آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ مبارک ہو اب وہ آنے والا ہے جس کی رحمت سے صرف انسانوں ہی کو نہیں بلکہ تمام مخلوق کو حصہ نصیب ہوگا۔ اب وہ آنے والا ہے جو دنیا سے ظلم و ستم اور برائیوں کی تاریکیوں کو چھانٹنے لگا اس شب بُت اوندھے ہو گئے، کعبہ نے مقام ابراہیم کی طرف جھک کر سجدہ کیا، اس میں موجود سب سے بڑا بت ہبل اوندھا ہو گیا۔ ہزاروں برس سے فارس میں جلنے والی آگ بجھ گئی، کسریٰ کے محل کے کنگرے ٹوٹ گئے۔ قیصر کی عمارتوں میں دراڑیں پڑ گئیں، شیطان اپنے چیلوں کو جمع کر کے ماتم کرنے لگا جنوں اور شیطانوں کا آسمانوں پہ داخلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، حالت حمل میں عام طور پہ عورتوں کو جو تکالیف رہتی ہیں، حضرت آمنہ کو ایسی کوئی تکالیف نہ ہوئیں۔ بلکہ آپ اپنی طبیعت پر فرحت و سرور محسوس کرتی تھیں اور آپ کا چہرہ چمکتا تھا، خواب کی

Marfat.com

کی حالت میں آپ کو نبی آخرالزماں کی ماں بننے پر مبارک باد کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ نبی کریم علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں،

ثُمَّ اِنَّ اُمِّیْ رَاَتْ فِیْ مَنَامِھَا اِنَّ الَّذِیْ فِیْ بَطْنِھَا نُوْرٌ

پھر بے شک میری ماں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پیٹ میں نور ہے۔

ھٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِیْبِ بِہٖ
وَلَیْسَ فِیْ حَمْلِھَا کَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ

یہ تو ہو چکا کہ آپ کی والدہ حاملہ ہوگئیں اور اُن کے حمل میں نہ کچھ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی۔

از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات
وز نسیم فیض تو شاداب تر روضِ الصفا

دنیا میں اس نور کے چمکنے سے پہلے ہی اس کے آخری امین حضرت عبداللہ کی وفات ہوگئی جن کی عمر ابھی پچیس برس ہی کی تھی۔ فطرتاً آپ کی رفیقۂ حیات کو محبوب شوہر کی جدائی نے متاثر کیا اور وہ خاصی غمزدہ ہوئیں لیکن جس نور کی وہ حاملہ تھیں اسی سے انہیں سہارا ملا کہ وہ غمزدوں کا سہارا ہی بن کر دنیا میں تشریف لانے والا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ کے انتقال پر فرشتوں نے خدا سے عرض کیا "اے رب تیرا آنے والا نبی یتیم ہوگیا" خدا نے فرمایا "میں خود اُس کا حافظ و مددگار رہوں"۔ (مواہب لدنیہ)

بقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے "حضور علیہ السلام کو اس لئے یتیم کیا گیا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اُن کی اعلیٰ تربیت اور خوبیاں ایک اپنے سرپرست کے باعث ہیں" حقیقت یہ ہے کہ غیرتِ الٰہی نے اپنے محبوب کو اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنایا۔ دنیا میں آنے سے پہلے ہی باپ کا سایہ اُٹھا، ابھی چھ برس کی عمر بھی نہ ہو پائی تھی کہ ماں بھی رخصت ہوگئیں،

Marfat.com

آٹھ برس کی عمر کو پہنچے تو دادا بھی چل بسے، چچا ابوطالب کو بھی ایک موقع پر فرمایا کہ "اگر تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہے تو مجھے تمہارے کسی تعاون کی ضرورت نہیں"۔ ان ظاہری اور مادی سہاروں کو صرف یہی ثابت کرنے کے لئے ختم کیا گیا تھا کہ وہ نبی جو خود سارے جہانوں کے لئے رحمت بن کر آیا کسی اعتبار سے دنیا والوں کا محتاج نہیں بلکہ دنیا تو اپنے وجود میں بھی اسی کی محتاج رہی۔

وَکَیْفَ تَدْعُوْ اِلَی الدُّنْیَا ضَرُوْرَۃُ مَنْ
لَوْلَاہُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْیَا مِنَ الْعَدَمِ

ضروریات ایسے شخص کو دنیا کا محتاج کیسے بنا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا وجود میں ہی نہ آتی۔

باب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوتی ہیں اور وہ مہمان جس کے لئے زمین کا فرش بچھایا گیا اور آسمانوں کا شامیانہ لگایا گیا۔ اب آتا ہے رات کی تاریکی چھٹ رہی ہے، صبح کے نور کے ساتھ خدا کا نور چمک رہا۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے ہر طرف بہار ہی بہار ہے ایسی بہار جس کے بعد خزاں نہیں رحمت بارش برس رہی ہے ایسی رحمت جس کے بعد زحمت نہیں۔ اس وقت کی کیفیت خود حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں

آپ کے دادا عبدالمطلب حسب معمول کعبہ میں تھے اور میں گھر میں اکیلی تھی کہ مجھے درد زہ شروع ہوا۔ اسی دوران میں نے ایک ہولناک آواز سنی جس سے میں ڈر گئی۔ اچانک ایک سفید پرندہ ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا بازو میرے سینے پر پھیرا جس سے ڈر اور درد جاتا رہا۔ مجھے سکون ہوا آنکھ کھولی تو میرے سامنے ایک پیالہ تھا میں پیاسی تھی۔ میں نے پیالہ لیا اور اس میں جو کچھ تھا اسے پی لیا۔ پھر ایک نور سا ظاہر ہوا تو میں نے اپنے پاس کچھ عورتوں کو کھڑا دیکھا جو قدو قامت اور

Marfat.com

حسن و جمال میں عبد مناف کی لڑکیوں کی طرح تھیں۔ انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں حیران تھی کہ یہ کون ہیں اور ان کو کس نے میرے حال کی خبر دی۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں اور دوسری نے بتایا کہ میں مریم عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہوں اور یہ ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔ پھر میں نے اوپر نظر اٹھائی تو ہوا میں بےشمار مردوں (فرشتوں) کو کھڑے دیکھا جن کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن ہیں۔ پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے۔ جنہوں نے آکر میرے حجرے کو ڈھانپ لیا۔ ان کی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے تو میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ پر لگا ہوا تھا۔

(مدارج النبوۃ)

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

قَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ	میری والدہ کے لئے، ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے اُن کے لئے ملک شام کے محلات، روشن ہو گئے

(مشکوٰۃ)

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی دایہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور کے جسم مبارک کا نور چراغ کی روشنی پر غالب ہے اور اس وقت میں نے چھ عجائبات خاص دیکھے

Marfat.com

اول یہ کہ جب آپ شکم مادر سے ظاہر ہوئے تو آپ نے سجدہ کیا۔
دوسرے یہ کہ آپ نے سر مبارک اٹھا کر اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه فرمایا۔
تیسرے یہ کہ آپ کے جسم مبارک کے نور سے پورا گھر روشن ہوگیا۔
چوتھے یہ کہ حسب دستور میں نے آپ کو غسل دینا چاہا۔ تو ایک غیبی آواز آئی" اے صفیہ تم تکلیف نہ کرو یہ قدرتاً غسل کئے ہوئے پیدا ہوئے ہیں
پانچویں یہ کہ آپ مختون تھے اور آپ کا نال بھی کٹا ہوا تھا۔
چھٹے یہ کہ جب میں آپ کو کرتہ پہنانے لگی تو میں نے آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان پیٹھ پر ایک گول نشان دیکھا جس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه لکھا ہوا تھا۔ (طیب الوردہ صفحہ ۱۴)

وَامْتَلَأَتِ الدُّنْيَا نُوْرًا — ساری دنیا نور سے بھر گئی

(نزہۃ المجالس)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِيْنَ

Marfat.com

یوم عاشوراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

جو کچھ تمہیں رسول دے پس اس کو لے لو اور جس سے وہ تم کو روکے پس رک جاؤ۔

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جس کے لئے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اکرموا شہر اللہ المحرم	اللہ کے مہینے محرم کی عزت کرو
فمن اکرمہ اکرمہ اللہ بالجنۃ	جو اس کی عزت کرے گا جنت
ونجاہ من النار	میں اس کی عزت کی جائے گی اور
	وہ جہنم کی آگ سے آزاد ہو جائیگا

یعنی حضور علیہ السلام نے واضح طور پر اس مہینے کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینے میں خاص طور پر مسلمانوں و شریعت کی پابندی زائد کرنا چاہیئے اور اپنا زیادہ وقت خدا کی عبادت میں گزارنا چاہیئے اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا:

من صام عشرا ایام من	جس نے محرم کے پہلے دس دنوں
اول المحرم فکانما	میں روزے رکھے گویا اس نے دس
عبد اللہ عشرۃ	ہزار سال راتوں کو خدا کی عبادت
الاف سنۃ وقام لیالیہا	کی اور دنوں میں روزے رکھے۔
وصام نہارہا	

Marfat.com

محرم کے پہلے دس دنوں میں روزہ رکھنے کا اتنا عظیم ثواب یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محرم میں خاص طور پر عبادت بہت پسند ہے جس کا اندازہ دوسری حدیثوں سے بھی ہوتا ہے لیکن محرم کی دس تاریخ جس کو یوم عاشوراء (عاشورے کا دن) کہتے ہیں۔ عبادتوں کے ثواب اور تاریخی واقعات کے اعتبار سے بہت ہی اہم ہے۔ نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مَن صَامَ یوم عاشوراء	جس نے عاشورے کے دن کا
کتب اللہ لہ ثواب عبادۃ	روزہ رکھا اللہ اس کو ساٹھ سال
ستین سنۃ قام لیا لیھا	راتوں کو نماز پڑھنے اور دنوں میں
و صَامَ نہار ھا	روزہ رکھنے کا ثواب عطا فرمائیگا۔

دوسرے موقع پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَو انفق مومن بملاء	اگر کوئی مسلمان اللہ کے لیے زمین بھر
الارض ذھبا مادرک	سونا بھی خرچ کرے تو بھی عاشورے
فضیلۃ یوم عاشوراء	کی عبادت کا ثواب نہیں پا سکے گا
فمن صامہ فیہ فتحت ثمانیۃ	تو جو کوئی عاشورے کے دن روزہ
ابواب الجنۃ یدخل من	رکھے تو قیامت کے دن اس کے
ایھا شاء	لئے جنت کے آٹھوں دروازے
	کھول دیئے جائیں گے جس سے چاہے
	وہ جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت یزید بن سلیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان کو روتے دیکھا وہ بیمار تھے میں نے خیال کیا کہ مرض کی تکلیف کی وجہ سے رو رہے ہیں جب میں نے ان سے رونے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ آج عاشورے کا دن ہے میں بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا مجھے صدمہ ہے کہ میں ایک عبادت سے محروم ہو گیا کیونکہ میں نے

Marfat.com

حضور علیہ السلام سے سُنا
مَن صَامَ یوم عاشوراء

لم یمسہ النار ابداً

جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

جس طرح عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا اتنا زائد ثواب ملتا ہے اسی طرح اس دن نماز پڑھنے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے، غریبوں کی مدد کرنے رشتے داروں اور مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنے، والدین کی خدمت کرنے، غرضیکہ ہر نیکی کرنے کا بہت ثواب ملتا ہے۔

Marfat.com

شہادت سیدنا امام حسین علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ

بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (پ ۲، البقرہ ع ۳، آیت ۱۵۴)

آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ محرم کا ہے جس کا اہم ترین واقعہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے اس موقعہ پر اسی واقعہ کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نواسے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے تھے ان کی ماں جنتی عورتوں کی سردار حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے بہت محبت تھی لہٰذا ان کے دونوں صاحبزادوں حسن اور حسین سے بھی بے حد پیار تھا حسن و حسین سے حضور علیہ السلام کی محبت کا اندازہ لگانے کے لیے چند واقعات سنیئے۔

ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب سے گذرے تو حسین کے رونے کی آواز سنی آپ گھر میں تشریف لائے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو فرمایا "بیٹی حسین کو مت رلایا کرو مجھے ان کے

Marfat.com

رونے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت حسین قریب بیٹھے تھے جب آپ سجدے میں گئے تو حضرت حسین آپ کی پیٹھ پر چڑھ گئے حضور علیہ السلام نے پیارے نواسے کو اتارنے کی بجائے سجدے سے سر اس وقت تک نہ اٹھایا جب تک وہ خود پیٹھ پر سے نہ اتر گئے۔

غرضکہ نبی کریم علیہ السلام کو آپ سے بیحد محبت تھی جس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت حسین جب مدینہ منورہ میں ۴ر شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر نواسے کی ولادت کی مبارکباد دی اور اسی کے ساتھ یہ خبر بھی سنائی کہ آپ کے یہ پیارے نواسے خدا کی راہ میں شہید کیے جائیں گے یہ خبر اتنی عام ہو گئی تھی کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ کے علاوہ تمام صحابہ کرام کو بھی پتہ تھا کہ اس نواسہ رسول کی گردن پر چھری چلائی جائے گی لہذا نانا، ماں اور باپ کے علاوہ تمام صحابہ حضرت حسین کو خدا کا سپاہی اور دین کا محافظ جان کر ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے لیئے دعا کیا کرتے تھے کہ:

اللہم اعط الحسین صبرا و اجراً اے اللہ! حسین کو مصیبتوں پر صبر عطا فرما اور قیامت کے دن ان کا بدلہ بھی عطا فرما۔

حضرت حسین کی عمر پانچ ہی برس کی ہوئی تھی کہ نبی کریم علیہ السلام دنیا سے پردہ فرما گئے اس طرح اگرچہ حضرت حسین کو حضور علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے کا کوئی زائد موقع نہ ملا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں شریعت کی پابندی اور اسلام کی محبت و حفاظت کا جذبہ پیدا فرمایا تھا وہ یہ خیال کرتے تھے کہ اگر میں نے ہی اپنے نانا جان کے لائے ہوئے دین کی حفاظت نہ کی تو پھر کون اس ذمہ داری کو پورا کرے گا آپ نے اسی احساس کی وجہ سے شریعت کی پابندی کا بھی حق ادا کر دیا اور دین کی حفاظت کی ذمہ داری کو بھی پوری طرح سے ادا کیا۔

Marfat.com

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے چھ مہینے بعد ہی دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں اور والد مولائے علی رضی اللہ عنہ کو ۴۰ھ رمضان کی اکیس تاریخ کو شہید کر دیا گیا آپ کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ۵۰ھ ربیع الاول میں شہید کر دیا گیا اس وقت ان کی عمر ۴۶ سال کی تھی یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا اس طرح اب حضرت امام حسین تنہا تھے اور آپ پر تمام اہل بیت کی ذمہ داری تھی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائی یہاں تک کہ رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کے بعد ان کا لڑکا یزید مسلمانوں کا خلیفہ بنا اس وقت اس کی عمر چونتیس سال کی تھی اور یہ آوارہ مزاج تھا اس کو شریعت وغیرہ کی پابندی کا کوئی خیال نہ تھا اس قدر بے غیرت تھا کہ پہلے ہی دن بھرے دربار میں اس نے علی الاعلان خود بھی شراب پی اور اس کے ساتھیوں نے بھی پی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو جب یزید کی اس حالت کا پتہ چلا تو آپ نے اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے اور اس کو اپنا خلیفہ تسلیم نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ ایک متقی نیک انسان اور رہبر نواسۂ رسول ایک فاسق بدکردار شخص کو اپنا خلیفہ اور حاکم کیسے مان سکتا تھا اگر حضرت امام حسین علیہ السلام یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیتے تو آپ کو اس کی خلاف شرع حرکتوں پر بھی راضی ہونا پڑتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ تمام بدکرداریاں جن پر حضرت امام حسین راضی ہوتے اسلام کا حصہ سمجھی جانے لگتیں اور شریعت میں داخل ہو جاتیں اس طرح صحیح اسلام اور اصل شریعت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے اور اسلام کے اس عظیم نقصان کا جواب خدا کے یہاں حضرت امام حسین کو دینا پڑتا لہذا انہوں نے اسلام کی پوری طرح حفاظت کرنے کا فیصلہ کیا لیکن دوسری طرف یزید نے بھی حضرت امام حسین سے اپنی خلافت منوانے کا فیصلہ کیا کیونکہ حضرت امام

Marfat.com

حسین کے بیعت نہ کرنے تو یزید اپنی بڑی بے عزتی سمجھتا گویا

"امام حسین علیہ السلام نے حفاظتِ اسلام کو اپنا مقصد بنایا اور
یزید نے اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کا فیصلہ کیا،،

یزید اپنے مقصد کی تکمیل کے لیئے مختلف طریقوں سے امام حسین سے بیعت کا مطالبہ کرتا رہا اور امام حسین شریعت کی پابندی کرتے ہوئے بیعت کرنے سے گریز کرتے رہے یہاں تک کہ اس سلسلے میں آپ پر سب سے پہلی مصیبت یہ آئی کہ حالات سے مجبور ہو کر آپ کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ آپ نے اس مصیبت پر صبر کیا اور ۴ شعبان ۶۰ھ کو آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچے اس وقت یہاں کے گورنر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ تھے جب ان کو امام حسین کے مکہ تشریف لے آنے کی خبر ملی تو وہ فوراً آپ سے ملاقات کے لیئے حاضر ہوئے اور حالات معلوم کیئے حضرت امام حسین نے انہیں بتایا کہ یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے کسی بھی طرح یزید کے لیئے بیعت لے لیکن میں ہرگز بیعت کرنے کے لیئے تیار نہیں میں نے خیال کیا کہ مدینہ منورہ میں یہ اختلاف اگر زائد ہو گیا تو یہ مدینہ کی پاک زمین کی بے حرمتی ہو گی لہذا اب میں یہاں آ گیا ہوں خیال ہے زندگی کے باقی دن خاموشی سے یہیں گذار دوں مجھے نہ کسی کی حکومت چاہیئے اور نہ ہی دولت کی خواہش ہے۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اطمینان دلایا کہ آپ نہایت اطمینان سے یہاں رہیں اب آپ حاکم ہوں گے اور ہم خادم آپ کی تمام ضروریات کا انتظام کیا جائے گا اور کسی قسم کی آپ کو تکلیف نہ ہو گی اور اگر یزید نے آپ پر کسی سختی کا فیصلہ کیا تو اس کا پوری سختی سے مقابلہ کیا جائے گا حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مکہ کے عام مسلمانوں کو بھی آپ کے تشریف لانے کی بہت خوشی ہوئی اور ہر ایک نے آپ کی ہر قسم کی مدد اور خدمت کرنے کا یقین دلایا لیکن چند مہینے ہی گذرنے

Marfat.com

پائے تھے کہ عراق کے دارالخلافہ کوفہ سے آپ کے پاس خطوط آنے لگے
کوفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دارالخلافہ
بنایا تھا وہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو رہنے کا موقع ملا تھا اس لیے
اہلِ کوفہ آپ کو جانتے بھی تھے اور آپ سے محبت بھی کرتے تھے، اس
لیئے اہلِ کوفہ نے اپنے خطوں میں آپ سے محبت کو ظاہر کیا اور آپ کو
کوفہ بلایا اور اپنا یہ فیصلہ لکھا کہ جس طرح یزید کو آپ اپنا خلیفہ تسلیم نہیں کرتے
اسی طرح ہم بھی ایسے فاسق کو اپنا خلیفہ نہیں مانتے آپ نواسۂ رسول اور
اس وقت سب سے افضل ہیں ہم آپ ہی کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں
لہذا جس قدر جلد ہو سکے آپ تشریف لے آئیں اس قسم کے خطوط برابر
آتے رہے بالآخر آپ کو کوفہ جانے کا فیصلہ کرنا پڑا کیونکہ

"جب مسلمان کسی بدکردار فاسق سردار سے بیزار ہو کر اور نیک
و متقی شخص کو اپنا حاکم بنانا چاہیں تو اس متقی شخص کو شرعاً مسلمانوں
کا فیصلہ قبول کر لینا چاہیئے "

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ
اور دوسرے اہلِ مکہ کو کوفہ روانہ ہونے کا فیصلہ سنایا تو سب نے مخالفت
کی لیکن آپ نے کہا میں شریعت کے خلاف نہیں کر سکتا جب اہلِ کوفہ
مجھے بلا کر اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں تو مجھے ضرور جانا پڑے گا ورنہ اگر انہوں
نے یزید کو خلیفہ مان لیا اور ان میں بھی یزید جیسی خلافِ شرع عادتیں
پیدا ہو گئیں تو قیامت کے دن میں مجرم قرار پاؤں گا کہ میں نے ان کی گذارش
کو نہ مانا مجبوراً انہوں نے فاسق کو اپنا خلیفہ بنا لیا اور میرے تساہل کی وجہ سے
ان میں بھی فسق و فجور پیدا ہو گیا بہر حال اختلافِ رائے کے بعد طے پایا کہ حضرت
امام حسین خود جانے سے پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ
کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کریں مسلم ابن عقیل کوفہ کے تمام حالات سے
مطلع کر دیں گے تو اس کے بعد کوئی دوسرا فیصلہ کیا جائے گا اس فیصلے کے

Marfat.com

مطابق حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کوفے کے لیئے روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ پہنچے تو اہلِ کوفہ نے آپ کا بحد احترام کیا اور آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیئے بیعت کرنا شروع کر دی اس وقت کوفہ کے گورنر نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے بھی حضرت مسلم ابن عقیل کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا یہاں تک کہ مسلم ابن عقیل کے ہاتھ پر تقریباً تیس ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔

حضرت مسلم ابن عقیل نے حالات کو بہتر سمجھا لہذا ایک قاصد کے ذریعے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تمام حالات کی خبر دی اور اپنی رائے ظاہر کی کہ آپ کو جلد سے جلد کوفہ پہنچ جانا چاہیئے لیکن اسی کے ساتھ یزید کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ کوفہ پر تقریباً مسلم ابن عقیل کا قبضہ ہو چکا ہے اور کوفہ کے گورنر نعمان ابن بشیر بھی ان کی پوری مدد کر رہے ہیں یزید نے کوفہ کو قبضے میں کرنے کے لیئے عبید اللہ ابن زیاد کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا جو کہ نہایت ہی ظالم اور مکار شخص تھا یہ چھپ کر دھوکے سے کوفہ کے دارالامارت (گورنر ہاؤس) میں داخل ہوا اس نے حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے کوفہ میں اپنی حکومت کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی شہر کے تمام سرداروں کو طلب کر لیا اور ان سے کہا کہ تم اپنے اپنے قبیلوں پر کنٹرول کرو ورنہ تمہارے گھروں کو کھدوا دیا جائے گا اور تمہیں مع اہل و عیال قتل کر دیا جائے گا شہر کے تمام سردار عبید اللہ ابن زیاد کی اس سخت دھمکی سے کانپ گئے اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو دارالامارت کی چھت پر چڑھ کر جمع کیا اور کہا کہ ہماری جانیں خطرے میں ہیں لہذا تم لوگ مسلم ابن عقیل کا ساتھ چھوڑ دو ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے ایسے لوگوں کے لیئے سخت سزاؤں کا اعلان کرایا جو مسلم ابن عقیل کے ساتھی ہوں گے ان تمام دھمکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفے کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے حالات ایک دم بدل گئے اور چند ہی دن میں مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کا کوئی ساتھی نہ رہا یہاں تک

Marfat.com

کہ آپ کو کوئی کھانے کے لیئے کھانا اور آرام کے لیئے جگہ تک دینے کے واسطے تیار نہ ہوتا مختصر یہ کہ عبید اللہ ابن زیاد نے آپ کو اور آپ کے دو بچوں کو گرفتار کرایا آپ کو ذی الحج کی ۸ تاریخ ۶۰ھ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کے بچوں کو بھی شہید کیا گیا۔

حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت کے واقعات آئندہ صفحات میں آگے آرہے ہیں

مکہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا پیغام ملا تو آپ نے کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا حضرت عبد اللہ ابن زبیر، عبد اللہ ابن عباس عبد اللہ ابن عمر اور مکہ کے تمام ہی لوگوں نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا لیکن آپ نے فرمایا "جب ایک قوم ناحق حاکم سے نجات حاصل کرنے کے لیئے مجھے اپنا حاکم بنا رہی ہے تو اس کی درخواست کو ٹھکرانا خلاف شرع ہے اور میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے قیامت کے دن شرمندہ ہونا پڑے" آخر کار سب لوگوں کو خاموش ہونا پڑا اور ۲ ذی الحج ۶۰ھ کو حضرت امام حسین اپنے اہل و عیال اور عزیزوں کو لے کر مکے سے چل دیئے اس مقدس قافلے میں کل ۸۲ افراد تھے آپ جس دیہات اور آبادی سے گذرتے تھے وہاں کے بھی کچھ لوگ آپ کے قافلے میں شامل ہوتے گئے مقام ثعلبیہ پر پہنچ کر آپ کو مسلم ابن عقیل اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت کی خبر کے ساتھ ہی کوفے کا تمام حال معلوم ہوا جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا آپ کے ساتھ مسلم ابن عقیل کی اٹھارہ سالہ صاحبزادی بھی تھیں آپ نے ان کے سر پر بڑی محبت سے کچھ اس طرح ہاتھ پھیرا کہ انھوں نے معاملہ کو سمجھا اور بولیں کیا میرے باپ شہید ہو گئے ہیں اور میں یتیم ہو گئی حضرت امام حسین نے ان کو مسلم ابن عقیل کی شہادت کی خبر دی اور کہا! بیٹی صبر سے کام لو۔

کوفہ کے بدلے ہوئے حالات اور حضرت مسلم ابن عقیل کی شہادت

Marfat.com

کی خبر کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں واپس ہونا جا ہیئے یا آگے چلنا چاہیئے سب کی رائے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھنا چاہیئے ایک تو اس لیئے کہ مسلم ابن عقیل کے قاتلوں سے بدلہ لیا جائے دوسرے اس لیئے کہ کوفے کے لوگوں کو ظالم و فاسق حاکم سے نجات دلائی جائے غرضیکہ اہلِ بیت کرام کے قافلہ کا سفر جاری ہوا ادھر عبیداللہ ابن زیاد کو خبر ملی کہ حضرت امام حسین کوفہ پہنچنے والے ہیں چنانچہ اُس نے ایک بڑا لشکر روانہ کیا جس کو ہدایت کی کہ امام حسین کو کوفے میں داخل نہ ہونے دیا جائے بلکہ کسی ایسے جنگل میں اترنے پر مجبور کیا جائے جہاں ان کو کوئی آرام نہ مل سکے اور دریا کا کنارہ بھی قریب نہ ہو حضرت امام حسین جب منزل سُراۃ پر پہنچے تو دوپہر کے وقت آپ نے اس بڑے لشکر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا لشکر قریب ہوا تو آپ نے معلوم کیا کہ لشکر کا سردار کون ہے پتہ چلا حُر بن یزید ریاحی اس لشکر کا قائد ہے آپ نے حُر کو بلایا اور حال معلوم کیا حُر نے کہا مجھے عبیداللہ ابن زیاد نے اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ میں آپ کو بیابان جنگل میں روک دوں آپ نے فرمایا لیکن میں تو خود کوفے نہیں آیا بلکہ مجھے یہاں کے لوگوں نے بلایا ہے میں ، ان کا مہمان ہوں مجھے ان کے پاس جانے دو اگر عبیداللہ ابن زیاد کو میرے کوفے میں رہنے پر کچھ اعتراض ہوگا تو میں اس سے ملاقات کر کے خود فیصلہ کر لوں گا اور اگر کوفے میں میرا داخل ہونا بھی پسند نہ ہو تو میں یہیں سے واپس چلا جاتا ہوں اور اگر کسی وجہ سے مکے میں بھی میرا رہنا گوارا نہ ہو تو میں کسی دوسری جگہ بھی جانے کو تیار ہوں اسی کے ساتھ آپ نے حُر کو کوفیوں کے خط بھی دکھائے حُر نے عبیداللہ ابن زیاد کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تمام باتوں کی خبر کی لیکن عبیداللہ ابن زیاد نے امام حسین کی کسی بات کو قابلِ غور نہ سمجھا اور حُر کو آپ کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا اور کہلایا تو حسین یزید کے ہاتھ پر بیعت کا اعلان ،، کریں ورنہ اُن سے مقابلہ کیا جائے اور میرے دربار میں اُن کا سر پیش کیا جائے ۔

Marfat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب عبیداللہ ابن زیاد کا یہ جواب سنا تو آپ کو حالات کا اندازہ ہوگیا آپ اپنے قافلے کو لے کر واپس ہونے کی کوشش کرنا چاہتے تھے لیکن حُر نے کہا کہ میں آپ کو واپس نہیں ہونے دوں گا پھر آپ نے کسی قریب آبادی میں اترنے کا فیصلہ کیا لیکن حُر نے آپ کو ایک ایسے میدان میں پہنچا دیا جس سے دریائے فرات بہت دور تھا اور کہا کہ آپ یہاں اتر جائیں مجبوراً آپ یہاں اتر ے اور خیمے لگا دیئے یہ ۲ محرم ۶۱ھ کا دن تھا دوسرے ہی دن اس چھوٹے سے قافلے کے سامنے چار ہزار افراد کا ایک بڑا لشکر آ پہنچا پتہ چلا کہ اس لشکر کا سپہ سالار عمرو بن سعد ہے جو سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا تھا اس کے باپ نبی کریم علیہ السلام کے ان صحابہ میں سے تھے جن کو حضور علیہ السلام نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے لیکن ان صحابی کا بیٹا حکومت و دولت کے لالچ میں آکر نواسۂ رسول کے مقابلہ پر آیا اور اُس نے جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعد سے بھی گفتگو کر کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی لیکن عمرو نے عبیداللہ ابن زیاد کے احکام کے مطابق اہلِ بیت کرام پر سختی شروع کر دی یہاں تک کہ ، محرم کو پانی بھی بند کر دیا گیا اور اس طرح عورتیں بچے سب پینے کے لیئے بھی پانی کو ترس گئے آپ نے عمرو ابن سعد کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی جس میں کامیابی نہ ہو سکی اور ۹ محرم کو ان بدنصیبوں نے نواسۂ رسول سے جنگ کرنے کی تیاری شروع کر دی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جنگ کا کوئی خاص سامان نہ تھا بس وہ چند تلواریں وغیرہ تھیں جن کو اہلِ عرب اپنی عادت کے مطابق سفر میں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے آپ نے اسی سامان کو ٹھیک کیا اور اپنے رفقاء اور اہل و عیال کے ساتھ ساری رات خدا کی عبادت اور دعا کرنے گذار دی صبح نماز فجر کے بعد دشمن نے مقابلے کا اعلان کر دیا آپ نے بھی اپنے جاں

Marfat.com

نثاروں اور مجاہدوں کی صفیں ٹھیک کیں اس قافلے میں صرف بتیس ۳۲ افراد سوار تھے اور باقی چالیس پیدل تھے اس طرح کل بہتر ۷۲ مجاہد تھے۔

حضرت امام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ایک تقریر کی اور دشمن کو اس کے غلط اقدام سے روکنے کی پوری طرح کوشش کی لیکن عمر و ابن سعد نے جنگ شروع کرنے کا حکم دیا اور دشمن کی طرف سے تیر برسنا شروع ہو گئے اور جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی امام حسین کے جاں نثار رفقاء اگرچہ تعداد میں کم تھے لیکن ایمان کے پختہ تھے لہذا ان چند مقدس ہستیوں نے ہی دشمن کے عظیم لشکر کو تھوڑی ہی دیر میں تباہ کر ڈالا اور خود بھی اسلام کے محافظ بن کر دنیا سے ایسے رخصت ہوئے کہ ہمیشہ کے لیئے زندہ کہلانے لگے کیونکہ شہید کو مردہ نہ کہا جا سکتا ہے اور نہ خیال کیا جا سکتا ہے ان شہداء میں خاص طور پر قابل ذکر حضرات کے نام یہ ہیں ا۔

حضرت بریر رضی اللہ عنہ، حضرت وہب ابن عبداللہ کلبی رضی اللہ عنہ، عمرو ابن خالد رضی اللہ عنہ، مسلم ابن عوسجہ، حُر ابن ریاحی، حضرت عبداللہ ابن امام حسن، قاسم ابن امام حسن، حضرت عباس علمدار، علی اکبر رضی اللہ عنہم۔

ان تمام جان نثاروں کے بعد بالآخر وہ وقت آ گیا کہ خیمے میں عورتیں بچے اور بیمار زین العابدین ہیں اور دشمن کے مقابلے پر تن تنہا نواسۂ رسول ہیں اب بظاہر کوئی ساتھی کوئی معاون و مددگار نظر نہیں آتا آپ نے خود دشمن کے مقابلے کے لیئے فیصلہ کیا اور صبر و استقامت اور شریعت کی پابندی کی نصیحت کرنے ایک مرتبہ خیمے میں تشریف لائے سب سے ملے اور آخری دعائیں دے کر اور نہ صرف خیمے سے بلکہ دنیا سے رخصت ہونے کے لیئے چلے لیکن چلتے چلتے بہن نے کہا معلوم نہیں آپ کے بعد ہم پر کیا مصیبتیں آئیں آپ خود ایک مصیبت تو کم کرتے جائیے اور وہ یہ کہ آپ کے صاحبزادے علی اصغر پیاسے بلک رہے ہیں ان کو دشمن کے سامنے پیش کر کے پانی کے چند قطرے ان کے منہ میں ڈلوا دیجئے حضرت امام نے بہن کی خواہش پوری کرنے کے

Marfat.com

لیے ننھے علی اصغر کو گود میں لیا اور دشمن سے کہا تمہاری دشمنی مجھ سے ہے ، اس بچے نے تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑا دریائے فرات کے پانی کے چند قطرے ، اس کو تو دے دو لیکن جواب میں ایک ایسا تیر آیا جو شیر خوار پیاسے علی اصغر کی گردن میں لگتا ہوا حضرت امام کے ہاتھ میں لگ گیا آپ نے تیر نکالا تو علی اصغر کے حلق سے خون جاری ہوگیا اور یہ پیاسا ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا واپس آ کر بچہ بہن کو دیا اور کہا صبر کرو میرے پیارے علی اصغر کو دشمن نے تو پانی نہ دیا لیکن نانا جان نے حوض کوثر سے سیراب کر دیا آپ نے اس مصیبت کو بھی برداشت کیا اور اب میدان جنگ کی طرف چلے ۔

حضرت امام حسین نے میدان میں آکر بھی سمجھانے کی کوشش کی لیکن دشمن نے کچھ سوچنے کی بجائے آپ پر تیر برسانے شروع کر دیئے مجبوراً حضرت امام کو بھی تلوار نکالنا پڑی شیر خدا حضرت علی کا شیر جس طرف رخ کرتا دشمن کی لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے دشمن یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور آخر کار آپ پر چاروں طرف سے تیر برسنے لگے آپ کے مقدس جسم پر پینتیس نشان تیروں کے اور چونتیس زخم تلواروں کے آئے جس سے آپ نڈھال ہو کر زمین پر تشریف لائے خدا کے دربار میں سجدۂ شکر ادا کیا اور جام شہادت نوش فرما کر اپنے نانا جان سے جا ملے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

خولی ابن یزید نے آگے بڑھ کر آپ کا سر کاٹنا چاہا لیکن اس کا ہاتھ کانپنے لگا پھر ایک دوسرے شخص سنان نے آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کیا ۱۰ محرم کی تاریخ ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کا ہولناک ترین دن تھا اس وقت آپ کی عمر چھپن سال کی تھی اس جنگ میں آپ کے ساتھ ۷۲ مجاہد شہید ہوئے جن میں سے اٹھارہ خاندان نبوت کے پھول تھے ۔

اللہ تعالیٰ امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدائے کربلا کی طرح ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بھی دین کی پابندی اور اسلام کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور ان حضرات کے صدقے میں ہر قسم کی آفات و بلیات سے محفوظ رکھے آمین

Marfat.com

حضرت مسلم ابن عقیل اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت

حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے جب کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلانے کے لیئے خط بھیجے اور اپنا قاصد بھی بھیجا تو آپ نے مکے والوں کے مشورے کے مطابق خود کوفہ جانے سے پہلے حضرت مسلم ابن عقیل کو اپنا نائب بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا حضرت مسلم نے اس فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور جانے کے لیئے تیار ہو گئے حضرت امام حسین نے ان کو اہل کوفہ کے لیئے ایک خط دیا جس میں لکھا "کہ میرے نائب مسلم ابن عقیل آ رہے ہیں جو لوگ مجھے اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں جب مسلم مجھے حالات کی خبر دیں گے تو حالات کے مطابق فیصلہ کروں گا"

حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط لے کر مکے سے کوفہ کے لیئے روانہ ہوئے اور ساتھ اپنے دو بچوں کو بھی لے لیا آپ کوفے پہنچے تو وہاں کے لوگ بیحد خوش ہوئے اس وقت کوفے میں یزید کے مقرر کیئے ہوئے گورنر حضرت نعمان ابن بشیر تھے جو بہت نیک اور حضرت امام حسین کا بڑا ہی احترام کرتے تھے جب حضرت مسلم نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے پوری طرح حضرت مسلم کو اپنی مدد کا یقین دلایا حضرت مسلم نے کوفہ کے لوگوں سے حضرت امام حسین کے لیئے بیعت لینا شروع کر دی چند ہی دن میں تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے بیعت کی کوفے کی جامع مسجد میں حضرت

Marfat.com

مسلم ہی نماز جمعہ اور پانچوں وقت کی نماز پڑھاتے تھے جب حضرت مسلم نے یہ اندازہ کر لیا کہ یہاں کے حالات بہت اچھے ہیں تو آپ نے ایک شخص کو مکے حضرت امام حسین کے پاس روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ آپ جلد تشریف لے آئیں یہاں کے اکثر لوگ آپ کو حاکم مان چکے ہیں اور اب بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ کوفے کے ایک شخص مسلم بن یزید نے دمشق یزید کو خبر بھیجی کہ کوفے پر مسلم بن عقیل کا قبضہ ہو چکا ہے اور چند دن بعد حضرت امام حسین یہاں آکر حاکم بن جائیں گے اس طرح کوفہ تمہاری حکومت سے نکل جائے گا یزید اس خبر سے بہت پریشان ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے بعد بصرہ کے حاکم عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ بھیجنے کا فیصلہ کیا اور عبید اللہ کو حکم دیا کہ کوفہ پہنچ کر وہاں کے حالات ٹھیک کر دو وہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کو علیحدہ کر دو اور مسلم ابن عقیل کو کوفہ سے نکال دیا جائے یا قتل کر دیا جائے عبید اللہ ابن زیاد بہت ہی ظالم انسان تھا اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دو سال تک ترکوں سے زبردست جنگ کی تھی حالانکہ اُس وقت اس کی عمر صرف پچیس سال کی تھی اس نے یزید کا حکم ملتے ہی کوفے کا رخ کیا جب اس کو پتہ چلا کہ کوفے کے لوگ روزانہ شام کو شہر سے باہر آکر حضرت امام حُسین کا انتظار کرتے ہیں تو اس نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت امام حُسین جیسا لباس پہن لیا اور اپنے چہرے پر ایک کپڑا ڈال لیا جب یہ شہر کے قریب پہنچا اور لوگوں کو پتہ چلا تو لوگ یہ سمجھ کر کہ حضرت امام حسین آ گئے بہت خوش ہوئے۔۔ لیکن یہ کسی سے بات کیے بغیر سیدھا دارالامارہ (گورنر ہاؤس) کی طرف گیا لوگوں کو تعجب تھا کہ امام حسین کو ہم نے اتنی محبت سے بلایا اور یہ ہم سے کوئی بات تک نہیں کرتے اب عبید اللہ دارالامارہ میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ ایک بزرگ عمر باہلی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا اور چیخ پڑے اے لوگو یہ حسین نہیں یہ تو عبید اللہ ابن زیاد ظالم ہے عبید اللہ یہ سنتے ہی تیزی سے دارالامارہ

Marfat.com

میں داخل ہوگیا اور اس نے فوراً اپنا کام شروع کر دیا اپنی تدبیروں اور سخت دھمکیوں سے پورے شہر پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ وہ کوئی جو مسلم ابن عقیل پر اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار تھے گھروں میں گھس گئے اور مسلم تنہا رہ گئے کوفے کی گلیوں میں آپ اپنے رہنے کے لیئے جگہ تلاش کرتے تھے لیکن کوئی ان کو رکھنے کے لیئے تیار نہ تھا یہاں تک کہ کوفے کے ایک معزز شخص ہانی بن عُروہ کے مکان پر پہنچے یہ بزرگ بہت نیک دل تھے انہوں نے مسلم کو دیکھتے ہی اپنے گھر میں بلا لیا تمام حالات معلوم کرنے کے بعد مشورہ دیا کہ "میں آج کل بیمار ہوں اور عبیداللہ ابن زیاد میرا اچھا دوست ہے جب اس کو میری بیماری کی اطلاع ہوگی تو وہ مجھے دیکھنے ضرور آئے گا جب وہ مجھے دیکھنے آئے اور مجھ سے باتیں کر رہا ہو تو آپ پیچھے سے اس پر ایک دم حملہ کر دیں تو آنے والی تمام مصیبتیں یہیں ختم ہو جائیں گی۔

ہانی ابن عروہ کے خیال کے مطابق عبیداللہ ہانی کے گھر پر آیا اور مسلم اپنا کام کرنے کے لیئے تیار ہو گئے عبیداللہ بہت دیر تک ہانی سے باتیں کرتا رہا جب مسلم نے اپنا کام نہ کیا تو ہانی نے مسلم کو اشارے کیئے لیکن وہ پھر بھی حملہ کرنے نہ آئے یہاں تک کہ عبیداللہ واپس چلا گیا ہانی نے مسلم سے کہا آپ نے اتنا اچھا موقع کیوں چھوڑ دیا مجھے بہت افسوس ہے حضرت مسلم نے کہا میں نے یہ موقع جان کر نہ چھوڑا بلکہ میں نے جب بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے روکا گیا اور یہ آواز سنائی دی کہ مسلم ابھی ایسا مت کرو عبیداللہ ابن زیاد کی بدعملی ابھی پوری نہیں ہوئی ہانی ابن عروہ نے یہ بات سن کر کہا تو ہمیں اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا چاہیئے وہی ہوگا جو اس کی مرضی ہے اب آپ آرام سے یہاں رہیں میری زندگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

ادھر عبیداللہ ابن زیاد نے حضرت مسلم ابن عقیل کی تلاش شروع کرا دی مشہور جاسوس معقل کو بڑے انعام کا لالچ دے کر اس کام کے لیئے مقرر کیا گیا معقل جو بہت چالاک جاسوس تھا اس نے مکہ والوں کا سا لباس پہنا اور کوفہ کی ہر مسجد میں جا کر نماز پڑھنا شروع کی اور نمازیوں سے حضرت مسلم کا پتہ معلوم کرنے لگا

Marfat.com

ایک دن یہ اس مسجد میں پہنچا جو ہانی ابن عُروہ کے مکان کے قریب تھی یہاں اس کی ملاقات حضرت مسلم ابن عوسجہ سے ہوئی اس نے ان سے کہا کہ میں مکے سے آیا ہوں اور حضرت مسلم ابن عقیل کو تلاش کر رہا ہوں تاکہ کسی طرح ان کو کوفے سے نکال کر لے جاؤں اور ان کی جان بچ جائے اگر آپ کو ان کا پتہ ہے تو بتا دیجئے پہلے تو مسلم ابن عوسجہ نے پتہ بتانے سے انکار کیا لیکن یہ خیال کر کے کہ اس میں حضرت مسلم ابن عقیل کا فائدہ ہوگا پتہ بتا دیا یہ معقل کو اپنے ساتھ لے کر ہانی ابن عُروہ کے مکان پر آ گئے اور یہاں مسلم ابن عقیل سے معقل کی ملاقات کرا دی معقل نے حضرت مسلم کو کچھ دولت دی اور کہا کہ آپ میرا انتظار کریں میں آپ کو یہاں سے نکال کر کے لے جانے کا انتظام کرتا ہوں معقل یہاں سے اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہوا سیدھا عبیداللہ کے پاس پہنچا اور بتا دیا کہ مسلم ہانی ابن عروہ کے گھر میں عبیداللہ ابن زیاد یہ خبر سن کر سخت غصے میں آ گیا اور ہانی ابن عروہ کو اپنے دربار میں طلب کیا ہانی کو عبیداللہ کا پیغام پہنچا تو وہ سمجھ گئے کہ کچھ معاملہ خراب ہے حضرت مسلم سے رخصت ہو کر عبیداللہ کے دربار میں پہنچے عبیداللہ ان پر سخت ناراض ہوا اور ان سے مطالبہ کیا کہ مسلم ابن عقیل کو فوراً میرے سپرد کر دو لیکن ہانی نے انکار کر دیا گفتگو ہوتے ہوتے ہی تلواریں بھی نکل آئیں ہانی زخمی ہوئے لیکن انہوں نے عبیداللہ ابن زیاد کو زخمی کیا اور انعام کی آرزو رکھنے والے معقل کو ہمیشہ کے لیئے ختم کر دیا آپ نے عبیداللہ کے اور کئی افراد کو قتل کیا لیکن آخر کار آپ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۹ سال کی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو جب ہانی ابن عُروہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو بیحد صدمہ ہوا اور آپ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ یہاں سے چل دیئے ایک نیک دل عورت نے آپ کو اپنے گھر میں پناہ دی لیکن اس عورت کا بیٹا عبیداللہ ابن زیاد کا درباری تھا اس نے عبیداللہ کو خبر کی اور مسلم کی گرفتاری کے لیئے فوج کا ایک بڑا لشکر آ گیا حضرت مسلم اس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تھے جب آپ نے لشکر آنے کی آوازیں سنیں تو آپ بھی مجبوراً میدان میں نکلے اور

Marfat.com

فوج کا زبردست مقابلہ کیا۔ بچوں کے لیئے آپ نے اس عورت کو نصیحت کی کہ کسی طرح ان دونوں کو قاضی شریح کے پاس پہنچا دینا وہ ان دونوں کو مکے بھیجنے کا انتظام کریں گے حضرت مسلم عبیداللہ ابن زیاد کی فوج کا مقابلہ کرتے رہے بڑی مشکل سے آپ کو قابو کیا گیا اور گرفتار کر کے عبیداللہ کے پاس لایا گیا یہاں عبیداللہ نے آپ سے بڑی بیہودہ باتیں کیں اور بہت ڈرایا لیکن آپ نے اس ظالم کے سامنے حق بات کو ذرا بھی نہ چھپایا آخر کار عبیداللہ نے جلاد کو حکم دیا کہ انہیں محل کی چھت پر لے جاؤ اور نیچے پھینکو حضرت مسلم اسلام کے لیئے اپنی جان پیش کرنے جا رہے تھے اور فکر صرف یہ تھی کہ حضرت امام حسین اگر کوفہ پہنچ گئے تو ان کو بھی سخت مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا لیکن اس بات پر خدا کا شکر بھی ادا کر رہے تھے کہ نواسۂ رسول کے نائب کی حیثیت سے شہید کیئے جا رہے ہیں جلاد نے حضرت مسلم کو اوپر سے گرایا آپ نیچے گرے سخت چوٹیں آئیں سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور بظاہر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد عبیداللہ ابن زیاد نے ان کی گردن کاٹنے کا حکم دیا اس کام کے لیئے ایک شخص بکیر ابن عمر آگے بڑھا لیکن فوراً ہی چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا اس نے بتایا کہ مسلم کی لاش کے پاس ایک بہت ڈراؤنی شکل کا انسان مجھے نظر آیا جو سخت غصے میں تھا اور اپنے ہاتھ کی انگلیاں اپنے دانتوں سے دبائے ہوئے تھا اس کے بعد عبیداللہ نے ایک دوسرے شخص کو بھیجا جس نے حضرت مسلم کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ بھی فوراً بھاگ گیا اس نے بتایا کہ میں نے مسلم کی لاش کے پاس نبی کریم علیہ السلام کو کھڑے دیکھا تو میری ہمت نہ ہوئی کہ میں مسلم کی گردن کاٹوں آخر کار اس کام کو ایک بدنصیب شامی شخص کے سپرد کیا گیا اس نے حضرت مسلم کے سر کو جسم سے جدا کیا۔

حضرت مسلم ابن عقیل کے صاحبزادے قاضی شریح کے پاس تھے جب قاضی شریح کو مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے محبت سے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھا انہیں پیار کیا اور رونے لگے بچے سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو گئے تو دو

Marfat.com

بھی رونے لگے اور کہنے لگے اب شہر میں ہمارا کوئی نہیں ہم کیا کریں گے قاضی شریح نے ان کو محبت سے رکھا چند دن بعد پتہ چلا کہ ایک قافلہ کوفے سے گذرتا ہوا مکے جا رہا ہے قاضی شریح نے اپنے لڑکے سے کہا ان بچوں کو لے جاؤ اور قافلے کے سردار کے سپرد کر دینا اور کہنا کہ انہیں حضرت امام حسین کے سپرد کر دیں اور ان سے کہہ دیں کہ حضرت مسلم شہید ہو گئے ہیں اور کوفے کی حالت خراب ہے لہذا وہ یہاں تشریف نہ لائیں قاضی شریح کا لڑکا جب ان بچوں کو لے کر راستے پر پہنچا تو قافلہ نکل چکا تھا اس نے بچوں سے کہا کہ تم قافلے کے نشان دیکھتے ہوئے جلدی سے آگے چلے جاؤ اور قافلے میں شامل ہو جاؤ ان بچوں نے ہر چند قافلے سے ملنے کی کوشش کی لیکن نہ مل سکے بے پریشان مارے مارے پھر رہے تھے کہ گھوڑوں پر سوار عبیداللہ ابن زیاد کے سپاہی یہاں پہنچے اور ان دونوں کو دھوکہ دے کر انہوں نے ان کو اپنے ساتھ بٹھایا اور سیدھا عبیداللہ کے دربار میں لے جاکر حاضر کر دیا عبیداللہ نے ان دونوں کو جیل بھیجنے کا حکم دیا بڑے صاحبزادے ابراہیم کی عمر آٹھ سال اور چھوٹے کی عُمر صرف سات سال کی تھی دونوں یتیم جیل پہنچ گئے۔

لیکن اتفاق سے جیل کا انچارج جس کا نام مشکور تھا بہت نیک تھا مشکور نے ان بچوں کی مصیبت کا حال معلوم کر کے جیل کے بجائے اپنے گھر رکھا ان کی خدمت کی اور ایک دن دونوں کو اپنے ساتھ لے جاکر کوفے سے دور چھوڑ دیا اور اپنی انگوٹھی دے کر کہا کہ یہاں سے قریب ایک جگہ ہے جس کا نام قادسیہ ہے وہاں کا حاکم میرا بھائی ہے تم میری انگوٹھی دکھا کر اسے کہنا جہیں مکے جانا ہے وہ تمہارا سب انتظام کر دے گا بچے چلے لیکن راستہ بھول گئے اور کوفے ہی کے میدان میں پھرتے رہے پیروں میں چھالے پڑ گئے بھوک و پیاس کی وجہ سے جسم نڈھال ہو گیا ایک جگہ پانی نظر آیا وہاں جاکر پانی پیا منہ ہاتھ دھویا اور کچھ آرام کے لیئے ایک درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر میں ایک نوجوان لڑکی یہاں پانی لینے پہنچی اس کی نظر ان پریشان حال خوبصورت بچوں پر

Marfat.com

بڑی وہ ان کے قریب آئی تو یہ ڈرنے لگے لیکن اس نے بڑی ہی محبت سے ان کا حال معلوم کیا اور ان کو اپنے گھر لے جانے پر تیار کر لیا بچے جس گھر پہنچے اس گھر کی مالکہ بڑی نیک تھی اس نے صاحبزادوں کو نہلایا کھانا کھلایا اور آرام سے سلا دیا لیکن اس کا شوہر حارث ان بچوں کی تلاش کے لیئے عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے مقرر تھا اور انعام کے لالچ میں کئی دن سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیئے مارا مارا پھر رہا تھا دو دن کے بعد گھر آیا عورت نے رات کو بچوں کو چھپا دیا شوہر سے پوچھا کہ تو کہاں تھا اس نے سب حال سنایا نیک بی بی نے کہا تو نے بہت برا کام اپنے ذمہ لیا ہے اس کی وجہ سے تو دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوگا اس نے بیوی کو ڈانٹا اور آرام کرنے لیٹ گیا۔

دونوں صاحبزادے بند کمرے میں دشمن ہی کے گھر سو رہے تھے کہ خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ دونوں سے فرما رہے ہیں اب تم جلد ہی ہم سے ملو گے یہ خواب دیکھتے ہی بڑے بھائی نے چھوٹے کو اٹھایا اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا خواب بیان کیا اور گلے مل کر رونے لگے کہ اب یقیناً ہم بھی شہید کر دیئے جائیں گے ان کی آواز حارث نے سنی کمرہ کھول کر دیکھا تو بیوی سے کہنے لگا میں ان کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں اور تو نے ان کو یہاں چھپا رکھا ہے اس نے بچوں کو مارنا شروع کیا اور کہا کہ میں ان دونوں کو دریا کے کنارے لے جا کر قتل کروں گا اور ان کے سر عبید اللہ ابن زیاد کو دے کر اپنا انعام وصول کروں گا یہ بچوں کو گھر سے مارتا ہوا دریا کے کنارے لایا بیوی نے اس کو روکا تو اس کو بھی مارا یہاں تک کہ یہ نیک بخت عورت بیہوش ہو کر گر پڑی حارث کے ایک بیٹے نے بھی اس کو اس ظلم سے روکنا چاہا لیکن دنیا کے لالچی نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کر ڈالا اس کا ایک غلام آیا اور اس نے بھی حارث سے کہا کہ بچوں کو قتل نہ کر ان کو اسی طرح عبید اللہ کے پاس لے جا حارث نہ مانا جب غلام نے روکنا چاہا تو اس کو بھی قتل کر دیا اب ان دونوں بچوں کی طرف بڑھا یہ ننھے صاحبزادے اس کی خوشامد کرنے لگے رونے اور چیخنے لگے لیکن اس بد

Marfat.com

نصیب نے ان دونوں کو شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎
حارث نے ان ننھوں کو صرف دنیا کے لالچ میں شہید کیا لیکن اللہ تعالیٰ
ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ ضرور دیتا ہے اب ذرا سنیئے کہ حارث کو کیسا انعام
ملا یہ اپنی کامیابی پر خوش ہوتا دونوں بچوں کے سر کاٹ کر عبید اللہ کے دربار میں
لایا اور کہا میں نے اپنا کام پورا کر دیا اب میرا انعام مجھے دے عبید اللہ نے کہا
یہ سر کس کے ہیں حارث بولا مسلم ابن عقیل کے دونوں بچوں کے عبید اللہ یہ سنتے
ہی تڑپ گیا اور بولا میں نے تو ان کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا تھا شہید کرنے کو
کب کہا تھا اے حارث یہ تو نے کیا غضب کیا اگر یزید نے مجھ سے بچوں کو مانگا
تو میں کیا جواب دوں گا۔ حارث نے کہا تو میرا انعام نہ دینے کے لیئے یہ باتیں
کر رہا ہے عبید اللہ کو غصہ آیا اور اس نے وہاں موجود لوگوں سے کہا بس کا دل چاہے
حارث کو یہاں سے لے جائے اور مسلم کے بچوں کو شہید کرنے کے بدلے
میں اس کو جس طرح چاہے قتل کر ڈالے یہاں حضرت مقاتل موجود تھے انہوں
نے حارث کو لے لیا اور کوفہ میں اعلان کیا کہ صاحبزادگان مسلم کے قاتل کا
انجام جس کو دیکھنا ہو وہ دریا کے کنارے پہنچ جائے مقاتل حارث کو اسی جگہ
لے کر پہنچے جہاں اس نے دونوں بچوں کو شہید کیا تھا مقاتل نے یہاں اس
کی بیوی کو تڑپتے اور لڑکے اور غلام کی لاش پڑی دیکھی تو اور بھی غصے ہوئے
آپ نے حکم دیا کہ حارث کو لٹا کر اس کے ہاتھ پیروں میں کیلیں ٹھونک دی جائیں۔
حارث نے مقاتل کو دولت کا لالچ دیا رحم کی درخواست کی لیکن اہل دل نے
ایک نہ سنی حارث کے ہاتھ پیر کاٹے گئے جسم کے ایک ایک حصے کو علیحدہ کر کے
کے سخت تکلیف کے ساتھ مارا گیا اور گڑھے میں دفن کرا دیا۔

حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے بچوں کی شہادت کا یہ
دردناک واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ دین کی پابندی کرنے والوں پر ظلم و ستم ہوتے ہیں
لیکن ان مظالم کو برداشت کرنا ہی مسلمان کی کامیابی و کامرانی ہے صبر کا
پھل ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور ظلم کا انجام برا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کی
برکتیں عطا فرمائے آمین

Marfat.com

کربلا کے چند شہداء

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے، انہیں مردہ گمان نہ کرو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعے کے علاوہ میدانِ کربلا میں شہید ہونے والے ہر محافظِ اسلام کی شہادت کا حال بڑا ہی درد ناک اور سبق آموز ہے لیکن یہاں چند شہداء کا حال بیان کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان حضرات کی طرح دین کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وہب ابن عبداللہ کلبی یہ کوفے کے قریب ہی ایک دیہات کے رہنے والے تھے ایک دن شام کو گھر پہنچے تو اُن کی نیک بخت ماں قمر بہت پریشان حال بیٹھی تھیں وہب، ماں کی حالت دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور پریشانی کی وجہ معلوم کرنے لگے ماں نے کہا بیٹا میں نے سنا ہے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاندان والے کربلا کے میدان میں بھوکے پیاسے لڑ رہے ہیں اور یزید کا لشکر ان پر ظلم کر رہا ہے اگر ہم اُن کی کوئی مدد نہ کر سکیں تو ہماری زندگی پر افسوس ہے اور قیامت میں ہم نبی کریم علیہ السلام کی شفاعت کیسے پائیں گے وہب نے کہا کہ یہ حال میں نے بھی سنا ہے لیکن ہم ان کی مدد کیسے کریں ماں نے کہا بیٹا میں چاہتی ہوں کہ اپنے ساتھ تجھے لے کر چلوں اور امام کی خدمت

Marfat.com

میں پیش کروں اور اگر ضرورت ہو تو تم حضرت امام حسین پر اپنی جان قربان کر دینا میں نے تجھے بڑی مصیبتوں سے پالا ہے لیکن آج میں ہمیشہ کی کامیابی اسی میں جانتی ہوں کہ تیرے پیارے حسین چہرے کو خون میں لتھڑا دیکھوں حضرت وہب نے ماں کو جواب دیا میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن ذرا بیوی سے بھی بات کر لوں کیونکہ ابھی چند دن پہلے ہی آپ نے میری شادی کی ہے اور اس نوجوان لڑکی کا میرے سوا کوئی سہارا نہیں ماں نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی کی محبت تجھے آخرت کی کامیابی سے محروم کر دے حضرت وہب نے کہا میں شہادت کا بلند مقام حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس فیصلے سے کوئی نہیں روک سکتا حضرت وہب بیوی کے پاس پہنچے سارا حال سنایا اور کہا میں خدمت امام کے لیے جا رہا ہوں اور تجھے آزاد کرتا ہوں میرے بعد جس کے ساتھ چاہو زندگی گذارنا بیوی نے وہب کو پکڑ کر کہا نہیں تمہارا فیصلہ غلط ہے میں تمہیں اس شرط پر میدان میں جانے کو اجازت دیتی ہوں کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو تاکہ میں خود اپنے شوہر کو امام کی خدمت میں پیش کروں اور امام سے اپنی باقی زندگی اُن کے گھر والوں کے ساتھ رہ کر گذارنے کی اجازت مانگوں اور ہاں مجھ سے یہ بھی وعدہ کرو کہ میرے بغیر تم جنت میں داخل نہ ہو گے حضرت وہب اپنی اس نیک بخت بیوی اور ماں کے ساتھ میدان کربلا پہنچے

ماں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹے کو اور بیوی نے شوہر کو پیش کر کے قبول کرنے کی گذارش کی اور اجازت چاہی کہ ہم دونوں آپ کے گھر والوں کی خدمت کر کے اپنی زندگی گذاریں حضرت امام نے ان نیک بخت عورتوں کا تحفہ بھی قبول کیا اور ان کو گھر والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت بھی دی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ اس تحفے کے بدلے تم دونوں کو جنت دلوائیں گے۔

حضرت وہب نے میدان کا حال دیکھا اور حضرت امام حسین ... امام

Marfat.com

سے دشمن کے مقابلے میں جانے کی اجازت چاہی اجازت ملتے ہی دشمن پر لپکے اور کامیاب حملوں سے بہت سے دشمنوں کو قتل کیا میدان سے واپس ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا ماں کیا تم اپنے بیٹے سے راضی ہو ماں نے جواب دیا راضی ہوں لیکن جاؤ اور نواسہ رسول پر اپنی جان قربان کر دو بیوی کے پاس آئے اور صبر کی تلقین کی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کیا آپ نے مجھے قبول فرما لیا ہے جواب ملا ہم نے تمہیں قبول کیا اور اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہیں آپ یہ خوشخبری سنتے ہی پھر پورے جوش کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر آئے دشمنوں نے موقع پا کر آپ کو گھیر لیا اور بالآخر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام آگے بڑھے اور وہب کا سر اٹھا کر ان کی ماں کے پاس لائے اور کہا کہ تمہاری یہ قربانی قبول ہو گئی ماں نے صبر کیا بیوی نے اس سر کو گود میں رکھا چوما اور ایک چیخ مار کر اپنے شوہر پر قربان ہو گئی۔

میدان کربلا کے ایک مشہور شہید حضرت حُر بن ریاحی ہیں یہ اسی لشکر کے سردار تھے جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو میدان کربلا میں اترنے پر مجبور کیا تھا انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے ملازم کی حیثیت سے انعام کے لالچ میں عبیداللہ کے حکم کو مانا تھا لیکن انہیں یہ خیال نہ تھا کہ نواسہ رسول پر کربلا میں اس قدر ظلم ہو گا جب میدان کربلا میں جنگ شروع ہوئی تو ان سے یہ حال نہ دیکھا گیا اور یہ عبیداللہ بن زیاد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو گئے حضرت امام حسین سے معافی مانگی اور جان قربان کرنے کی اجازت چاہی حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو قبول کیا اور میدان میں جانے کی اجازت دی کوفے کے اس مشہور بہادر کو میدان میں دیکھ کر عبیداللہ کا لشکر کانپ اٹھا لشکر کے سردار عمر ابن سعد نے ان کے مقابلہ کرنے کے لیئے ایک مشہور پہلوان صفوان بن حنظلہ کو بھیجا اور کہا کہ پہلے حُر کو سمجھا کر لانے کی

Marfat.com

کوشش کرو اور اگر وہ نہ مانیں تو اُن کا مقابلہ کر کے سر کاٹ لاؤ۔

صفوان مقابلے میں آیا اور کہنے لگا حُرؓ تم بہت سمجھدار انسان ہو بڑے بہادر ہو آخر تم نے کیا سوچ کر حسینؓ کا ساتھ دیا اور اس طرح یزید جیسے بادشاہ اور ابن زیاد جیسے حاکم کو چھوڑ دیا اور زبردست انعام سے محروم ہو گئے اب بھی غور کر لو اور ہمارے ساتھ آکر مل جاؤ تمہیں اور زیادہ اونچا مرتبہ اور انعام ملے گا حضرت حُرؓ نے صفوان کو جواب دیتے ہوئے کہا اے بدنصیب دنیا کا اونچا مرتبہ اور دولت کچھ نہیں میں نے عقل سے کام لیا ہے مجھے پتہ ہے کہ حضرت حسینؓ پر جان قربان کر کے مجھے دنیا کی عزت اور آخرت میں نجات سب کچھ ملے گا مجھے تیرے فیصلے پر افسوس ہے کہ تو مسلمان ہو کر نواسۂ رسول کے خون کا پیاسا ہے اور دنیا کے لالچ میں اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ اب بھی توبہ کر لے اور میری طرح جنت کا حقدار بن جا لیکن صفوان نے آپ پر ایک دم حملہ کر دیا جس کے جواب میں حضرت حُرؓ نے اس کو فوراً ہی ہلاک کر دیا اب جو دشمن بھی مقابلے کے لیے آتا حضرت حُرؓ اس کو بڑی آسانی سے ہلاک کر دیتے جہاں تک کہ دشمن نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا مقابلہ کرتے کرتے موقع پا کر حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا حضرت امام نے فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہو گئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ نانا جان کوثر کا پانی لیے تمہارا انتظار کر رہے ہیں آپ دوبارہ پورے جوش کے ساتھ میدان میں آئے جس طرف رُخ کرتے دشمن کا صفایا کرتے چلے جاتے تھے ہر طرف سے آپ پر بھی تیروں اور تلواروں کے وار ہو رہے تھے آخر کار دشمن نے آپ پر تابڑ توڑ حملہ کر کے گھوڑے سے گرا دیا حضرت امام دشمن کے گھیرے میں لاش کو اٹھا کر لائے حضرت حُرؓ کے چہرے کو صاف کیا آپ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ حُرؓ کی قربانی قبول فرما

Marfat.com

حضرت حُرؒ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والے میدان کربلا میں شہید ہو چکے تو صرف خاندان کے بائیس نوجوان باقی رہ گئے اور دشمن نے مقابلہ اور سخت کر دیا ان خاندانی نوجوانوں میں سب سے پہلے مُسلم بن عُقیل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے حضرت امام سے میدان میں جانے کی اجازت مانگی حضرت امام نے فرمایا تمہارے باپ اور دو چھوٹے بھائی پہلے ہی شہید ہو چکے۔ اب میں تمہیں میدان جنگ میں بھیجنا نہیں چاہتا لیکن حضرت عبداللہ نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے شہادت کے بلند مقام سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ دشمن آپ پر حملہ کریں اور میں بیٹھا دیکھتا رہوں حضرت امام نے آپ کو اجازت دی ہاشمی خاندان کا پہلا نوجوان تھا جو میدان میں آیا اُن کو دیکھ کر دشمن پریشان ہوئے حضرت عبداللہ نے لشکر کے سردار ابن سعد سے کہا کہ میں تجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں لیکن ابن سعد نے قدامہ ابن سعد کو مقابلہ کے لیے بھیجا حضرت عبداللہ نے اس کا مقابلہ کیا اور تھوڑی ہی دیر بعد اس کو گرا دیا اپنا گھوڑا اپنے قافلے کی طرف چھوڑ دیا اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے دشمن نے جب آپ کی بہادری کا اندازہ لگایا تو اور بھی گھبرائے لیکن پھر آپ کو چاروں طرف سے گھیرنے اور حملہ کرنے کا فیصلہ کیا حضرت عبداللہ چاروں طرف دشمن کا مقابلہ کرتے رہے آپ کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے تقریباً بیس مشہور بہادروں کو آپ نے ختم کیا۔ اور آخر کار جامِ شہادت نوش کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے چند خاندانی نوجوانوں کی شہادت کے بعد خود میدان میں جانے کا ارادہ کیا لیکن حضرت امام حسن کے صاحبزادے حضرت عبداللہ آگے بڑھے اور عرض کرنے لگے چچا جان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جوانوں کے ہوتے ہوئے آپ دشمن کے سامنے جائیں آپ پر جانیں

Marfat.com

قربان کرنا ہماری ذمہ داری ہے آپ مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیں حضرت امام نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ دشمن کا مقابلہ کر کے اس معاملے کو ختم کر دوں اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم لوگ بچ جاؤ گے کیونکہ اصل میں دشمن میرے خون کے پیاسے ہیں تم واپس مکے چلے جانا اور اپنی زندگی سکون سے گذارنا لیکن صاحبزادہ امام حسن نے جواب دیا سکون آپ کے بعد زندہ رہنے میں نہیں بلکہ اُس سے پہلے شہادت پانے میں ملے گا۔

حضرت امام نے آپ کو اجازت دی آپ نے ایک دم سردار لشکر ابن سعد پر حملہ کر کے اس کو ختم کرنا چاہا لیکن وُہ بھاگ کر بچ گیا صاحبزادۂ حسن کو میدان میں دیکھ کر دشمن ایک دوسرے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنے لگے کسی کی خود مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی آخر کار پانچ سو سواروں نے ایک دم آپ پر حملہ کیا آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے دشمنوں کا صفایا شروع کیا بڑے بڑے مشہور بہادر اس نوجوان کا شکار ہو گئے یہ حالت دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے دشمنوں نے مقابلہ روک دیا لیکن صاحبزادہ حسن نے خود دشمن پر لپک کر حملہ کیا اور دشمن کو پیچھے دھکیلتے چلے گئے اب آپ کا جسم بھی زخموں کی وجہ سے کافی نڈھال ہو چکا تھا اس حالت میں پیچھے سے آپ پر حملہ کر کے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا گیا اور نبی کریم علیہ السلام کے خاندان کا ایک ہیرو دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے بعد ان کے بھائی حضرت قاسم میدان میں آئے ابو بکر ابن علی عمر ابن علی عثمان ابن علی، عون ابن علی حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے سب ہی میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھا کر اسلام کی حفاظت اور حق کی حمایت کا سبق دیتے اور دنیا سے رخصت ہوتے گئے یہاں تک کہ اس سارے خاندان اور کھلتے ہوئے باغ میں عورتوں کے علاوہ صرف علی اکبر بیمار

Marfat.com

زین العابدین اور دودھ پیتے ننھے علی اصغر رہ گئے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ان صاحبزادوں کو خاندان کا وارث بنا کر خود جام شہادت نوش کرنے کا ارادہ کر رہے تھے لیکن ابھی امتحان مکمل نہیں ہوا تھا اور بچوں کی لاشوں پر بھی صبر کرنا باقی تھا لہذا حضرت علی اکبر نے میدان میں جانے کی اجازت مانگی باپ نے اٹھارہ سالہ نوجوان بیٹے کے چہرے پر محبت بھری نظر ڈالی اور کہا اچھا جاؤ ہم تمہیں بھی خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر صبر کریں گے حضرت علی اکبر کی شکل بالکل نبی کریم علیہ السلام کی سی تھی حضرت امام حسین نے اس شبیہ رسول کے سر پر اپنے ہاتھ سے پگڑی باندھی حیدری تلوار کمر میں لٹکائی اور نیزہ ہاتھ میں دیا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

حضرت علی اکبر میدان میں پہنچے تو تھوڑی دیر کے لیے سناٹا ہو گیا آپ دشمن کو للکارتے رہے لیکن کسی کی مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی آخر کار آپ خود آگے بڑھے اور کہا یا تو میدان چھوڑ دو اور ہمیں واپس مکے جانے دو ورنہ مقابلہ کر دلیکن دشمن نہ میدان چھوڑتا تھا اور نہ مقابلہ کرتا تھا علی اکبر نے خود حملہ کیا دشمنوں نے چھپنا شروع کیا لیکن اس نوجوان نے اکیاسی مشہور سواروں کو ہلاک کیا آخر کار ہزاروں سواروں نے آپ کو گھیرا اور وار کیئے ایسی حالت میں آپ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ابا جان پیاس بہت لگی ہے حضرت امام نے فرمایا میرے پاس پانی کا قطرہ بھی نہیں جو تمہیں دوں ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ نانا جان تمہارے لئے حوض کوثر کا پانی لیئے کھڑے ہیں باپ کا یہ جواب سن کر حضرت علی اکبر اور جوش میں آئے اور دشمن پر تیزی سے لپکے آخر کار ابن نمیر کا ایک تیر آپ کے سینے پر اس زور سے لگا کہ پھیلڑ تک پہنچ گیا جس سے آپ گھوڑے سے گر پڑے حضرت امام حسین علیہ السلام نے نور نظر کی لاش کو اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ اس قربانی کو بھی قبول

Marfat.com

فرمایا اور حضرت علی اکبر دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

جان نثاروں کے ان دردناک واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام ایک ایسی دولت ہے جس پر مسلمان کو اپنی جان تک قربان کر دینے میں پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے ہر زمانے میں اسلام کی حفاظت کے لئے خون بہایا گیا ہے اسی لیئے کہا جاتا ہے

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے!
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہر مسلمان کو اسلام کی حفاظت کے لیئے ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کے لیئے تیار رہنا چاہیئے اور یہ یقین کرنا چاہیئے کہ اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے اگر جان جائے گی تو ہمیشہ کی زندگی نصیب ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح اعلان ہے!

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ اور اللہ کی راہ میں (دین کے لئے) قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں، تمہیں ان کی زندگی احساس نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور شہادت کا بلند مرتبہ نصیب فرمائے۔ آمین

Marfat.com

قاتلانِ حسین کا انجام

وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ؁

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ کے اس فیصلے کا اعلان ہے کہ ظلم کرنے والا اپنی ظاہری و مادی طاقت کے ذریعے کچھ دیر کے لیئے فاتح اور کامیاب ہو کر خوش ہو جاتا ہے لیکن اس کو بہت جلد ظلم و ستم کی سزا بھگتنا پڑتی ہے، اس فیصلے کی بنیاد پر تاریخ سے ثابت ہے کہ نواسۂ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے رفقاء اور اہلِ بیت کرام پر جن لوگوں نے ظلم و ستم اور انسانیت سوز برتاؤ کیا اُن کا انجام نہایت ہی عبرت ناک ہوا چند ظالموں کا اس وقت ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ہر ظلم کرنے والا عبرت حاصل کرے اور امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کو قدرے سکون ہو۔

حارث جس نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کو انعام کے لالچ میں نہایت ہی بے دردی سے شہید کیا تھا وہ جب ان صاحبزادوں کے سر عبیداللہ ابن زیاد کے دربار میں لے کر پہنچا اور عبیداللہ کے سامنے اس نے سروں کو رکھتے ہوئے کہا کہ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کر دی اب تو مجھے وہ انعام دے جس کا وعدہ کیا تھا بجائے انعام ملنے کے اس وقت حارث کا انجام یہ ہوا کہ عبیداللہ اس پر سخت ناراض ہوا کہ میں نے تجھے ان بچوں کو شہید کرنے کو نہیں بلکہ گرفتار کرنے کو کہا تھا اب اگر یزید نے مجھ سے بچے طلب کیئے تو میں کیا جواب دوں گا حارث نے عبیداللہ ابن زیاد سے سخت باتیں کیں عبیداللہ نے فوراً کہا حارث

Marfat.com

کو جس کا دل چاہے دربار سے لے جائے اور جیسے چاہے قتل کر ڈالے یہاں ایک نیک دل بزرگ حضرت مقاتل موجود تھے انہوں نے حارث کو لیا اور حضرت مسلم ابن عقیل کے صاحبزادوں کے سر بھی ساتھ لیئے او اعلان کرایا کہ حارث کا انجام دیکھنے کے لیے کوفے کے لوگ جمع ہو جائیں آپ حارث کے ساتھ ایسی جگہ پہنچے جہاں اس نے بچوں کی جان لی تھی کوفے والے اس عبرت ناک منظر کو دیکھ رہے تھے کہ حضرت مقاتل نے حارث کے ہاتھ پیروں میں کیلیں ٹھکوائیں جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور جب حارث تڑپ تڑپ کر مر گیا تو اس کو ایک گڑھے میں دبا دیا۔

حارث کا یہ عبرت ناک انجام در حقیقت عبیداللہ ابن زیاد کے لیے ایک تازیانہ تھا کہ جب دو بچوں کے قاتل کا یہ انجام ہوا تو اگر حضرت امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا گیا تو ان ظالموں کو کتنی سخت سزا ملے گی لیکن عبیداللہ تو حکومت و طاقت کے نشے میں تھا وہ یہ کب سوچ سکتا تھا کہ ظلم کی سزا اس کو بھی ملے گی۔

محکم ابن طفیل، صفوان، قدامہ، بختری یوسف یہ سب اور ان جیسے بہت بہادر عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر میں شامل تھے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلے کے لیے دولت و حکومت کے لالچ میں آئے تھے۔ لیکن وہب ابن عبداللہ کلبی، حر ابن یزید ریاحی، عبداللہ ابن مسلم، علی اکبر اور ان جیسے جان نثاروں اور اسلام کے محافظوں نے میدان جنگ میں بھی ان ظالموں کے ٹکڑے کر ڈالے اور ان کے وہ تمام ارمان جو دلوں میں لیئے ہوئے میدان جنگ میں آئے تھے کچل گئے اس کے علاوہ لشکر کے سرداروں اور لیڈروں کو بیحد ذلت و خواری نصیب ہوئی۔

جب امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہداء کے سر یزید کے دربار میں پہنچے تو ہر ایک کو انعام کی توقع تھی بشیر ابن مالک نے حضرت امام کا سر

Marfat.com

یزید کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ میں نے تجھے خوش کرنے کے لیے اس دور کے سب سے بہترین انسان کا سر تیرے دربار میں پیش کر دیا اب مجھے پورا پورا انعام ملنا چاہیئے لیکن یزید نے کہا کہ اگر تو ان کو سب سے بہتر جانتا ہے تو تو نے ان کو کیوں شہید کیا تو انعام کا مستحق نہیں بلکہ سزا دینے کے لائق ہے یزید نے فوراً جلاد کو حکم دیا کہ گردن اڑا دی جائے بشیر ابن مالک، اپنے کیئے پر پچھتایا اور خدائی فیصلے کے مطابق ظالم کو سزا ملی جلاّد نے ایک ہی وار میں بشیر ابن مالک کی گردن اڑا دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے یزید کا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ وہ تو یہ چاہتا تھا کہ امام حسین اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تاکہ اس کی عزت زائد ہو لیکن اب حضرت امام کی شہادت کے بعد لوگوں کی نظروں میں یزید اور بھی گر گیا اور اس کو عام طور پر ظالم کہا جانے لگا اس نے شہادت امام سے اپنی بیزاری اور لاتعلقی ظاہر کرنے کے لیئے وعدے کے مطابق کسی کو کوئی انعام نہ دیا بلکہ امام حسین کے بقیہ خاندان کی عزت اور احترام کرنے لگا اس طرح اس کی زندگی کا باقی حصہ نہایت ہی پریشانی اور کوفت میں گذرا اور ربیع الاوّل ۶۴ھ میں نہایت ہی ذلت کی موت مرا۔

یزید کی موت کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں مختلف طریقے سے لکھے گئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ یزید ایک دن اپنے دوست سرحون ابن منصور کے ساتھ شکار کو جا رہا تھا کہ ایک عیسائی پادری کے مکان کے سامنے گذرا پادری کی لڑکی جو نہایت حسین و خوبصورت تھی اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی یزید کی اس پر نظر پڑی تو دیوانہ ہو گیا اور اس لڑکی کو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا اور اپنے دل کا حال اپنے دوست سرحون کو بتایا لیکن سرحون خود اس لڑکی پر عاشق ہو چکا تھا اور اس کو اپنے لیئے چاہتا تھا سرحون نے اس لڑکی سے تعلق قائم کر کے سارا حال بتایا اور کہا کہ یزید بہت آوارہ مزاج ہے اور حاکم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

Marfat.com

تجھے اپنی حکومت کے ذریعے حاصل کرلے لہذا تو اپنی حفاظت کا انتظام کر لڑکی بہت سمجھ دار تھی اس نے سرحون سے کہا ایک دن تم یزید کو مجھ سے ملاقات کرانے کے بہانے یہاں لے کر آؤ سرحون یزید کو لے کر لڑکی کے گھر پہنچا لڑکی نے یزید کو علیحدہ بلا کر کہا کہ میں تمہارے ساتھ تفریح کے لیے چلنا چاہتی ہوں لیکن تم اکیلے آکر مجھے لے جاؤ یزید کا تو مقصد ہی یہی تھا دوسرے دن یزید تنہا آگیا لڑکی تیار ہو کر اس کے ساتھ ہو لی اب یہ دونوں شہر سے دور ایک پر فضا مقام پر پہنچ گئے لڑکی نے اس سے محبت کی باتیں کیں یزید شراب پیتا جا رہا تھا اور لڑکی سے آوارگی کی باتیں کر رہا تھا لیکن شراب و عشق کے نشے میں مست ہو کر اسے اپنے انجام کا کوئی خیال تک نہ آیا لڑکی نے جب اس کی بدمستی کا اندازہ لگا لیا تو بڑی تیزی سے اسی کی تلوار نکال کر اس پر بھرپور حملہ کیا پہلے ہی وار میں یہ بے قابو ہو گیا لڑکی اس کے سینے پر سوار ہو کر بولی ظالم تو نے اپنے نبی کے نواسے سے وفا نہیں کی تو میں اپنی زندگی تجھے کس امید پر سپرد کر سکتی ہوں آج تجھے اپنے ظلم کا بدلہ ملتا ہے لڑکی نے اس کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گھر پہنچ گئی یہاں کسی کو پتہ بھی نہ تھا کہ یزید گیا کہاں درباریوں نے تلاش شروع کر دی۔

سرحون نے خیال ظاہر کیا کہ امیر المومنین شاید اس لڑکی کے ساتھ کہیں چلے گئے ہوں گے گھر آکر دیکھا تو لڑکی موجود ہے اس سے امیر المومنین (یزید) کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں درباریوں نے تلاش شروع کی شہر سے باہر نکل کر دیکھا تو ایک جگہ بہت سے مردار کھانے والے جانور چیل، کوے اور کتے جمع ہیں خیال کیا کہ یہاں کوئی مردہ پڑا ہو گا قریب آکر دیکھا تو پتہ چلا کہ یزید کا آدھے سے زائد جسم جانوروں کی خوراک بن چکا ہے ان لوگوں نے شہر سے باہر اسی جگہ یزید کو گڑھا کھود کر دفن کر دیا یہ ہوا اس ظالم کا انجام جس نے اپنی عزت

Marfat.com

وحکومت کے لیے میدانِ کربلا میں خاندانِ نبوت پر ظلم کرلے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر سب سے زائد ظلم عبیداللہ ابن زیاد نے کیا تھا اسی نے حضرت مسلم ابن عقیل رضی اللہ عنہ، ان کے صاحبزادوں اور ہانی ابن عروہ کو شہید کرایا تھا، اسی نے حضرت امام کے مقابلے کے لیے عمرو بن سعد کی قیادت میں ایک زبردست لشکر میدانِ کربلا میں بھیجا اور عمرو بن سعد کو حکم دیا کہ "حسین اور ان کے اہلِ بیت کے پاس دریائے فرات کا پانی نہ پہنچنے دو اور ہر طرح سے ان کو پریشان کرو حضرت امام کی شہادت کے بعد جب تمام سر عبیداللہ کے دربار میں پہنچے تو یہ ظالم ایک چھڑی لے کر بار بار حضرت امام کے منہ پہ مار رہا تھا دربار میں اس وقت حضرت زید ابن ارقم صحابی بھی موجود تھے اُن سے نہ رہا گیا انھوں نے اپنی جان کی پروا کیے بغیر کہا اے ظالم اس چھڑی کو ہٹا لے قسم خدا کی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس چہرے کو بوسے دیا کرتے تھے اسی ظالم نے امام حسین کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ "خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں ذلیل اور غارت کر کے تمہارے خاندان کو خوار کر دیا" حضرت زینب نے ہمت کے ساتھ جواب دیا "خدا کا شکر ہے جس نے اپنے نبی کے خاندان میں ہمیں پیدا کیا اور ہمیشہ کے لیے پاک وصاف کر دیا" عبیداللہ نے حضرت امام کی شہادت کے بعد جامع مسجد کوفہ میں ایک بڑا جلسہ کیا اور اس میں کہا "خدا کا شکر ہے کہ اس نے امیر المؤمنین یزید اور اس کی جماعت کی مدد فرمائی اور کذاب ابن کذاب حسین ابن علی (معاذاللہ) اور اس کے ساتھیوں کو غارت کیا اس کے علاوہ بھی اس نے ظلم وستم میں کوئی کمی نہ کی لیکن ابھی اس نے اطمینان کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ اس کی ذلت وخواری کا دور شروع ہوا۔

عمرو ابن سعد اور عبیداللہ ابن زیاد دونوں میں قتلِ حسین کے بارے میں

Marfat.com

اختلاف ہونے لگا عبیداللہ ابن زیاد کے بھائی عثمان ابن زیاد نے کہا قتل حسین سے تو یہ بہتر تھا کہ زیاد کا پورا خاندان ہمیشہ غلام بنا رہتا اس کی ماں مرجانہ نے کہا " اے ابنِ زیاد تو نے ابن رسول اللہ کو قتل کر دیا تجھے جہنم سے نکل کر کبھی جنت نصیب نہ ہو گی " جب یزید کے دربار میں شہداء کے سر پہنچے اور اس نے ظلم و ستم کی تفصیل سنی تو اپنے بے قصور ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا " بغیر قتلِ حسین کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین پر ظلم نہ ہونے دیتا "

اس طرح عبیداللہ ابن زیاد بھی یزید کی طرح دن بدن ذلیل و خوار ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ یزید کی موت کے بعد ۶۷ھ میں مروان کے نمائندے کی حیثیت سے موصل پر قبضہ کرنا چاہا تو کوفے سے مختار ثقفی نے اس کے مقابلے کے لیئے زبردست فوج روانہ کی اس جنگ میں اس کے بہت سے فوجی اور یہ خود مارا گیا مختار کی فوج کے سالار ابراہیم ابن اشتر نے حکم دیا کہ عبیداللہ ابن زیاد کی لاش تلاش کی جائے فوجیوں نے کہا اتنی لاشوں میں اس کو کیسے پہچانا جا سکتا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ران میں ایک زخم ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے ۔

یہ زخم عبیداللہ ابن زیاد کے اس وقت ہوا تھا جب اس نے امام حسین کے سر کو اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا سر سے خون کا ایک قطرہ ٹپکا ۔ جو بندوق کی گولی کی طرح عبیداللہ کی ران سے پار ہو کر زمین میں گھس گیا اس کے اس زخم سے اتنی بدبو آتی تھی کہ اگر وہ تیز خوشبو استعمال نہ کرے تو کوئی اس کے پاس بیٹھ نہیں سکتا تھا غرضیکہ اس زخم سے عبیداللہ کی لاش کو تلاش کر کے نکالا گیا ابراہیم اشتر نے اس کا سر کاٹ دیا اور جسم کو جلوا دیا خدا کی قدرت دیکھیئے عبیداللہ کا سر مختار ثقفی کے دربار میں آیا اور مختار اس جگہ بیٹھا تھا جہاں عبیداللہ بیٹھا کرتا تھا اور عبیداللہ کا سر اس جگہ رکھا تھا جہاں

Marfat.com

آج سے تقریباً چار سال پہلے عبیداللہ کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تھا عبیداللہ کے ساتھ اس کے ساتھیوں کے کچھ سر بھی مختار کے دربار میں موجود تھے ابھی یہ سر یہاں رکھے ہوئے ہی تھے کہ ایک سانپ ظاہر ہوا جو تمام سروں کو سونگھتا ہوا عبیداللہ ابن زیاد کے سر پر آیا اور منہ میں گھس کر ناک سے باہر آیا اور کئی مرتبہ اسی طرح کر کے سر کے اندر غائب ہو گیا۔

مختار ثقفی نے عبیداللہ ابن زیاد کے بعد ان تمام ظالموں کی تلاش شروع کرا دی جنہوں نے حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کیے تھے اور اب یہ ظالم کوفے میں اسی طرح چھپتے پھرتے تھے جس طرح مسلم ابن عقیل کو چھپنا پڑا تھا۔

عمرو ابن سعد بھی مختار کے دربار میں حاضر ہو گیا یہ وہی شخص تھا جو میدانِ کربلا میں عبیداللہ ابن زیاد کی فوج کا سپہ سالار تھا اور عبیداللہ نے اس کو رے کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا یہ اگرچہ مشہور صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لڑکا تھا لیکن بدنصیب نے حکومت کے لالچ میں اپنی عاقبت برباد کر لی اور حسین کے خون کا پیاسا ہو گیا اس کو اس بات پر فخر تھا کہ "میدان کربلا میں امام حسین پر سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے،، غرضیکہ مختار ثقفی نے اس کی تلاش شروع کرا دی پہلے اس کے بیٹے حفص کو دربار میں لایا گیا مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے حفص نے کہا میرے باپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے وہ کہیں نہیں نکلتا۔ مختار نے کہا اب وہ گوشہ نشین ہو گیا ہے اور عبیداللہ ابن زیاد کے زمانے میں اس نے رے کی حکومت کے لیئے نواسۂ رسول کا سر کاٹ دیا مختار نے عمرو ابن سعد کو گرفتار کر کے اپنے دربار میں بلایا اور اس کی نظروں کے سامنے پہلے اس کے بیٹے کو قتل کرایا اور پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر عبرت ناک سزا دی جس میں عمرو بن سعد مر گیا دونوں کے سر کٹوائے

Marfat.com

اور عمرو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یہ حسین ابن علی کا بدلہ ہے اور حفص کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یہ علی اکبر کا بدلہ ہے۔

شمر ذی الجوشن بھی انہی ظالموں میں سے ایک تھا مختار نے جب اس کی تلاش شروع کرائی تو اس نے کوفے سے بھاگنے کی کوشش کی مختار نے اس کے پیچھے اپنے سپاہی دوڑائے جنہوں نے اس کو ایک جنگل میں جا کر پکڑا اور قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو کتوں کے سامنے ڈال دیا جنہوں نے سپاہیوں کے سامنے ہی اس کے جسم کی بوٹی بوٹی کر ڈالی۔

خولی ابن یزید، سنان بن انس، حصین ابن نمیر، عمرو ابن حجاج، عثمان ابن خالد یہ سب وہ خاص خاص لوگ ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت پر سخت ظلم کیئے تھے لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ ان سب کی موت نہایت ہی عبرت ناک ہوئی قاتلان حسین میں سے بعض تو ایسے سخت امراض میں مبتلا ہوئے کہ پیاس پیاس کرتے ہوئے ہی ہلاک ہوگئے۔

بہر حال یہ واقعات اس حقیقت کو سمجھنے کے لیئے کافی ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں پر ظلم تو ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن ظالم کو بھی ضرور دنیا اور آخرت میں ذلت و خواری اور سخت سزا ملتی ہے ظلم ایک ایسا عیب ہے جو بظاہر کامیابی و کامرانی کا ذریعہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ عیب جس شخص یا جس قوم میں بھی پیدا ہو جائے اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عیب سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

Marfat.com

کرسمس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(یہ مقالہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں سرینام (جنوبی امریکہ) میں قیام کے دوران ایک خصوصی مجلس مذاکرہ میں پیش کیا گیا)

دسمبر کا مہینہ عیسائی سال کا آخری مہینہ ہے جن ملکوں میں عیسائی بکثرت آباد ہیں یا ان کی حکومت ہے وہاں یہ مہینہ بڑی آب و تاب کے ساتھ آتا ہے اس کی رونق گھروں، بازاروں سب ہی جگہ نظر آتی ہے اس ملک (سرینام) میں بھی اس مہینے کے آتے ہی ہر طرف چہل پہل نظر آنے لگتی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے عیسائیوں کا سب سے بڑا تہوار بھی ہے جس کو کرسمس کہا جاتا ہے جو عیسائیوں کے خیال کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے کرسمس کے علاوہ اس مہینے کے ختم ہوتے ہی نئے سال کی آمد بھی ہے عیسائیوں کا نیا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے جس کے آنے پر یہ قوم ایسے ہی خوشی مناتی ہے جس طرح کسی تہوار کو منایا جاتا ہے بہرحال دسمبر کرسمس اور نئے سال کا قریبی مہینہ ہونے کی وجہ سے عیسائیوں کے نزدیک بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔

لیکن یہ بات نہائیت ہی افسوسناک ہے اس ملک (سرینام) اور عیسائیوں کے دوسرے ملکوں میں بسنے والے مسلمان دسمبر کے مہینے میں کرسمس اور نئے سال کی آمد کی خوشی اور رسومات میں عیسائیوں کے ساتھ

ایسے شامل ہو جاتے ہیں کہ ان کے وجود اور حیثیت کا بھی پتہ نہیں چلتا حالانکہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جس کے مذہب اسلام نے اس کو سب کچھ دے کر یہ سکھایا ہے کہ تم کسی جگہ اور کسی قوم کے ساتھ آباد ہو لیکن اپنی حیثیت اور اپنے وجود کو بالکل علیحدہ ایسا چمکتا دمکتا رکھنا ہے جیسے رات کی تاریکی میں ایک ستارہ چمکتا نظر آتا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ کرسمس کی رات کو عیسائیوں کی طرح جب مسلمانوں کے گھروں پر بھی روشنی ہوتی ہے تو کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ یہ گھر عیسائی کا ہے یا کسی مسلمان کا جب کرسمس پارٹی میں مسلمان بھی ناچ گانے دیکھتا اور شراب پیتا ہے تو کیسے امتیاز ہو سکتا ہے کہ کون عیسائی ہے اور کون مسلمان اسی طرح کرسمس اور نئے سال کی دیگر رسوم جو عیسائیوں کے لیئے خاص ہیں مسلمان گھر بھی ان کو اختیار کر لیتے ہیں تو ایک طرف تو وہ اپنے آپ کو عیسائیوں میں شامل کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ عیسائیوں کو موقع دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو بدنام کریں اسی لیئے آج آپ یہ چرچا سنتے ہیں کہ مسلمان اسلام کو اختیار تو کرتے ہیں لیکن اسلام کے حکم اتنے ناقص یا سخت ہیں کہ وہ ان پر عمل نہیں کر سکتے اسی لیے وہ ہماری طرح رہنے اور ہمارے تہواروں میں شریک ہوتے ہیں۔ عیسائی طرز زندگی کو اختیار کرنے والے اور عیسائیوں کے ساتھ ان کے تہوار میں شریک ہونے والے ذرا سوچیں کہ ان کی بدعملی اور لاپرواہی کی وجہ سے اسلام پر کیسا دھبہ آیا۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے گذارش کرتا ہوں کہ جب ہمیں ہمارے مذہب نے خوشی اور مسرت کے دن عطا فرمائے ہیں تو ہمیں ان کو اس شان و شوکت کے ساتھ منانا چاہیئے کہ ہم اقلیت ہونے کے باوجود ظاہر کر دیں کہ ہمیں اپنے مذہب سے تعلق ہے ہم اس کی پابندی بھی کرتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کی حفاظت بھی کر سکتے ہیں ہمیں اپنے گھروں پر کرسمس کی رات کو روشنی نہیں بلکہ ربیع الاول شریف میں عید میلاد النبی پر روشنی کرنا

Marfat.com

چاہیئے ہمیں کرسمس پر نئے کپڑے نہیں بلکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر نئے کپڑے پہننا چاہیئے ہمیں کرسمس پر تہوار کی مبارکباد نہیں بلکہ عید میلاد النبی عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر مبارکباد دینا چاہیئے ہمیں کرسمس پر ایک دوسرے کو تحفے نہیں بلکہ اپنے تہواروں پر تحفے بھیجنا چاہیئے۔

ہاں ہمیں اسلام یہ اجازت ضرور دیتا ہے کہ ہم جن قوموں کے ساتھ آباد ہیں ان کو اپنا ملکی بھائی سمجھ کر ان کے تہواروں کی مبارکباد دے سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو تحفے وغیرہ بھیج سکتے ہیں اس ملک (سرینام) میں عیسائی ہمارے پڑوسی بھی ہیں، ہمارے کاروبار کے ساتھی بھی ہیں۔ اور بہت سی بنیادوں پر ہمارے ان سے تعلقات ہیں تو اسلام ہمیں دنیاوی معاملات میں غیر قوموں سے تعلقات کی اجازت دیتا اور ان سے رواداری اور اچھے سلوک کی تعلیم بھی دیتا ہے لیکن اس پابندی کے ساتھ کہ کسی غیر مسلم سے اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے ہمارے مذہب کی بدنامی یا قانون کی پامالی نہ ہونے پائے مثلاً اگر عیسائیوں کے ساتھ رواداری کے طور پر ہمیں کرسمس پارٹی میں شریک ہونا پڑے تو اس کی اجازت ہے لیکن پارٹی میں شریک ہو کر ناچ گانے دیکھنا یا شراب یا کوئی دوسری حرام چیز استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اسی طرح اگر ہم کسی عیسائی کو کرسمس کا تحفہ بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتے ہیں، لیکن تحفے میں شراب یا کوئی دوسری حرام چیز بھیجنا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی کوئی حرام چیز تحفے میں قبول کی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ دسمبر کو ایک اہمیت یہ بھی حاصل ہے کہ اس کے ختم ہوتے ہی یکم جنوری سے نیا سال شروع ہوتا ہے اس لیئے سال کا پہلا دن عیسائی بہت ہی شان کے ساتھ مناتے ہیں ۳۱ر دسمبر کو رات کے ۱۲ بجے کے بعد اس قدر زبردست آتش بازی ہوتی ہے کہ ساری رات نہ صرف جاگتے بلکہ ایسا محسوس کرتے گذرتی ہے جیسے ملک پر اس کے

Marfat.com

کسی دشمن نے حملہ کر دیا اور وہ بے شمار بم برسا رہا ہے مجھے جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ ان چند گھنٹوں میں تقریباً پانچ لاکھ ڈالر کو آتشبازی کی نذر کر دیا جاتا ہے جس کا فائدہ کسی بھی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا سوائے اس کے کہ محنت سے کمائی ہوئی دولت کو اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر تماشہ دیکھا جاتا ہے، کئی جگہ آگ لگنے کی وارداتیں بچوں کے جلنے اور بڑوں کے زخمی ہونے کے حادثات ہوتے ہیں اس طرح اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں آتشبازی ایک قسم کی حماقت و بیوقوفی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسلام میں اول تو نئے سال کے پہلے دن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہمارا مذہب تو ہر دن کی ابتداء اور انتہا کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اسی لیئے ہر دن کے شروع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی صورت میں اللہ کو یاد کرنے اور اس سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا اور ہر دن کے ختم ہوتے ہی مغرب کی نماز کی صورت میں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن اگر نئے سال کے آغاز پر کوئی خاص اہتمام کیا جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہاں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مسلمانوں کا نیا سال یکم جنوری سے نہیں بلکہ یکم محرم سے شروع ہوتا ہے لہذا مسلمان آپس میں اگر نئے سال کی مبارکباد دیں تو یکم جنوری کو نہیں بلکہ یکم محرم کو دیں لیکن نئے سال کا استقبال آتشبازی سے کرنا یہ تو میں بتا ہی چکا کہ یہ ایک حماقت کا مظاہرہ ہے اسلام حماقت اور فضول خرچی کے کاموں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسی لیئے کسی بھی موقع پر مسلمانوں کو آتشبازی کی اجازت نہیں میں تمام مسلمانوں سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ ایسے حرام اور بیکار کام میں ہرگز شامل نہ ہوں اپنے بچوں کو بھی آتشبازی کے لیئے پیسے نہ دیجیئے ان کو ابھی سے فضول خرچی سے بچنے کی عادت ڈالیئے۔

دسمبر کے مہینے میں کرسمس کی چہل پہل کے ساتھ ہی مذہبی حلقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چرچا بھی بہت ہونے لگتا ہے ایسا معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ عیسائی صرف دسمبر ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے امتی ہونے کا حق ادا کر دیتے ہیں خیر وہ ایک علیحدہ قوم ہیں ان کو حق ہے کہ وہ اپنے مذہب اور اپنے یسوع کے ساتھ جیسا سلوک چاہیں کریں ہمیں اس سے بھی کوئی واسطہ نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں اگر وہ اُن کو خدا کا بیٹا یا خدا مانتے ہیں تو اس کے جواب دہ وہ خود ہوں گے، ہمیں یہ خیال ضرور آتا ہے کہ عیسائی حضرات یسوع مسیح کو قوت و طاقت والا خدا مانتے ہیں تو یہ عقیدہ کیسے رکھتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ کو نہایت ہی بے بسی کی حالت میں سولی پر چڑھا دیا گیا"، یہ تو ان حضرات کو خود سوچنا چاہیئے کہ کیسا ان کے اس عقیدے سے یسوع مسیح کی قوت و عظمت ظاہر ہوتی ہے علاوہ ازیں انجیل مقدس کے مطالعے سے ہمیں تو کچھ ایسا پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کا امتی کہتے ہیں انہی کے بزرگوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں (حواریوں) ہی نے ان کو گرفتار کرایا تھا اور باقی ان کی مصیبت کے وقت ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے ملاحظہ ہو ا۔

۱۔ یہوداہ حواری نے تو تیس روپے یہودیوں سے لے کر حضرت مسیح کو گرفتاری کرا دیا۔ (متی ۲۶/۱۴)

۲۔ پھر یہوداہ اسکریوتی جو اُن بارہ میں سے تھا سرداروں کے پاس چلا گیا تاکہ اُسے (یسوع کو) ان کے حوالے کر دے وہ یہ سُن کر خوش ہوئے اور اس کو روپے دینے کا اقرار کیا اور وُہ موقع ڈھونڈنے لگا کہ کسی طرح قابو پا کر اس کو (یسوع کو) پکڑوا دے (مرقس ۱۴/۱۰-۱۱)

۳۔ حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت پطرس حواری نے حضرت مسیح کی معیت کا تین دفعہ قسم کھا کر انکار کر دیا اور اپنی جان بچا لی۔ (متی ۲۶/۷۲)

۴۔ اسی وقت یسوع نے بھیڑ سے کہا کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو .... اس پر سب شاگرد (حواری)

Marfat.com

اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ (مئی ۱۹۵۵ء)

بہرحال ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ عیسائی اپنے عقائد کے ذریعے واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتے ہیں یا نہیں وہ تو ہم سے ہر طرح علیحدہ ہیں لہٰذا ان کی کوئی بات ہماری قوم اور مذہب کو نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا کام آسانی سے نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ جب بھی مسلمانوں کے سامنے اپنے عقائد و خیالات پیش کرتے ہیں تو انہیں ایسی منہ کی کھانی پڑتی ہے کہ وہ سٹپٹا جاتے ہیں لیکن افسوس اور فکر اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کو حقیقت میں وہ گروہ زائد گمراہ کر رہا ہے جو دعویٰ تو مسلمان ہونے کا کرتے ہیں اور تبلیغ اسلام کا ڈھونگ رچاتے ہیں لیکن وہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کرتے اور حقیقت میں اپنے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا امتی یقین کرتے ہیں "گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے" کے مصداق اسلام اور مسلمانوں کو غیر قومیں نقصان نہیں پہنچاتیں جتنا یہ نام نہاد مسلمان مرزائی یا احمدی و قادیانی پہنچا رہے ہیں اسلام کے خلاف مرزائی امت کی سازش صرف اس ملک پاکستان ہی میں نہیں بلکہ تمام غیر مسلم ممالک میں جاری ہے اسی لیے میں کہتا ہوں کہ:

"مسلمانوں کو غیر مسلموں سے زیادہ مرزا غلام احمد قادیانی کی امت سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کو کسی بھی حیثیت سے مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی ابتدا ہی اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے ہوئی ہے اور یہ ہمیشہ مسلمانوں کو دھوکہ دے کر نقصان پہنچاتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے تمام علماء متفقہ طور پر حکومت پاکستان سے اس ٹولے کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب ہی یہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔

Marfat.com

جائے گا۔

اب میں بتانا چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقائد ہیں اور انہوں نے اپنے عقیدوں کے ذریعے کس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا ہے تاکہ مسلمان بآسانی فیصلہ کر لیں کہ جو گروہ اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کے متعلق ایسے عقیدے رکھتا ہے وہ کس طرح مسلمان ہو سکتا ہے اور یہ یقین کر لیا جائے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو صرف اس لیئے مسلمان کہتے ہیں کہ مسلمان ان کو اپنا جان کر ان کے فریب میں مبتلا ہو جائیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ علماء اہلسنت مرزائیوں کی سرکوبی اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لیئے ہر جگہ موجود ہیں علماء نے ہمیشہ اس فتنے کو کچلا ہے اور مسلمانوں کو اس کی سازشوں سے باخبر رکھا ہے اور جب تک اس روئے زمین پر علمائے اہلسنت ہیں مرزائی عیسائیوں سے اسلام کا سودا کرنے کی سازش میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن وحدیث نے جو کچھ بتایا جس پر مسلمانوں کا ایمان ہے اس کو آخر میں بیان کیا جائے گا پہلے میں مرزائیوں کے عقائد ان کے پیشوا اور نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے پیش کرتا ہوں اس وقت میں مرزا جی کی چند کتابیں لے کر آیا ہوں ان کے علاوہ بھی مرزا کی ہر کتاب میں یہ کافرانہ عقائد موجود ہیں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی مرزائی ان عقائد کا منکر ہو تو وہ اور بھی زائد خطرناک ہے کہ وہ جس کو نبی یا مجدد تسلیم کرتا ہے اس کی بتائی ہوئی باتوں کو نہیں مانتا ویسے شاید ہی کوئی مرزائی ان باتوں کا انکار کرے اس کا انکار یا تو کسی مجبوری کی وجہ سے ہو گا یا دھوکہ دینے کے لیئے ورنہ تمام ہی مرزائی اپنے مرزا جی کے سچے عاشق ہیں اور ان کی ہر بات کو وحی الٰہی ہی سمجھتے ہیں (نعوذ باللہ)

اب عبارتیں ملاحظہ فرمایئے اور ان پر غور کیجیئے۔

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان:

Marfat.com

آپ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر
تھا تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون
سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت
بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی
پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے
سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اُن
کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ
لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

۲۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا کمال نہیں عیب ہے۔

جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزارہا کیڑے مکوڑے خود
بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے
پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی
ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قوتوں سے محروم ہونے
پر دلالت کرتا ہے (چشمہ مسیحی ص۲۳ مصنفہ مرزا غلام احمد مطبوعہ بکڈپو تالیف و تصنیف ربوہ)

عیسیٰ ابن مریم مریم کے خون اور مریم کی منی سے پیدا ہوا اور پھر
خدا نے کہا کہ ہو جا تو ہو گیا۔ (براہین احمدیہ ص۴۹ حصہ پنجم)

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بداخلاق اور بدکردار تھے۔

پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل
نہیں کیا انجیل کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں
کو دعا کرنا سکھلایا اور دوسروں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو
مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک
کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور برے
برے اُن کے نام رکھے۔ (چشمہ مسیحی ص۱۸)

مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے

Marfat.com

بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ (دافع البلاء حاشیہ صہ معنفہ مرزا غلام احمد مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح حاشیہ ص۶)

آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی (آگے چل کر) آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵)

مردی اور رجولیت انسان کے صفات محمودہ میں سے ہے ہیجڑہ ہونا کوئی صفت نہیں (آگے چل کر) حضرت مسیح مردانہ صفت رجولیت کی اعلیٰ ترین صفت سے محروم ہونے کے باعث ازدواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے

(مکتوبات احمدیہ جلد سوم ص۲۸)

۴۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گھڑی ہوئی کتاب ہے۔

مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے۔ (چشمہ مسیحی ص۹)

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار۔

حق بات یہ ہے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور اس دن سے آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور

Marfat.com

ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اس روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کر لیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۶)

غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ (ازالہ اوہام حاشیہ ص۳۲۲ مصنفہ مرزا غلام احمد)

جو خوارق مسیح کی طرف منسوب کیے گئے ہیں یعنی مردوں کا زندہ کرنا یا بیماروں کا اچھا کرنا یہ مسیح سے مخصوص نہیں بلکہ بعض نبی اسرائیلی ایسے ہی گذرے ہیں کہ ان سب کاموں میں نہ صرف مسیح ابن مریم کے برابر بلکہ اس سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔ (ازالہ اوہام ص۵۵)

اور آپ عیسی کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہ تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

۶۔ حیات مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ لغو و باطل ہے ان کی قبر ہندوستان میں موجود ہے۔

اگر آپ زندہ برکات کے خواہاں ہیں تو اس مسیح کا نام نہ لو جو مدت ہوئی فوت ہو چکا اور ایک ذرہ اس کی زندہ برکات موجود نہیں۔ (چشمہ مسیحی ص۳۰)

اور کیا اسی زمانہ میں حضرت مسیح اپنے دعوی کے موافق آسمان سے اتر آئے؟ میں کہتا ہوں اترنا کیا ان کو تو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا یہی رائے یورپ کے محقق علماء کی بھی ہے بلکہ وہ صلیب پر سے نیم مردہ ہو کر بچ گئے اور پھر پوشیدہ طور پر بھاگ کر ہندوستان کی

Marfat.com

راہ سے کشمیر میں پہنچے اور وہیں فوت ہوئے۔ (چشمۂ مسیحی ص۱۵)

یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسیٰ کی قبر سرینگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ (چشمۂ مسیحی ص۹)

اس زمانہ میں یہودی لوگ الیاس نبی کے دنیا میں دوبارہ آنے اور آسمان سے اترنے کے ایسے ہی منتظر تھے جیسے کہ آج کل ہمارے سادہ طبع مولوی حضرات عیسیٰ کے آسمان سے اترنے کے منتظر ہیں مگر حضرت عیسیٰ کو ملاکی نبی کی اس پیشگوئی کی تاویل کرنی پڑی اسی وجہ سے یہودی اب تک ان کو سچا نبی نہیں جانتے کہ الیاس آسمان سے نہیں اترا اس عقیدے کی وجہ سے یہودی تو واصل بجہنم ہوئے اب اسی طمع خام میں مسلمان گرفتار ہیں یہ سراسر یہودیوں کا رنگ ہے۔

(چشمۂ مسیحی حاشیہ ص۲۱)

مسلمان لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے اور نیز ایک خونی مہدی کا بھی انتظار کرتے تھے اور یہ عقیدے اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک مفتری کاذب مہدی موعود کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو خون میں غرق کر سکتا ہے۔ (اسی صفحہ پر آگے) اس لیے اس نے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کا خطاب دے کر میرے پر ظاہر فرمایا کہ کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر غلط خیال ہے بلکہ خدا ارادہ فرماتا ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ مسیح کو دنیا میں پھیلا دے۔

(تحفۂ قیصریہ ص۱۹ تالیف مرزا غلام احمد)

دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سرینگر کشمیر میں موجود ہے اور یہ امر ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے اور ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر کشمیر میں آئے اور ایک

Marfat.com

سو بیس برس کی عمر پاکر سرینگر میں آپ کا انتقال ہوا اور سرینگر محلہ خان یار میں آپ کا مزار ہے۔ (ستارہ قیصرہ ص۱۲)

ہائے افسوس لوگ اس بات سے کیسے بے خبر ہیں کہ ہر ایک فرد بشر کو موت لگی ہوئی ہے اور دوبارہ آنا کسی فوت شدہ کا یعنی حقیقی طور پر خدا تعالیٰ ہرگز تجویز نہیں کرتا اور کوئی صالح آدمی دو مونوں اور دو جان کندنوں سے ہرگز معذب نہیں ہو سکتا اس بیہودہ خیال سے کہ مسیح ابن مریم زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بڑے بڑے فتنے دنیا میں پڑ گئے۔
(نشان آسمانی ص۱۹ مصنفہ مرزا غلام احمد)

قرآن شریف میں تیس کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بین کر رہی ہیں غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا ہے اور اسی جسم کے ساتھ اتر گیا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۰۲)

اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے ہر ایک مسلمان کو یہ ماننا پڑ گیا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن و حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں ہرگز واپس نہیں آئے گا (ازالہ اوہام ص۲۶۵)

اے میرے دوست مجھے اس بات کو ماننے اور قبول کرنے سے معذور تصور فرمایئے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اتر گیا (ازالہ اوہام ص۲۹۵)

خدا تعالیٰ کا بہشتیوں کے لیے یہ وعدہ ہے کہ وہ کبھی اس سے نکالے نہیں جائیں گے پھر تعجب ہے کہ ہمارے علماء کیوں حضرت مسیح کو اس فردوس بریں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۹۹)

تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ مسیح کو آسمان سے اتار کر دکھلا دیں صالحین کی اولاد ہو مسجد میں بیٹھ کر تضرع وزاری کرو کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لا دیں اور تم سچے ہو جاؤ ورنہ کیوں ناحق بدظنی کرتے ہو .... خدا سے ڈرو۔ (ازالۂ اوہام ص۱۸۵)

ایسی بہت سی عبارتیں مرزا جی کی تصانیف سے پیش کی جا سکتی ہے لیکن مرزائیوں کے کفر و الحاد کا اندازہ لگانے کے لیئے یہی کافی ہیں۔ آپ ان عبارتوں پر غور کیجئے تو واضح ہوتا ہے کہ

۱۔ اللہ کے جلیل القدر رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور بے عزتی کے لئے ہوئے طرز سے کی گئی ہے، کوئی شریف آدمی کسی عام اور معمولی آدمی کی بے عزتی کے لئے بھی یہ طرز نہیں اختیار کر سکتا اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ کسی بھی نبی کسی بھی آسمانی کتاب یا صحیفے کا انکار کفر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا بھی انکار کیا گیا ہے جب کہ اُن کے کمالات و معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں اس طرح حقیقت میں قرآن کریم کے ایک حصے کا انکار کیا گیا ہے اور قرآن کریم کے کسی حکم یا ایک آیت کا بھی انکار کفر ہے۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ان کے کمالات و معجزات کا انکار اور انکی حیات اور نزول کا انکار اس شدت سے کیوں کیا گیا تو ملاحظ فرمایئے۔

۱۔ پس مثالی صورت کے طور پر یہی (غلام احمد) عیسیٰ بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ (ازالۂ اوہام ص۶۵۹)

۲۔ اور میں عیسیٰ مسیح کو ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا اور جیسے اسکی نسبت معجزات منسوب کیئے جاتے ہیں میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ (چشمۂ مسیحی ص۲۸)

Marfat.com

۳- اور چونکہ اس نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع مسیح کی روح میرے اندر رکھی تھی اس لیئے ضروری تھا کہ گم گشتہ ریاست میں بھی مجھے یسوع مسیح کے ساتھ مشابہت ہوتی۔ (تحفہ قیصریہ ص ۲۸)

۴- میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعوے اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ (تحفہ قیصریہ ص ۲۹)

۵- اگر کوئی طالب حق نیت کی صفائی سے ایک مدت تک میرے پاس رہے اور وہ حضرت مسیح کو کشفی حالت میں دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے ان سے باتیں بھی کر سکتا ہے اور ان کی نسبت ان سے گواہی بھی لے سکتا ہے۔

(تحفہ قیصریہ ص ۳۰)

۶- خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت وانجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے۔

(دافع البلاء ص ۳۴)

آپ نے اصل معاملے کا اندازہ ان عبارتوں سے کر لیا ہو گا کہ مرزا جی کو سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دراصل اس لیئے عداوت ہے کہ وہ خود ان کا بلند مقام لینا چاہتے ہیں اس سے کوئی پروا نہیں کہ اس جاہ پرستی سے ایمان باقی رہے یا نہ رہے۔

یہ ہیں عیسیٰ مسیح کے متعلق مرزائیوں کے عقائد اب ہر مسلمان فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس گروہ کے خود ایسے عقائد ہوں وہ اسلام کی تبلیغ کیا کرتا ہو گا یقیناً وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا اور اپنے گروہ اور جماعت کو پھیلانے کا کام انجام دے رہا ہے درحقیقت

Marfat.com

مرزائیوں نے اسلام کو بدنام کرنے کا نام ہی تبلیغ اسلام رکھا ہے میں مسلمانوں سے امید کرتا ہوں کہ اب وہ کسی بھی مرزائی کے بیٹے اپنے ذہن میں مسلمان ہونے کا خیال تک نہ پیدا ہونے دیں گے یاد رکھیے کہ۔

شریعت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے مرزائیوں کو بالکل ایک علیحدہ قوم سمجھنا اور ان کے مذہب کو ایک علیحدہ مذہب جاننا اور ان سے غیر مسلموں جیسا برتاؤ کرنا لازمی ہے

بالکل اسی طرح جیسے صحت و تندرستی کے لیے گندی اور سڑی ہوئی چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

اس ملک (سرینام) کے مسلمانوں کو تو میں عملی طور پر دکھا چکا ہوں کہ مرزائی مسلمانوں سے کتنے دور ہیں میں نے اسی سال (۱۹۷۲ء) ۱۲ مارچ کو مسلمانوں کے لیے اسلامی جھنڈا پیش کیا جس کو ہر مسلمان نے بڑے ہی شوق و محبت کے ساتھ قبول کیا اور آج پورے ملک میں مسلمان اسی جھنڈے کو استعمال کرتے ہیں یہ مسلمانوں کا ایک مذہبی نشان ہے اس سے ان کے وجود اور تعداد کا پتہ چلتا ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہماری کوشش کے باوجود مرزائیوں نے اس جھنڈے کو لینے سے انکار کر دیا حالانکہ جب میں نے ایک عالم غلام احمد بشیر کو (جو ہالینڈ میں مقیم ہیں سرینام آئے تھے) ایک جھنڈا تحفۃً دیا تو انہوں نے اس کو قبول بھی کیا اور اعتراف کیا کہ اس جھنڈے میں کوئی خرابی نہیں تو آپ کی جماعت (جماعت احمدیہ) اس کو کیوں منظور نہیں کرتی کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس غیر مسلم ملک میں غیروں پر بھی کسی طرح مسلمانوں کا اختلاف ظاہر نہ ہو یہ سوال میں نے اسی لیے کیا تھا کہ حق و باطل واضح ہو جائے مولانا موصوف نے میرے سوال کے جواب میں لکھا کہ جھنڈا تو مجھے پسند ہے اور آپ کا خیال بھی مناسب ہے واقعی اتحاد کی بہت ضرورت ہے لیکن جھنڈے

Marfat.com

پر اگر حضور علیہ السلام کے مزار کا نقشہ نہ ہوتا تو بہت مناسب تھا۔ اس آخری جملے سے ہی حقیقت سمجھ گیا کہ یہ مرزائی کسی ایسے طریقے سے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد نہیں کرنا چاہتے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ حضور نبی آخر الزماں علیہ السلام کے امتی ہیں کیونکہ پھر انہیں اپنے (جھوٹے) نبی کی نبوت کا چرچا کرنے کا موقع نہیں رہے گا۔ ہاں وہ ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان کہتے بھی ہیں اور گائے کا گوشت کھا کر منافقوں کی طرح نماز پڑھ کر مسلمانوں کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان میں اور ہم میں صرف معمولی اختلاف ہے حالانکہ وہ خود تمام مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں ان کے قائد مرزا غلام احمد نے انہیں یہی بتایا اور تمام مسلمانوں سے علیحدہ رہنے کا حکم بھی دیا ملاحظہ ہو۔

۱۔ جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے

(نزول المسیح ص — مصنف مرزا غلام احمد)

۲۔ تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں بالکل ترک کرنا پڑے گا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۲)

اب آپ ذرا سوچیے کہ مرزا جی کے اس حکم کے بعد یہ لوگ کس طرح مسلمانوں سے خلوص و محبت کا رشتہ جوڑ سکتے ہیں یا کسی وقت بھی مسلمانوں کے کام آ سکتے ہیں یقین رکھیے یہ ہم سے ملتے ہیں۔

"ہمارے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے اور اپنے جماعتی و ذاتی فائدے حاصل کرنے کے لیے ان کو عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں کی طرح ایک علیحدہ قوم سمجھنا چاہیے

مجھے اس بات کی بیحد خوشی ہے کہ اس ملک (سرینام) کی گورنمنٹ کی طرف سے مردم شماری کے وقت جو فارم پُر کرایا جاتا ہے اس میں مذہب لکھنے وقت مسلمان کے لیے یہ بھی لکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ سنی ہے یا احمدی۔ گویا گورنمنٹ اگرچہ غیر مسلم ہے لیکن وہ یہ حقیقت جان

Marfat.com

چکی ہے کہ احمدی (مرزائی) ایک علیحدہ قوم ہیں انمیں اور اہل سنت و جماعت میں کوئی تعلق نہیں مسلمان تو پہلے ہی اس حقیقت کو جانتے ہیں، لیکن عمل نہیں کرتے ہیں گذارش کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو عملی طور پر یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ مرزائیوں سے ان کا کوئی مذہبی رشتہ نہیں۔

آخر میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اہل اسلام کا جو عقیدہ ہے اس کو بھی مختصراً بیان کر دیا جائے تفصیل کے ساتھ انشاءاللہ اس کو کسی دوسرے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں اور مستحکم دلائل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے خدا نے ان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور بچپن ہی میں انہیں کلام کرنے کی قوت بھی عطا فرمائی۔ اگر وہ خود اپنی حقیقت اور اپنے مقام کو بیان کر دیں اور ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام تہمت سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی کتاب انجیل نازل فرمائی اور آپ کو انجیل کے علاوہ توریت کا علم عطا فرمایا دیگر انبیاء کی طرح آپ کو ہر قسم کے گناہ اور برائیوں سے بچایا اور ہر قسم کے کمالات اور خوبیوں سے مزین فرما کر آپ کو اس زمانہ کے لحاظ سے معجزات بھی عطا فرمائے آپ مٹی کے پرندے بنا انمیں پھونکتے تھے جس سے وہ جاندار ہو کر اڑنے لگتے تھے آپ کوڑھ اور برص کے مریضوں پر ہاتھ پھیر کر ان کو اچھا کر دیا کرتے تھے، مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے، چھپی ہوئی باتوں کو اور آئندہ ہونے والے واقعات کو بیان کر دیتے تھے جب دشمنوں نے آپ کو سولی دینے کی کوشش کی تو خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت کاملہ سے آسمان پر اٹھا لیا اور ایک دوسرے شخص کو آپ کا ہم شکل کر دیا جس کو دشمنوں نے سولی پر چڑھایا لیکن جب انہوں نے اس کو غور سے دیکھا تو انمیں اختلاف پیدا ہو گیا اور بعض نے کہا کہ یہ عیسیٰ ہیں اور بعض نے انکار کیا بہر حال اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب

Marfat.com

دنیا میں تشریف لائیں گے حضور علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کریں گے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کریں گے قرآنی احکام پر عمل کریں گے اور اسی کو نافذ کریں گے آپ کے آتے ہی دنیا سے برائیاں مٹ جائیں گی اور عدل و انصاف کا دور ہوگا عقائد باطلہ رکھنے والے فرقے (بشمول مرزائی) تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ آپ دنیا میں پینتالیس سال قیام فرمائیں گے اسی عرصہ میں شادی بھی کریں گے آپ کے اولاد بھی ہوگی۔ آخر عمر میں حج بھی کریں گے حج سے فارغ ہو کر مکہ و مدینہ کے درمیان آپ کا انتقال ہوگا اور آپ کو نبی کریم علیہ السلام کے مزار اقدس میں آپ کی قبر شریف کے قریب ہی دفن کیا جائے گا۔۔۔۔

مجھے یقین ہے کہ میرے اس مضمون سے یہ بات واضح ہو چکی کہ کس طرح "اس گھر کو گھر کے ہی چراغ سے آگ لگی" آج عیسائی مسلمانوں پر جو کچھ اعتراض کرتے ہیں اس کا موقع انہیں اس لیے نہیں ملا کہ اسلام ناقص ہے بلکہ یہ موقع اس لیے ملا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا ڈھونگ رچانے والوں نے اسلام کے نام پر ایک نئے مذہب اور جماعت کی بنیاد رکھی اور وہ اسی کی تبلیغ کرتے ہیں اور بدنام اسلام ہوتا ہے اور مسلمان ہوتے ہیں۔ اسی لیے بیحد ضروری ہے کہ

"ایک مضبوط اور جامع پروگرام کے ذریعے فتنۂ مرزائیت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے انشاء اللہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ اس فتنے کو کچلنے کی منظم تحریک چلے گی اور مجھے امید ہے کہ اس کی قیادت پاکستان ہی کے علماء اہل سنت کریں گے جنہوں نے اب تک اسی سلسلے میں بہت کچھ کام کیا ہے اور اب بھی کوششیں جاری ہیں۔

اللہ ہمیں اسلام اور ناموس رسالت کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

اللہ کے ولی

انسان اشرف المخلوقات ہے کہ کائنات کی ہر چیز اُس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ نہ صرف اپنے خالق کی عبادت، معرفت اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دنیا میں آیا، لیکن انسانوں کا ایک گروہ اپنے اس مقام کی حفاظت نہ کر سکا، وہ خالق کی عبادت کرنے کی بجائے مخلوق کا پجاری بن گیا، وہ خالق کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے دنیا کو اپنی معرفت کرانے لگا۔ وہ خالق کو راضی کرنے کی بجائے دنیا کے بتوں کو راضی کرنے کی کوشش میں لگ گیا، اُس کے دل میں خالق کی محبت کی بجائے دنیا کی فانی چیزوں کی محبت نے گھر بنالیا، اُس کی آنکھیں دنیا کے حسن و جمال سے خیرہ ہو گئیں۔ اُس کے کان "داعی الی اللہ" کی آواز سننے کے لئے بہرے ہو گئے۔ اس کیفیت کے بعد اب اس میں اور جانوروں میں کیا فرق رہا۔ اسی لئے فرمایا گیا۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ	وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

(الاعراف ۱۷۹)

ان سے زیادہ غافل اور کون ہو سکتا ہے جنہیں یہ تک احساس نہیں کہ وہ جن چیزوں سے محبت کر رہے ہیں، انہوں نے جن چیزوں کو اپنا دیوتا اور آقا بنا رکھا ہے، وہ جن چیزوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں۔ وہ سب بے وفا

Marfat.com

ہیں، چند روز سے زیادہ وہ ساتھ نہیں دے سکتیں، یہ لوگ کتنے غافل ہیں کہ اُن کو دنیا کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دنیا اُن کے لئے بنائی گئی ہے اور انہیں دنیا کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے بلکہ دنیا کو اُن کے قدموں میں گرنا چاہیے۔ پس ایسے غافل لوگ یقیناً جانوروں سے بدتر اور زیادہ گمراہ ہیں۔ اللہ اس گروہ سے محفوظ رکھے۔

اور انسانوں کا ایک گروہ وہ ہے جس نے اپنے "اشرف المخلوقات" ہونے کو سمجھا، تاجِ شرافت کا حق ادا کیا، مقصدِ حیات کو پورا کیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے شب و روز خدا کی عبادت میں صرف کئے، انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اپنے خالق کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی، انہوں نے دنیا کی چیز سے خدا کی مرضی کے مطابق فائدہ حاصل کیا، اُن کے دل میں سوائے خدا کے کسی کی محبت پیدا نہ ہو سکی۔ یہی لوگ ہیں جن کا ذکر بڑے ہی مخصوص انداز میں کیا گیا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (یونس: ۶۲)

سنو، بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اس اشرف و اعلیٰ گروہ کا نام "اولیاء اللہ" رکھا گیا۔ "اولیاء" ولی کی جمع ہے۔ جس کے معنی قریب، محب، دوست اور مددگار کے ہیں۔ وہ مسلمان جو اللہ کے دوست بن جاتے ہیں، اللہ سے محبت کرتے ہیں، اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں، اللہ کے دین کے مددگار بن جاتے ہیں "اولیاء اللہ" کہلاتے ہیں۔ صاحب روح البیان نے فرمایا۔

ولایت درحقیقت خدا اور اپنے نفوس کی معرفت کا نام ہے اور اللہ کی معرفت اس سے محبت کرنا ہے اور نفوس کی معرفت اُن کو دشمنی کی نظر سے دیکھ کر خواہشاتِ نفس کو پامال کرنا ہے۔

(روح البیان)

Marfat.com

ولی کے معنی پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ میدانِ ولایت نہایت وسیع ہے اِس میں انبیاء و رُسل، صحابہ، شہداء اور صالحین سب ہی شامل ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مخصوص مُنعم علیہم بندوں میں شمار فرمایا ہے۔

اور جو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ۔

(النساء۔ ۶۹)

انبیاء کرام علیہم السلام کو خدا نے نعمتِ نبوت سے نوازا جس کے باعث ان کا مرتبہ انسانیت کا ایسا اعلیٰ ترین مرتبہ قرار پایا کہ ان کے اور کسی بھی مرتبہ والے انسان کے درمیان کوئی قدرِ مشترک باقی نہ رہی، انبیاء اپنے مقام میں یگانہ و یکتا ہیں۔ کوئی ایسا عمل نہیں جس کے ذریعہ انسان مقامِ نبوت کو پا سکے، یہ مقام خداداد ہے، وہبی، اُس کا عطیہ ہے، جس کے لئے اللہ نے خود ہی انسانوں کو چُنا۔ اور خود ہی اُن کو اِس منصب کا اہل بنایا۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ — اللہ خوب جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت رکھے۔

(الانعام ۱۲۴)

تاجِ نبوت و رسالت نہ مانگنے والوں کو دیا جاتا ہے، نہ ہی کوشش کرنے والوں کو ملتا ہے بلکہ جو اس منصب کو چھونا بھی چاہتا ہے وہ مردود ہو جاتا ہے، نہ صرف اُس کی عبادتیں رائیگاں ہوتی ہیں بلکہ اُس کا ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ مرتد، واجب القتل قرار دے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص اپنے آپ کو اس امانت کا اہل سمجھنے لگا۔ جس کو خدا اپنے منتخب بندوں کے لئے مخصوص فرما چکا ہے۔

سلسلۂ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت نبی کریم علیہ السلام پر ختم ہو چکا، آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار، اُن

Marfat.com

سے اعلیٰ و افضل اور آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد آج تک نہ کوئی نبی آیا اور نہ ہی قیامت تک کوئی نبی پیدا ہوگا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دنیا میں تشریف لاکر اپنی زندگی کے بقیہ ایام، نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے اُمتی کی حیثیت سے پورے کریں گے۔

ولایت کا دوسرا مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہے۔ جس کا ذریعہ صرف نبی کی زیارت وصحبت ہے۔ یہ مرتبہ انہی خوش نصیب مسلمانوں کا مقدر ہے جنہیں اپنے نبی کی زیارت وصحبت نصیب ہوئی کوئی عبادت گزار، متقی، پرہیزگار، مرتبہ صحابیت تک پہنچنا تو درکنار کسی صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

جس طرح نبی کریم علیہ السلام انبیاء و رسل میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آفتاب رسالت کے یہ تارے مقدر والے تھے کہ انہیں زیارت و صحبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے اس مقام پر پہنچا دیا۔ جس کو ہزاروں برس عبادت کرنے والا بھی نہیں پا سکتا۔ یہ حضرات اُمت کے مقتدیٰ و پیشوا اور رہنما ہیں۔ ان کا احترام جزو ایمان ہے ان کے باہمی اختلافات بھی اُمت کے لیے باعث رحمت ہیں۔ اُن کی برابری کا دعویٰ یا ان پر تنقید کرنا یا ان میں عیب و نقص تلاش کرنا بُری گمراہی اور بدنصیبی ہے کہ اس جماعت سے خدا راضی، یہ خدا سے راضی اور ان کی کامیابی و کامرانی کا خود خدا گواہ ہے فرمایا گیا:

اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(المجادلہ ۲۲)

مرتبہ شہادت بھی ولایت ہی کا ایک مقام ہے اس اعتبار سے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی نیکی نہ کی لیکن اسے اللہ کی راہ میں اسلام کی سربلندی

Marfat.com

اشاعت کے لئے دین کو بچانے کے لئے اپنی جان قربان کر دینے کا موقع مل گیا، وہ شہید ہو گیا یا اس نے اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر دیا۔ تو یہ خوش نصیب بھی "اولیاء اللہ" کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اور اس پہ خدا کا یہ خاص انعام ہو گا کہ دنیا مرتی ہے لیکن یہ بظاہر دنیا والوں کی نگاہوں، ان کے شعور و احساس سے اوجھل ہو جانے کے باوجود بھی نہ مردہ کہلائے گا اور نہ ہی مردوں میں اس کا شمار ہو گا۔

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

(البقرہ ۱۵۲)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، خوش ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ اور نہ کچھ غم۔

(آل عمران ۱۷۰)

"حیات ابدی" کے علاوہ ان شہداء پر اللہ کا یہ کرم بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ لوگ جو میدان جنگ سے زندہ واپس آ جاتے ہیں یعنی شہید نہیں ہو پاتے تو اگرچہ یہ "غازی" کہلا کر دنیا والوں کی نظروں کے سامنے رہتے ہیں لیکن یہ دنیا والوں سے بہتر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کا کردار بھی سدھر جاتا ہے اور مال غنیمت مل جانے کے سبب ان کی مالی حالت بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ اور شہداء جیسا اجر و ثواب بھی ان کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور جو لوگ شہید ہو جاتے ہیں انہیں ان کی منزل مقصود جنت مل جاتی ہے کہ یہ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوتے ہیں، اگر ان پر اللہ کے حقوق ہوتے ہیں تو اللہ [illegible] معاف کر دیتا ہے اور بندوں [illegible]

حقوق ہوتے ہیں تو اللہ خود ہی حق والے بندوں کو راضی کر کے ان شہداء کا چھٹکارا کرا دیتا ہے اور جنت میں یہ اس طرح داخل ہوتے ہیں کہ ہر چیز ان کی جانی پہچانی سی ہوتی ہے وہاں انہیں کوئی اجنبیت اور غیریت محسوس نہیں ہو پاتی، اُن کا دل بالکل مطمئن اور پُرسکون ہوتا ہے۔ فرمایا گیا۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ ان کے اعمال کو ضائع نہ کرے گا، اُن کو راہ دے گا اور ان کا حال سنوارے گا اور ان کو جانی پہچانی جنت میں داخل کرے گا۔

(سورہ محمد ۴، ۵، ۶)

غرضیکہ نبوت، صحابیت اور شہادت مرتبۂ ولایت ہی کے اعلیٰ مراتب ہیں پھر صالحیت کا مقام ہے اس مقام کو پا لینے والے مسلمان "صالحین" کہلاتے ہیں اور انہی مقدس حضرات کو عام اصطلاح میں "اولیاء اللہ" کہا جاتا ہے اور انہی کے مقام کو مرتبہ ولایت کہا جاتا ہے۔ ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت عامہ اور ولایت خاصہ۔

ولایت عامہ تمام مسلمانوں کو حاصل ہے کیونکہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا، ان سے رشتہ جوڑا اور ان کی امت میں شامل ہوئے۔ اُس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بے حد پیارا ہے۔ لہٰذا امت بھی محبوب، پیاری، اور اللہ تعالیٰ کو بھی۔ اسی اعتبار سے تمام امتیوں کو ولایت عامہ کا مقام حاصل ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی اس طرح کیا گیا۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(البقرہ، ۱۵۰)

ولایت خاصہ عام مسلمانوں میں سے ان حضرات کو نصیب ہوتی ہے جو

Marfat.com

جو متقی، پرہیز گار ہوتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں اتباعِ رسول کا خیال کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے ارشاد ہوا۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ — یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے رہتے ہیں۔

(یونس ۶۳)

"یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید پہ، حضور علیہ السلام کی رسالت پر اور قرآن کی حقانیت پہ اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے، اُن تمام اعمال اور اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو اُن کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی، شرک خفی، اخفیٰ، حسد، کینہ غرور و تکبر اور ہوا و ہوس، غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکرِ عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے"

(ضیاء القرآن)

اولیاء کرام کے اسی تقویٰ کا ذکر ایک حدیث قدسی میں بھی ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

"بندہ نفلی عبادت سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔"

(بخاری شریف)

حدیث شریف میں "نوافل" سے مراد نفلی نماز ہی نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی

Marfat.com

کے بعد جو بھی عبادت کی جائے وہ نفلی عبادت کہلاتی ہے پس جو مسلمان منصب ولایت کی طرف قدم بڑھاتا ہے وہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے نفلی عبادت کو بطور سواری اختیار کرتا ہے۔ فرض نمازوں کے علاوہ ساری ساری رات نفل نماز پڑھنے میں گزار دیتا ہے فرض روزوں کے علاوہ ہمیشہ نفل روزے رکھتا ہے، فرض حج کے علاوہ بار بار نفلی حج کرتا ہے۔ فرض زکوٰۃ کے علاوہ اپنی دولت غرباء و مساکین پر صدقہ و خیرات میں صرف کرتا رہتا ہے، جن لوگوں کے حقوق فرض ہیں ان کی ادائیگی کے علاوہ ساری مخلوق خدا کی خدمت کو اپنے لئے لازمی قرار دیتا ہے تو ایسے شخص سے خدا محبت کرنے لگتا ہے اور ولایت کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرما دیتا ہے جہاں پہنچنے کے بعد یہ ولی اپنی ہر قوت و صلاحیت میں عام انسانوں سے ممتاز اور بلند ہو جاتا ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ولی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صوفیاء کرام کی اصطلاح میں ولی اُس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے، شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہے اور اُس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو، وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یہی وہ مقام ہے جسے "فنا فی اللہ" کا مقام کہتے ہیں۔

(تفسیر مظہری)

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا مَنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ	وہ لوگ جن کی زیارت سے اللہ عز و جل یاد آجائے۔

یعنی اولیاء کرام کی ایک نشانی یہ ہے کہ جب عام لوگ اُن کے دربار میں

Marfat.com

آتے تو انہیں اللہ یاد آنے لگتا ہے وہ دنیا و ما فیہا کو بھول جاتے ہیں، اپنے گناہوں اور برائیوں سے دل ہی دل میں شرمندہ ہوتے ہیں، اُن کا دل دنیا کے جھمیلوں سے بیزار ہونے لگتا ہے۔ بس وہ چاہتے ہیں کہ صرف اللہ اور اُس کے رسول کو یاد کریں، دین کی پابندی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن کی یہ کیفیت صرف ولیوں کو اپنے سامنے دیکھ کر ہی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے ان دوستوں کے مزارات پر حاضر ہو کر بھی یہی حال ہو جاتا ہے، سخت سے سخت دل والے لوگ بھی یہاں حاضر ہو کر نرم پڑ جاتے ہیں۔ اِن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگتے ہیں، چہرے فق پڑ جاتے ہیں، دل نادم و شرمندہ ہونے لگتا ہے، ایک ناقابلِ بیان عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دنیا والے محتاج ہو جاتے ہیں، جن کے واسطہ اور وسیلہ سے دنیا والوں کو رزق، فلاح و بہبود اور سکون ملتا ہے، جن کے دربار میں حاضر ہونے والوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، جن کے دامن سے وابستگی اُخروی نجات کی ضمانت ہے۔ جن کے لئے فرمایا گیا۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ	انہی کے لئے بشارت دنیاوی
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ	زندگی میں اور آخرت میں۔

(یونس ۶۴)

عام مسلمان تو اپنے مستقبل و انجام کار پر متفکر و پریشان نظر آتے ہیں لیکن "اولیاء اللہ" اپنے تقویٰ، عبادات، تزکیۂ قلب اور حُبِ خدا و رسول میں کمال پیدا کر لینے کی وجہ سے اس مقام کو پا لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اِن کی دنیا و آخرت کے بہتر ہونے کی اِن کو خوشخبری سنا دیتا ہے جس سے وہ مطمئن ہو کر پُرسکون زندگی بسر کرتے ہیں اور خدا کی مخلوق میں اُن کا بلند مرتبہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا

Marfat.com

ہے اور فرماتا ہے "اے جبریل میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر" پس جبریل بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اُس سے محبت کرو تو سب اہل آسمان اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اُس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے تو جبریل کو بھی اُسے ناپسند کرنے کا حکم ملتا ہے پھر جبریل آسمان پر اُس کے ناپسند ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو آسمان والے اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین پر بھی اُس سے بغض و نفرت پھیل جاتی ہے۔

"بُشریٰ" یعنی خوشخبریاں، اللہ کے ولیوں کو کبھی خواب میں سنائی جاتی ہیں جس سے اِن کے قلب مطمئن ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول لَہُمُ الْبُشْریٰ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

هِیَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ — یہ سچے خواب ہیں جو کوئی شخص
یُرَاهَا الْمَرْءُ اَوْ تُرَیٰ لَہٗ — خود دیکھتا ہے یا اُس کے متعلق تم دیکھتے ہو۔

یہ وہ خواب ہیں جن کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہو لیکن ایسے خواب جو خلاف شرع ہوں، ناقابل اعتبار ہوں گے اور نہ ہی قابل عمل مثلاً کوئی خواب میں دیکھے کہ اللہ نے اُس سے نماز، روزے اور دوسری عبادتیں معاف کر دی ہیں، تو اس قسم کے تمام خواب لغو ہیں ناقابل بیان بھی نہیں۔ اللہ کے ولی لغو اور بیہودہ خوابوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جیسے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کو خواب ہی میں بشارت، خوشخبری ملی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ایک صالح فرزند عطا فرمائے گا جو خدا کا

Marfat.com

محبوب اور اُس کے ولیوں میں سب سے بلند مرتبہ والا ہوگا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سلطان الہند مقرر کیا گیا اور ہندوستان جانے کا حکم ملا اور کبھی اللہ اپنے ولیوں پر فرشتے نازل فرماتا ہے جو ان کو خدا کی طرف سے خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے، اُن پر فرشتے اترتے ہیں، کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔ اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے، ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے ہے اس میں جو مانگو، مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

(حم السجدہ ۳۲)

آیت سے واضح ہے کہ اللہ کو رب مان کر اُس پر استقامت کرنے والوں (اولیائے کرام) کے پاس فرشتے آتے ہیں اور انہیں خوشخبری سناتے ہیں، کہ تم دنیا و آخرت کے ڈر اور غم سے آزاد ہو چکے ہو، تمہیں جنت مل چکی ہے، دنیا و آخرت میں ہمیں تمہارا معاون و مددگار مقرر کر دیا گیا ہے، دنیا بھی تمہاری ہے اور آخرت بھی تمہاری یہاں اور وہاں جو تم مانگو گے تمہارا رب تمہیں عطا فرمائے گا۔

اولیاء کرام کے بے شمار واقعات سے ثابت ہے کہ اللہ کے فرشتے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تو بچپن ہی میں فرشتوں کا آنا ثابت ہے۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ:

ایک مرتبہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا" تو آپ نے فرمایا کہ جب میں دس برس کا تھا اور اپنے گاؤں کے مکتب میں پڑھنے

Marfat.com

جایا کرتا تھا تو فرشتوں کو اپنے پیچھے اور ارد گرد چلتے دیکھتا تھا اور جب میں مکتب پہنچتا تھا تو وہ بار بار یہ کہتے سنائی دیتے تھے "اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو۔" اس واقعہ کو دیکھ کر ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے درجۂ ولایت پر فائز کرے گا۔

یہ خوشخبریاں کبھی غیبی آوازوں، جانوروں، درختوں اور پرندوں وغیرہ کے ذریعہ بھی سنائی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بے زبانوں کو زبان عطا فرماتا ہے اور وہ انسانوں کی طرح اللہ کے ولی سے باتیں کرتے ہیں۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہی کا ایک واقعہ ہے۔

آپ کو ایک دن سیر کرنے کا خیال آیا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی، آپ گھر سے نکلے اور دیہات کے پُرسکون، پُرفضا ماحول میں گھومنے لگے۔ اچانک آپ کی نظر ایک بیل پر پڑی جو آپ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ مُڑ کا، پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا اور بالکل انسان جیسی آواز میں بولا۔" اے عبدالقادر تم اس لئے پیدا نہیں کئے گئے اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔"

غرضیکہ اولیائے کرام کو خدا کی طرف سے خوشخبریاں ملتی ہیں۔ خدا اُن سے محبت کرتا ہے اور اُن کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ آسمانوں پر فرشتے اور زمین پر انسان اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اللہ کے ولی کو ایسی دائمی شہرت نصیب ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے بچنا چاہتا ہے لیکن مخلوق خدا اُن کے پیچھے دوڑتی ہے، لوگ اُن سے عقیدت و محبت کو اپنی دینوی فلاح اور نجات کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ جہاں اللہ کا ولی بستا ہے، وہاں بستی آباد ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اُس کی شہرت اور اُس سے عقیدت ختم نہیں ہوتی۔ دنیا کے بڑے بڑے سرداروں، بادشاہوں اور دولت مندوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے ولیوں کے مزارات

Marfat.com

ہمیشہ مرجع خلائق بنے رہتے ہیں۔ آج بغداد شریف، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مشہور و معروف ہے اور لاہور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے، اجمیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے، پاکپتن شریف حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے، دہلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی وجہ سے، ملتان حضرت شیخ بہاء الحق زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے، بریلی شریف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اللہ کے ولیوں کے یہ مقام عارضی اور وقتی نہیں بلکہ اللہ فرماتا ہے۔

لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ — اللہ کے فیصلے بدلا نہیں کرتے

ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ — یہی بڑی کامیابی ہے۔

(یونس ۶۴)

ولایت خاصہ کے حصول کا اہم ترین اور بنیادی ذریعہ "نبی کریم علیہ السلام کی اتباع و پیروی ہے" جس کے بغیر قرب الٰہی کا تصور بھی محال ہے۔ کسی بھی ایسے شخص کو ولی جاننا جو شریعت کا پابند اور سنت نبوی کا پیروکار نہ ہو، بڑی گمراہی ہے۔ یہی فیصلہ الٰہی ہے۔

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(آل عمران ۳۱)

خدا کی محبت اور گناہوں کی مغفرت ہی تو ولایت ہے اور یہ دونوں دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ پس جو ولایت کا بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے نبی کریم علیہ السلام کی غلامی، پیروی اختیار کرنا ہوگی۔

حصولِ ولایت کا دوسرا حصہ کسی "ولی سے نسبت، اس کی محبت اور اس کی اطاعت ہے۔ ہر فن حاصل کرنے کے لئے صاحب فن کا شاگرد بننا،

Marfat.com

اُس کی صحبت اختیار کرنا، اُس سے محبت کرنا اور اُس کے بتائے طریقوں پہ عمل کرنا لازمی ہے بغیر اُستاد کے کسی بھی علم فن میں کمال حاصل کر لینا ممکن نہیں۔ ولایت ایک عظیم اور دشوار فن ہے علم ہے جس کے لئے اُستاد ناگزیر ہے کسی ولی کو اُستاد بنا لینا، اُس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کا مرید ہو جانا، خدا اور اُس کے رسول کی رضا، خدا تک رسائی شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ شَيْخٌ فَشَيْخُهٗ الشَّيْطَانُ ۔ جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔ (روح البیان)

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر (مثنوی)

حضرت ذرین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اصول بتاتا ہوں جس سے تم دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتے ہو وہ یہ ہے کہ اہلِ ذکر کی مجلس و صحبت کو لازم پکڑو۔ اور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا ہو سکے اللہ کے ذکر میں اپنی زبان کو مصروف رکھو، جس سے محبت کرو اللہ کے لئے کرو، جس سے نفرت کرو اللہ کے لئے کرو۔ (تفسیر مظہری)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا "یارسول اللہ ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے جو کسی ولی سے محبت تو کرتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے اُس کے برابر نہیں پہنچ پاتا" آپ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ ہر شخص اُس کے ساتھ ہوگا جس سے اُس کو محبت ہو۔

بہر حال اولیاء کرام سے وابستگی، محبت اور اُن کی صحبت اختیار کرنا

Marfat.com

شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کا ذریعہ ہے، منزلِ ولایت تک پہنچنے کا راستہ ہے، دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کی ضمانت ہے، ان سے عداوت نفرت" الامان والحفیظ"

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ — جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے
اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ — تو میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف)

کون ہے جو خدا سے جنگ کی ہمت کرے، خدا سے جنگ کا مطلب دنیا و آخرت کی تباہی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے پس مسلمانوں کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے ولیوں کی صحبت اختیار کریں، اُن سے محبت کریں، اُن کے دامن سے وابستہ ہوں اور ولیوں سے محبت بھی ایسی ہو کہ:

مرید وہی ہے جو شیخ کے ارادے (مرضی) پر اپنے ارادے کو ختم کر دے اور جس نے بمقابلۂ شیخ اپنی رائے پر عمل کیا۔ وہ مرید نہیں

(روح البیان)

ایک اہم بات یہ ہے کہ ولی کو پہچانا کیسے جائے تو حق تو یہی ہے کہ "ولی را ولی می شناسد" ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے یعنی جس کا قلب نُورِ ایمان سے منور ہو اور وہ ایمان کی روشنی سے ولی کو تلاش کرے تو اپنا گوہرِ مقصود تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اگرچہ یہ کام بہت دشوار ہے۔

ولی کو پہچاننا خدا کی پہچان سے زیادہ دشوار ہے کیونکہ خدا کو اُس کے کمالات قدرت اور جمال سے بآسانی پہچانا جا سکتا ہے لیکن ولی تو عام انسانوں کی طرح کھاتا، پیتا اور احکام شرع کی پابندی کرتا ہے جب کہ اُس کا باطن فقر کے انوار سے منور و روشن ہوتا ہے۔ (روح البیان)

Marfat.com

لیکن عام طور پر ولی کو اُس کے تقویٰ، پرہیز گاری، اتباعِ سنت، محبت و عشقِ رسول، پیر کی اطاعت و محبت، مخلوق کے ساتھ اچھا اور نرم برتاؤ، حقوق العباد کی ادائیگی، ان تمام خوبیوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ولی کامل کا نصیب ہو جانا بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس نعمت سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو ایسے کاموں پر بھی قدرت عطا فرماتا ہے جن کو عام انسان نہ کر پاتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے مردوں کو زندہ کر دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا، آگ میں نہ جلنا، لوگوں کے دلوں کی باتیں بتا دینا، دلوں کی حالت بدل دینا، قبر کے مردوں کا حال دیکھ لینا وغیرہ، ولیوں کے ایسے کاموں کو کرامات کہا جاتا ہے جو شرعاً حق اور سچ ہیں قرآن کریم، احادیث اور واقعات و مشاہدات سے ثابت ہیں، کرامات کے حق ہونے پر اُمت کا اتفاق رہا ہے سوائے "معتزلہ" کے کسی نے انکار نہیں کیا۔

آصف برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کے تخت کو یمن سے اُٹھا کر شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دینا، حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بند کمرے میں بے موسم پھلوں کا آنا، بغیر شوہر کے اُن کا حاملہ ہونا، ولادت سے فارغ ہونے کے بعد خشک درخت پر اُن کے لئے کھجوروں کا آنا، اصحاب کہف کا بغیر کھائے پیئے، صدیوں زندہ رہنا، یہ وہ کرامات ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

اور حضرت اُسید و عباد رضی اللہ عنہما کی لاٹھیوں سے اندھیری رات میں روشنی پھیلنا، حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ کا غزوۂ اُحد سے پہلے یہ خبر دینا "کہ اس غزوے کا پہلا میں شہید ہوں گا"، اصحمہ نجاشی حبشہ کے بادشاہ کی قبر سے نور ظاہر ہونا، روم کے جنگلات میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے لئے شیر کا رہبر بننا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہوئے نہاوند شہر میں لڑنے والے لشکر اسلام کا حال دیکھنا اور انہیں پہاڑ

Marfat.com

کی طرف متوجہ کرنا، حضرت ساریہ کا نہاوند میں حضرت عمر کی آواز سن لینا، یہ اور اس قسم کی بے شمار کرامات ہیں جن کا ذکر احادیث صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔

دورِ صحابہ کے بعد آج تک اُمت میں کتنے "ولی" پیدا ہوئے۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے ہاں یہ یقینی بات ہے کہ کسی زمانہ میں بھی یہ زمین اولیاء اللہ سے خالی نہ رہی اور نہ رہے گی۔ بے شمار اولیاء کرام ہیں جو آئے اور چلے گئے۔ اُن کے حالات زندگی تک محفوظ نہ رہ سکے۔ جن اولیاء کی زندگی کے حالات موجود ہیں اُن کی بے شمار کرامات کے واقعات بھی ہمیں معلوم ہیں۔ صرف بات پوری کرنے کی غرض سے یہاں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص اور خلیفہ حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور کا قطب مقرر کرتے ہوئے وہاں جانے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا۔

"لاہور میں تو پہلے ہی میرے پیر بھائی شیخ حسین زنجانی موجود ہیں تو مجھے وہاں کیوں بھیجا جا رہا ہے"۔

شیخ نے فرمایا:

"تو برو در آنجا ساکن شو ترا پرسیدن حکمت چہ کار"۔ یعنی تم وہاں جا کر رہو تمہیں حکمت پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت علی ہجویری نے حکم کی تعمیل کی اور لاہور روانہ ہو گئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی ایک جنازہ دیکھا جس کے ساتھ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ ہے۔ آپ اُس کے ساتھ چل دیے نماز اور تدفین میں شریک ہوئے اور آپ کو اپنے مُرشد کی کرامت کا اندازہ ہوا اور معلوم ہوا کہ مجھے لاہور بھیجنے کی کیا حکمت تھی۔

(خزینۃ الاصفیاء)

۲۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دورانِ سفر آتش پرستوں کے ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچ کر قیام فرمایا۔ یہ آتشکدہ

Marfat.com

ایک پُر فضا مقام پر تھا اور اُس میں زبردست آگ جل رہی تھی۔ شام ہوئی تو آپؒ نے اپنے خادم فخرالدین کو حکم دیا کہ اس آتش کدہ سے آگ مانگ لاؤ اور کھانا پکالو، فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ آگ لینے گئے تو آتش پرستوں نے سختی سے آپ کو آگ دینے سے منع کر دیا۔ آپ نے یہ بات مرشد کو آ کر بتائی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ خود اُٹھے اور آتش پرستوں کے پاس تشریف لے گئے اور آتش پرستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"دوستو عبادت کے لائق تو وہ ذات ہے جس نے ہم سب کو اور اس آگ کو پیدا فرمایا۔ تم پر افسوس کہ تم اس آگ کی عبادت کرتے ہو جس کو تم جلاتے ہو اور پھر وہ تمہیں جلاتی ہے، اگر تم اپنے اس طریقہ کو چھوڑ دو تو جہنم کی آگ سے آزاد ہو جاؤ گے۔"

حضرت خواجہ کی یہ نصیحت سن کر آتش پرستوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ ان کا بڑا پجاری کہنے لگا:

"تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو، یہ آگ تو ہماری نجات کا باعث ہے اس کی عبادت چھوڑ کر ہم کیسے نجات پا سکتے ہیں۔"

حضرت خواجہ نے فرمایا:

"اگر واقعی یہ آگ تمہاری نجات کا باعث ہے تو اس میں ہاتھ ڈال کر دکھاؤ اگر وہ نہ جلائے تو تمہارا خیال درست ہوگا ورنہ تم اپنے عقیدے میں جھوٹے ہو۔"

پجاری یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ اس کی گود میں ایک بچہ تھا [illegible] کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"آگ کا کام تو جلانا ہی ہے۔"

پجاری کی یہ بات سنتے ہی حضرت [illegible] اور آگ میں کود پڑے۔ سب پجاری [illegible] نکلے تو بچہ بھی [illegible]

ساتھی آپ کے لیے متفکر تھے۔ کافی دیر ہو گئی اور سب نے یقین کر لیا کہ بچہ اور خواجہ صاحب جل چکے۔ آگ اتنی بڑی اور تیز تھی کہ اس میں کچھ نظر نہ آسکتا تھا۔ اچانک دیکھا کہ خواجہ صاحب اور بچہ دونوں بالکل صحیح سلامت آگ سے باہر نکل رہے ہیں۔ آپ کے جسم یا کپڑوں پر آگ کا اثر تک نہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر آتش پرست حیران ہو گئے اور خواجہ صاحب سے پوچھنے لگے:۔

"آپ کے پاس ایسی کیا چیز ہے جس کی وجہ سے آپ اس آگ سے بچے رہے؟"

آپ نے فرمایا:

"میرے پاس کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں مسلمان ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آگ اللہ ہی کے حکم سے جلاتی ہے۔ اگر اللہ نہ چاہے تو آگ میں کوئی قوت نہیں۔ میرا یقین آگ پر نہیں۔ اس کے خالق خدائے وحدہٗ لاشریک پر ہے۔"

خواجہ صاحب کی اس کرامت اور گفتگو نے سب آتش پرستوں کے دلوں کی حالت بدل دی، وہ مسلمان ہو گئے اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۳۔ حضرت غریب نواز اجمیری خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے قیام اجمیر کے ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ ایک مرتبہ راجہ کے حکم سے آپ کی طرف ایک مست ہاتھی چھوڑ دیا گیا۔ جب آپ کو خطرہ ہوا کہ یہ ہاتھی مجھے اور میرے خادموں کو سخت نقصان پہنچا سکتا ہے تو آپ نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اس ہاتھی کی طرف پھینکی جس سے یہ ہاتھی پتھر کا ہو گیا اور آج تک اجمیر میں موجود ہے۔

۴۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے سمرقند میں قیام کے زمانہ کی بات ہے کہ آپ ایک مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔ جو خواجہ ابو اللیث

Marfat.com

سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب تھی۔ ایک دن کسی شخص نے اعتراض کیا کہ اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔ مسجد کی سمت قبلہ بالکل ٹھیک ہے، بہت سمجھانے کے باوجود بھی وہ شخص نہ مانا تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی گردن پکڑی اور کہا،

"لو اب دیکھو"

اس شخص نے دیکھا تو کعبہ بالکل سامنے نظر آیا اور مسجد کی سمت صحیح نکلی، اس شخص نے فوراً توبہ کی اور آپ کا مرید ہو گیا۔

۵۔ ایک دن حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید پریشان حال، روتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ

"حاکمِ شہر نے مجھے بلا وجہ شہر سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں کہ اب کہاں جاؤں"۔

آپ نے فرمایا:

نہ میں تمہارے شہر کے حاکم کو جانتا ہوں اور نہ ہی مجھے یہ علم ہے کہ اس کو تم سے کیا دشمنی تھی مگر مجھے ابھی خبر دی گئی ہے کہ وہ شخص اب دنیا میں نہیں"۔

وہ مرید جب واپس اپنے شہر پہنچا تو پتہ چلا کہ حاکم شہر گھوڑے سے پرے گرا اور مر چکا ہے۔

۶۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی خدمت میں ایک کیمیاگر جوگی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔

"آپ کے لنگر خانے کا خرچ بہت ہے۔ میں آپ کو سونا، چاندی بنانا سکھائے دیتا ہوں پھر آپ کو کوئی دشواری نہ ہوگی"۔

آپ نے فرمایا مجھے سونے، چاندی کی کیا ضرورت ہے۔ میں جس چیز پر نظر ڈالتا ہوں وہ سونا، چاندی بن جاتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے ایک ڈھیلا اٹھایا اور پھینک پر مارا وہ فوراً خالص سونا بن گیا۔ آپ نے جوگی سے فرمایا

Marfat.com

لو اس کو لے جاؤ اور اپنی ضرورت پوری کرو جوگی آپ کی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہوگیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

۷۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی کا ایک بال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا جس کو آپ نے بصورت تعویذ محفوظ کر لیا تھا۔ اس بال سے بہت مریضوں کو شفا حاصل ہوتی تھی اور بہت سے لوگوں کے بگڑے کام بن جاتے تھے۔ لیکن اس کی خاص کرامت یہ تھی کہ اگر کسی کا کام بننا یا کسی کو شفاء ملنا نہ ہوتی تو یہ بال اپنی جگہ سے غائب ہوجاتا تھا اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کے باوجود نہ ملتا تھا۔ اور اگر کسی کا کام بننا ہوتا تھا اور کسی مریض کے لئے صحت یاب ہونا علم الٰہی میں مقدر ہوتا تھا تو وہ بال مل جاتا تھا اور خواجہ صاحب ضرورت مند کو دیا کرتے تھے اور اس کی ضرورت پوری ہو جاتی تھی۔

۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ایک بوڑھی روتی ہوئی آئی اور عرض کرنے لگی۔

"حضور میرا نو برس کا بچہ مدت سے غائب ہے۔ ہر طرح کی کوشش کر چکی ہوں لیکن نہ مل سکا۔ آج آپ کے دربار میں فریاد لے کر آئی ہوں۔ اگر آپ توجہ فرمائیں تو مجھے یقین ہے کہ میرا جگر گوشہ مل جائے گا۔"

خواجہ صاحب نے بوڑھی کی فریاد سن کر تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور فرمایا:

"مائی گھر جا تیرا بچہ مل جائے گا۔"

بوڑھی گھر پہنچی تو بچہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ بچے نے بتایا کہ مجھے کوئی پکڑ کر روم لے گیا تھا۔ آج ایک شخص مجھے شہر سے باہر لے آیا اور کہنے لگا اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ کچھ دیر کے بعد کھولیں۔ تو میں اپنے گھر میں تھا۔

چند معروف اولیاء کرام کی کرامتوں سے متعلق یہ چند واقعات بطور نمونہ پیش کئے گئے جو اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے لئے کافی ہیں کہ اولیاء کرام کی کرامات حق ہیں۔ لیکن جہاں کرامات کا ذکر ہو وہاں اُس وقت تک بات مکمل

Marfat.com

نہیں ہوتی جب تک کہ سید الاولیاء حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات کو بیان نہ کیا جائے۔ علماء کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کرامات تمام اولیاء سے زیادہ اور بیشمار ہیں اور معتبر ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں۔ امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ

"حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔"

بہرحال بات پوری کرنے اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے یہاں چند کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

۹۔ ایک مرتبہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ چند خدام کے ہمراہ شونیزیہ کے قبرستان میں فاتحہ خوانی کے تشریف لے گئے۔ ہر قبر پر تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہرے لیکن شیخ حماد الدباس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر آپ بہت دیر تک کھڑے رہے، جب آپ وہاں سے چلے تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ خدام نے عرض کیا

"سیدی شیخ حماد کی قبر پر اتنی دیر ٹھہرنے کا کیا سبب ہے؟"

آپ نے فرمایا، یہ آج سے بائیس سال پہلے ۱۵ شعبان المعظم ۴۹۹ھ کی بات ہے کہ میں، شیخ حماد اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے جا رہا تھا جب ہم دریا کے پل پر پہنچے تو شیخ حماد نے دھکا دے کر مجھے پانی میں گرا دیا، اس وقت سخت سردی کا موسم تھا اور دریا کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا میں نے گرتے گرتے غسل جمعہ کی نیت کر لی، پشمینہ کا جبہ میرے پاس تھا وہ میں نے ہاتھ اونچا کر کے بھیگنے سے بچا لیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنا جبہ نچوڑ کر پہن لیا۔ سردی سے مجھے بہت تکلیف ہوئی میرے ساتھیوں نے شیخ حماد کو پانی میں گرانا چاہا لیکن شیخ حماد نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ:

"میں نے تو ان کو امتحان کے لئے گرایا تھا مجھے معلوم ہے کہ ان میں بڑی استقامت ہے۔"

Marfat.com

غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ وقت تو گزر گیا مگر آج میں شیخ حماد کی قبر پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ بہشتی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ سر پر تاج اور پاؤں میں سونے کی نعلین ہے لیکن ایک ہاتھ شل ہے۔ میں نے آپ سے اس ہاتھ کے شل ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے تمہیں دھکا دے کر اسی ہاتھ سے پانی میں گرایا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بیکار کر دیا ہے اب خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں نے کہا میں دل سے آپ کو معاف کرتا ہوں۔ پھر شیخ نے کہا۔ اب خدا سے دعا کرو کہ میرا ہاتھ درست کر دے میں نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو پانچ سو اولیاء اللہ نے میری دعا پر آمین کہا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ شیخ حماد کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اُنھوں نے اسی ہاتھ سے مجھ سے مصافحہ کیا اور میں رخصت ہوا۔ اسی لئے مجھے اُن کی قبر پر زیادہ دیر ٹھہرنا پڑا اور اب میں بہت خوش ہوں۔

۱۰۔ ابو الفضل احمد بن قاسم قرشی فرماتے ہیں کہ سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بہت قیمتی لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے ایک خادم نے مجھ سے کہا میں ایک ایسا کپڑا خریدنا چاہتا ہوں جس کی قیمت ایک دینار ہو نہ کم نہ زیادہ۔ چنانچہ میں نے اُس کو ویسا ہی کپڑا دے کر پوچھا کہ "تم نے اتنا مہنگا کپڑا کس لئے خریدا ہے"؟ اُس نے کہا "اپنے شیخ کے لئے" اُس وقت مجھے خیال آیا کہ جب حضرت شیخ اتنا قیمتی لباس پہنیں گے تو پھر خلیفہ کون سا کپڑا خریدے گا۔ یہ خیال آنا ہی تھا کہ میرے پیر میں اتنے زور کی ایک کیل چبھی کہ مجھے اپنا دم نکلتا ہوا محسوس ہوا۔ میرے ملازم کیل نکالنے جمع ہو گئے۔ لیکن جب وہ کیل کسی سے نہ نکلی تو میں نے کہا کہ مجھے حضرت شیخ کی خدمت میں لے چلو۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو ابھی میرے متعلق آپ سے کسی نے کوئی بات بھی نہ کی تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا:

"ابو الفضل یہ کپڑا موت کا کفن ہے اور ایک ہزار موتوں کے بعد موت کا کفن بہت زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔"

Marfat.com

"یہ کہہ کر آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے پیر پر لگایا، ہاتھ لگتے ہی کیل میرے پاؤں سے نکل گئی اور غائب ہو گئی۔ ساتھ ہی میرا درد بھی بالکل ہی ختم ہو گیا۔ لیکن یہ پتہ نہ چل سکا کہ کیل کہاں سے آئی تھی اور کہاں غائب ہو گئی۔ میں نے آپ سے اپنے برے خیال کی معافی چاہی اور روانگی کے لئے اُٹھا تو آپ نے فرمایا:

"ہم پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے والے کو ایسی ہی کیلوں سے واسطہ پڑتا ہے۔"

۱۱۔ خضر الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ۵۶۰ھ میں ایک دن مجھ سے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

"تم موصل چلے جاؤ وہاں اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد عطا فرمائے گا، پہلے لڑکا ہو گا اس کا نام محمد رکھنا، اس لڑکے کو ایک عجمی نابینا حافظ قرآن کی تعلیم دے گا۔ جس کا نام علی ہو گا اور تیرا بچہ سات برس کی عمر میں صرف سات مہینے کے اندر قرآن شریف حفظ کر لے گا۔ اور تیری عمر چورانوے سال چھ مہینے اور سات دن ہو گی اور تمہاری موت صحت و تندرستی کی حالت میں بابل کے مقام پر ہو گی۔"

خضر الحسینی کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد نے بیان کیا کہ میری پیدائش ۵۶۱ھ میں موصل میں ہوئی، میرے والد نے مجھے قرآن کریم پڑھانے کے لئے ایک نابینا حافظ کو مقرر کیا جن کا نام علی اور وطن بغداد تھا۔ اس وقت میرے والد کو حضرت شیخ کا ارشاد یاد آیا۔ میرے والد کی وفات بھی حضرت شیخ کی بیان کردہ عمر کے مطابق ۹ صفر ۶۲۵ھ کو بابل کے مقام پر ہوئی اس وقت آپ بالکل تندرست اور باہوش و حواس تھے۔

بہرحال مقام ولایت انسانیت کا عظیم مرتبہ ہے جو خدا کے قرب، اس کی محبت، دنیا کی عزت و عظمت اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہے۔ یہ مرتبہ ہر اس مسلمان کو نصیب ہو سکتا ہے جو شریعت کا پابند، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا پیرو کار ہو، عاشقِ رسول ہو، اولیاء کرام کے دامن سے وابستہ ہو اُن کی صحبت اُن کی عزت وعظمت کو اپنے لئے باعثِ رحمت و برکت جانتا ہو، اللہ ہر مسلمان کو اس مقام کے حصول کی توفیق و ہمت عطا فرمائے آمین۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

Marfat.com

تمام مسلمان کافر ہیں

(العیاذ باللہ)

آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں کسی دماغی مرض میں مبتلا ہو کر تمام مسلمانوں کو کافر کہہ رہا یا سمجھ رہا ہوں میں نے یہ عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نقل کیا ہے "نقل کفر کفر نباشد" اس وقت میں مرزا غلام احمد قادیانی جی کی کتابوں سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرزا اور اس کا گروہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر خیال کرتا ہے اس طرح مرزا غلام احمد کے دنیا میں آنے کی وجہ سے اسلام پر ایک عظیم مصیبت یہ بھی آئی کہ اسلام دنیا کا ایک عظیم مذہب اور عالمگیر دین قادیان کی چار دیواری میں آکر مقید ہو گیا اور پھر وہاں سے منتقل ہو کر ربوہ کی چہار دیواری میں پہنچ گیا گویا مرزا جی کی وجہ سے ساری دنیا پر کفر و ضلالت کی تاریکی چھا گئی۔ تو خدا کی لعنت ہو ایسے شخص پر جس نے اسلام کی شمع روشن کرنے کے بجائے کفر و ضلالت کا اندھیرا پھیلایا۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے نزدیک "تمام مسلمان کافر ہیں"۔ میں اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیئے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد اپنے دعوے (بزعم خود) کے مطابق کون تھا۔

مصلح یا مجدد = مسیح یا نبی

Marfat.com

تو مرزائیوں کا ایک گروہ مرزا کو صرف مجدد مانتا ہے جب کہ دوسرا گروہ مسیح اور نبی مانتا ہے اور مندرجہ ذیل عبارتوں کی وجہ سے ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا نے مسیحیت اور نبوت ہی کا دعویٰ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو :-

۱- میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء)

۲- میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

۳- خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کی تخت گاہ ہے۔ (دافع البلا ص۱۰)

۴- سچا رسول وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلا ص۱۱)

۵- دوسرے وہ نبی اور ماموِر من اللہ جو سلسلے کے آخر میں آتے ہیں۔ جیسے کہ سلسلۂ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سلسلۂ محمدیہ میں یہ عاجز (مرزا غلام احمد) (تذکرۃ الشہادتین ص۶۸)

۶- سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی (یعنی نبوت) (حقیقۃ الوحی ص۶۲)

یہ چند حوالہ جات، سمجھنے کے لیئے کافی ہیں کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں ہاں مرزا جی کی کچھ عبارتیں ایسی بھی ملتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن اپنے اس دعوے کی تردید مرزا نے خود ہی کر دی۔

Marfat.com

"اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو عیسیٰ ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کی جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور اور ایک پہلو سے امتی" (حقیقۃ الوحی صـ ۱۴۹-۱۵۰)

اس عبارت سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کہ مرزا جی نے ایک دم نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بالفاظ دیگر وہ ایک دم پاگل نہیں ہوئے تھے بلکہ بیماری تدریج شروع ہوئی اور تقریباً ۱۹۰۱ء میں اپنے کمال کو پہنچ گئی جس کا اندازہ اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"مگر خدا نے میری نظر کو پھیر دیا میں براہین کی وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی"۔ (اعجاز احمدی صـ ۸)

میری اس بات کی تائید مرزائیوں کے امام میاں محمود احمد صاحب کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

"۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ (مرزا صاحب) نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقۃ النبوۃ از میاں محمود احمد صـ ۱۲۰)

غرضیکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت ثابت ہے مرزائیوں کا ایک گروہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے حقیقت حال پر پردہ ڈالتے ہوئے مرزا کو نبی نہیں بلکہ صرف مجدد، راستباز اور مصلح مانتا ہے لیکن میں اس گروہ کے خیال کی تردید خود نہیں کرتا بلکہ انہیں کی برادری،

Marfat.com

کے مولوی ابو العطار صاحب جالندھری کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں :-

"تمام الہامات سے آپ (مرزا) کا نبی اور رسول ہونا نہایت واضح ہے اب حضرت اقدس (مرزا) کی نبوت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے کلام کو اس کے مسیح کے کلمات کو جھٹلایا جائے اور میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سچا احمدی اس کی جرأت نہیں کر سکتا"

(مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۱۴۱)

ذرا مرزائیوں کے امام اور غلام احمد کے صاحبزادے میاں محمود احمد صاحب کی بھی سنیئے۔

۱۔ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو وہ امام مہدی اور مسیح مانتے ہیں جس کی خبر تمام انبیاء سابقین نے اور بالآخر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین نے دی ہم بغیر کسی فرق کے بہ لحاظ نبوت کے انہیں ایسا ہی رسول مانتے ہیں جیسے کہ پہلے رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۲۱ مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

۲۔ ایک دفعہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور سوال کیا قرآن کریم سے مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت پیش کریں ایسے لوگ اکثر آتے رہتے ہیں میں نے کہا کہ سارا قرآن ہی آپ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۷ نمبر ۲۱ مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۴ء)

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت کا تھا اور اس کے متبعین اس کو نبی ہی جانتے ہیں تو اب وہ تمام مسلمان جو مرزا غلام احمد کو کافر کہتے ہیں یا اس کی نبوت کا انکار کرتے ہیں یا نہ کافر کہتے ہیں اور نہ اس کو نبی مانتے ہیں تینوں قسم کے مسلمان مرزا جی اور اس کے گروہ کے نزدیک کافر ہوں گے کیونکہ مرزا جی نے تو نبوت کا دعویٰ کیا اور نبی کا منکر کافر ہی ہوتا ہے اسی لیئے میرا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد اور اس

Marfat.com

کے متبعین کے نزدیک "تمام مسلمان کافر ہیں" میں اب اس دعوے کو مرزا اور اس کے گروہ کی تحریروں سے مزید ثابت کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

۱۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں یا نہیں حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا مولویوں سے جاکر پوچھو کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے اس کو جو نہ مانے گا اس کا کیا حال ہے بس میں وہی مسیح اور مہدی ہوں جو آنے والا تھا۔ (بدر ۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء)

عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا منکر کافر ہے اسی طرح مرزا جی کو جو نہ مانے وہ بھی کافر ہے کیونکہ مرزا جی کے خیال کے مطابق وہی تو خود حضرت مسیح ہیں اس سے بھی زیادہ واضح عبارت ملاحظہ ہو۔

۲۔ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

اس عبارت نے معاملہ بالکل ہی صاف کر دکھایا عبارت میں دعوت اور قبول کے الفاظ بہت قابل غور ہیں یعنی اگر کسی نے مرزا جی کو صرف مجدد یا مصلح مانا تو وہ بھی کافر ہی ہوگا کیونکہ مجدد نہ تو اپنے ماننے کی دعوت دیتا ہے اور نہ ہی اس کو قبول نہ کرنے والا کافر ہوتا ہے" مانو تو نبی مانو ورنہ کافر" صرف مجدد یا مصلح ماننے سے نجات نہیں ہو سکتی۔

۳۔ فانا ذالك المظهر الموعود والنور المعهود فآمن ولا تكن من الكفرين
ترجمہ: میں مظہر موعود اور نور معہود ہوں تو مجھ پر ایمان لا اور انکار کر کے کافروں میں سے نہ بن۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۶۸)

یہ مرزا صاحب پر وحی نازل ہوئی جس پر مرزا صاحب کے خدا نے فیصلہ سنا دیا کہ جو کوئی مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے اب غور کیجئے یہ تو خدائی فیصلہ ہے اب جو مرزائی غیر مرزائی کو مسلمان کہتا ہے وہ یا تو اپنے

Marfat.com

نبی اور خدا دونوں کا باغی ہے اور یا مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے مزید فتوے ملاحظہ ہو۔

۴۔ جیسا کہ مؤمن کے لیئے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ (تحفۂ گولڑویہ ص۱۵۶)

یہ دو بعث والی بات بھی بڑی عجیب ہے اور اس سے زائد عجیب یہ کہ مولوی ابو العطا صاحب جالندھری مناظر جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :۔

کہ حضرت مسیح موعود کی آمد درحقیقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ (مباحثہ راولپنڈی ص۲۴۱)

مطلب واضح ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ السلام کا منکر کافر ہے اسی طرح ان کی بعثت ثانیہ (مرزا صاحب) کا منکر بھی کافر ہے یہ بات علیحدہ قابل غور ہے کہ مرزا جی حضور علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کیسے بنے جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے غلاموں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اسلام کی حفاظت کی اور مرزا جی نے چند پیسوں کی خاطر اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اچھا ابھی دیکھیئے یہ کفر کی مشین کتنی تیز ہے۔

۵۔ مجھے کافر کہنے والا بہر حال منکر بھی ہوگا اور جو شخص اس دعوے (نبوت) سے منکر ہے وہ بہرحال کافر ٹھہرے گا۔ (براہین پنجم ص۔۔ طبع دوم)

۶۔ بہر حال کسی کے کفر اور اس پر اتمام حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لیئے ہم منکر کو مؤمن نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہے اور کافر کو منکر ہی کہتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۷۹)

ان دونوں عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو کافر

Marfat.com

کہتا ہو یا ان کی نبوت کو نہ مانتا ہو کافر ہے مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔

۷۔ یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف صحیح بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ " اماکم منکم " یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں۔ ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ (اربعین ۳ صفحہ ۲۸)

کیسی سفاکی سے ظالم نے تمام مسلمانوں کو کافر کہا اور اپنی بوالہوسی کو خدائی فیصلہ قرار دیا اور پھر حضور علیہ السلام کی حدیث کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیئے استعمال کیا اور واضح الفاظ میں اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے بالکل انقطاع کر لیں ان کے پیچھے نماز تک نہ پڑھیں اس فتوے کی وضاحت کے لیئے مزید عبارت ملاحظہ ہو۔ (بدر بحوالہ فتاوی مسیح موعود صفحہ ۲۵)

۸۔ جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلے کو پیش کر کے دیکھ لیا کرو اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لیا کرو۔ پھر لکھا ہے:

۹۔ مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سید عبداللہ عرب نے سوال کیا کہ میں ملک عرب کو جاتا ہوں وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں فرمایا کہ مصدقین کے ماسوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو عرب صاحب نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضور کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور ان کو تبلیغ نہیں ہوئی، فرمایا ان کو پہلے تبلیغ کر

Marfat.com

دینا پھر یا وہ مصدق ہو جائیں گے اور یا مکذب (الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۰۱ء)

ان دونوں عبارتوں نے یہ مسئلہ تو واضح کر ہی دیا کہ مرزائی غیر مرزائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے لیکن آخری عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کفر کا چھرا صرف ہندوستان میں ہی نہیں چلا ہے بلکہ ساری دنیا حتی کہ عرب کے مسلمانوں کا بھی صفایا ہو گیا اس طرح مرزائیوں کے نزدیک دنیا میں کوئی حکومت اسلامی نہیں بلکہ کعبہ مقدس اور مسجد نبوی پر بھی کافر قابض ہیں (العیاذ باللہ) یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اختلاف عقیدہ نہیں بلکہ اختلاف امت ہے کہ پہلے ان کو تبلیغ کرو اگر وہ مصدق ہوں تو امتی ہیں تم میں سے ہیں تم ان کو اپنا امام بنا لو لیکن اگر مکذب ہیں تو غیر امتی ہیں کافر ہیں پھر تم ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھ سکتے ہو۔

۱۰۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے یہ میں خود نہیں کہتا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اس نے اپنے عمل سے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء)

اس عبارت میں مرزا جی نے یہ بتا دیا کہ خدا سے تعلق قائم کرنے اور عبادتوں کے قبول ہونے کے لیئے ہر مسلمان کو مرزا جی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس نے مرزا جی کا دامن چھوڑ دیا اب وہ کچھ بھی کرے نہ اس کو خدا ملے گا اور نہ اس کی نجات ہو گی اب ظاہر ہے کہ جب مرزائیوں کے علاوہ تمام مسلمان [illegible] ان کی [illegible] سکتا ہے بھی نہیں بلکہ یہ فتویٰ بھی دے دیا گیا کہ غیر مرزائی کا بچہ [illegible]۔

۱۱۔ سوال ہوا کہ جو آدمی سلسلہ (مرزائی) میں داخل نہیں اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ اگر اس سلسلہ

Marfat.com

کا مخالف تھا اور نہیں برا کہتا تھا اور سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ
پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ
پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نمازِ جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو،
ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ (ڈائری حضرت مسیح موعود ص۱۸۱)

دنیا کے تمام مسلمان اس قدر اچھوت ہیں کہ اگر وہ مرزا صاحب کی نبوت
کا اقرار نہ کرتے ہوں تو ان کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جا سکتی اور مرزا صاحب
اس معاملے میں خود اتنے سخت تھے کہ انہوں نے اپنے اس فتوے
پر عمل کر کے بھی دکھایا۔

۱۲۔ آپ کا اپنا بیٹا فوت ہو گیا آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا حالانکہ
وہ حضرت مسیح موعود کو کبھی برا نہ کہتا تھا لیکن چونکہ بیعت نہ کی
تھی آپ نے جنازہ بھی نہ پڑھا حالانکہ آپ پر اپنے بیٹے کا جنازہ
فرض تھا مگر پھر بھی باوجود کہا جانے کے انکار کر دیا۔
(منقول از مباحثہ ص۲۶)

اگرچہ تکفیر کی عبارتیں مرزا صاحب کی کتابوں میں بہت ہیں لیکن میں
نے ان چند عبارتوں کو نقل کر دیا جن سے اس بات کا یقین کر لینا بہت آسان
ہے کہ مرزا غلام احمد نے دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہا اور اس وجہ سے
کسی مسلمان کو امام بنانے یا اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے یا کسی مسلمان امام کے
پیچھے نمازِ جنازہ تک پڑھنے کی ممانعت کر دی کفر کا یہ فتویٰ اور اس میں سختی
صرف مرزا غلام احمد کے زمانے ہی میں تھی بلکہ ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا ہے
اور اسی بنیاد پر آج کل کے مرزائی بھی اپنے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے اسی
لیے وہ غیر مسلموں کے دوست بن جاتے ہیں ان کی مدد کر دیتے ہیں لیکن
مسلمانوں سے کوئی ہمدردی کا برتاؤ کرنا گوارا نہیں کرتے اب ذرا مرزا
صاحب کے خلفاء کے فتوے بھی ملاحظہ ہوں بیان کیا ہے دیکھیں۔
حکیم فضل الدین مرزا صاحب کے اوّلین صحابی تھے ان سے سوال ہوا۔

Marfat.com

پھر کیا وجہ ہے کہ احمدی کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو نماز پڑھ لینی چاہیئے اور غیر احمدی کے پیچھے اگرچہ وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہو نماز منع ہے۔ اقول وباللہ التوفیق اصول اسلام کا ذکر تو پہلے ہی ہو چکا ہے حدیث شریف میں آیا ہے صلوا خلف کل بر و فاجر اس واسطے احمدی کے پیچھے جائز ہے صلوا خلف کل کافر نہیں آیا اس لیئے غیر احمدی کے پیچھے جائز نہیں (بدر ۱۶/ اپریل ۱۹۰۸ء)

کتنا صاف فتویٰ ہے کہ مرزا جی کو ماننے والا چاہے فاسق و فاجر ہو حدیث نبوی کے مطابق امام بن سکتا ہے کیونکہ وہ بہر حال مرزا جی کا امتی ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے لیکن حضور علیہ السلام کا امتی کتنا ہی متقی پرہیزگار ہو اس کو امام کیسے بنایا جا سکتا ہے وہ تو ایک دوسری امت کا فرد ہے لہذا کافر ہے اور کافر کیسے امام ہو سکتا ہے۔ اب محمد علی صاحب جو مرزا جی کے خلیفہ تھے اُن کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو ا۔

غیر احمدیوں کے پیچھے ایسی جگہ جہاں احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا۔ (پیغام صلح ۲۴/ مارچ ۱۹۱۴ء)

دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں احمدیوں پر کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا ہو لہذا کہیں بھی کسی امام کے پیچھے مرزائی نماز ادا نہیں کر سکتے اس فتوے کی مزید وضاحت مرزا جی کے خلیفہ اول فرماتے ہیں:-

میں اس سوال سے تعجب کرتا ہوں کہ تم اس میت کے ساتھ کھڑے ہو کر یہ دعا کرو گے کہ اللہ تیرا ایک کا بندہ ہمارے زمانہ میں آیا اس نے تیرا پیغام سب لوگوں کو پہنچایا اس نے اس پیغام کی پرواہ کی اس کو لغو قرار دیا، یا اس کا انکار کیا اور اس طرح تیرے رسول (مرزا) کو مفتری قرار دیا اس واسطے تو اس کو بہشت نصیب کر یہ ایک بہت بیہودہ بات ہے

Marfat.com

ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ احمدی کس طرح غیر احمدی کا جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ (بدر ۲۲ راگست ۱۹۱۲ء)

عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ نماز جنازہ میت کے لیئے دعا ہے اور جو مُردہ مرزا جی پر ایمان نہیں رکھتا ہے اس کے لیئے کس طرح دعا کی جاسکتی ہے وہ تو ضرور دوزخی ہو گی اس کے لیئے بہشت کی دُعا سے کیا۔

فائدہ۔ مولوی نورالدین خلیفہ اوّل قادیان کی بھی سنیئے۔

ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں بن سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وُہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیوں کر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے (حکم ۲۱ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء)

خلیفہ صاحب پھر فرماتے ہیں :-

اگر خدا کا کلام صحیح ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ (اخبار بدر قادیان ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

خلیفہ اوّل کے فتوے کے بعد مرزا صاحب کے صاحبزادے اور قادیان کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو :-

ہر ایک شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمۃ الفصل ریویو آف ریلیجنز)

مزید فرمایا :- کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو

Marfat.com

کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینہ صداقت ص۳۵)

پھر فرمایا۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں (تقریر انوار خلافت)

پھر مزید فرمایا ہ۔ نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں کچھ توقف ہے اُسے کافر قرار دیا گیا ہے۔

(منقول از مباحثہ ص۲۵۲)

ان عبارتوں پر غور کرنے کے بعد اندازہ کیجیے کہ کون دائرہ اسلام میں رہا گویا مرزائی اسلام کے ایسے ٹھیکدار ہیں کہ ان کے نبی کی نبوت کا اقرار کیے بغیر کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا بہر حال یہ بات واضح ہوئی کہ "تمام مسلمان کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو اب ان کے ساتھ سلوک بھی تو کافروں جیسا ہی ہوگا اس کا اندازہ لگانے کے لیئے ذرا مندرجہ ذیل فتووں کو غور سے پڑھیئے۔

۱۔ سوال کیا کسی شخص کی وفات پر جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہو یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ (روشن علی محمد سرور قادیان)

جواب:۔ غیر احمدیوں کا کفر بینات سے ثابت ہے اور کفار کے لیئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ (اخبار الفضل ۸۔ ۵۔ ۷، فروری ۱۹۲۱ء)

۲۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر احمدی بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا فرمایا جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جا سکتا

(میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کی ڈائری، اخبار الفضل قادیان ۱۰۔۲۳،۲۳، اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۳۔ بہ اعلاد لوغہ آگاہ، امر شاد کرا جاتا ہے کہ احمدی لڑکیوں کے نکاح

Marfat.com

غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں آئندہ احتیاط کی جایا کرے۔

(ناظر امور عامہ قادیان اخبار الفضل ۳۰-۷ ۱۹ ۱۴ر فروری ۱۹۳۳ء)

۴۔ حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے اس کی تعمیل کرنا بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے

(برکات خلافت ص۷۵)

۵۔ اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہیئے۔ اگر ملے تو بیشک لے لو لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے۔ (مرزا غلام احمد الحکم ۱۴ر اپریل ۱۹۰۸ء)

۶۔ جو شخص اپنا رشتہ (لڑکی) غیر احمدی لڑکے کو دیتا ہے میرے نزدیک وہ احمدی نہیں کوئی شخص کسی کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔

سوال جو نکاح خواں ایسا نکاح پڑھا دے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب ایسے نکاح خواں کے متعلق ہم وہی فتویٰ دیں گے جو اس شخص کی نسبت دیا جا سکتا ہے جس نے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک عیسائی یا ہندو لڑکے سے پڑھا دیا ہو۔

سوال کیا ایسا شخص جس نے غیر احمدیوں سے اپنی لڑکی کا رشتہ کیا ہے دوسرے احمدیوں کو شادی میں مدعو کر سکتا ہے؟

جواب ایسی شادی میں شریک ہونا بھی جائز نہیں۔

(ڈائری میاں محمود احمد صاحب اخبار الفضل ۲۳-۹۹ مئی ۱۹۲۱ء)

۷۔ چونکہ مندرجہ ذیل اصحاب نے اپنی اپنی لڑکیوں کے رشتے غیر احمدیوں کو دیئے ہیں اس لیئے ان کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی منظوری سے جماعت سے خارج کیا جاتا ہے اور وہاں کی جماعت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ان سے قطع تعلق رکھیں۔

(ناظر امور عامہ قادیان اخبار الفضل ۲۲۰-۱-۶ ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

۸۔ ایک دوست نے دریافت کیا کہ یتیم اور بیواؤں کے لیئے لوگ چندہ مانگتے

Marfat.com

ہیں اس امر میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ (میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے)
فرمایا دوسرے لوگوں (مسلمانوں) کے ساتھ مل کر چندہ دینے کی
ضرورت نہیں ہے۔ یہ چندہ نہیں۔

(اخبار الفضل قادیان۔ ا۔ ۵ ہم۔ ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء)

دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیئے مرزا غلام احمد اور اس کے چیلوں نے جو کچھ لکھا ہے میں نے یہاں اس کا ایک چھوٹا حصہ نقل کیا ہے جس کو غور سے سننے کے بعد آپ نے سمجھ لیا کہ مرزا غلام احمد، اس کے صحابی اوّل. خلیفہ اوّل اور خلیفہ ثانی سب ہی مسلمانوں کو کافر کہتے اور سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں اتنے سخت ہیں کہ ان کے نزدیک کسی مسلمان امام کی اقتدار، کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا، کسی مسلمان کو اپنی لڑکی دینا جائز نہیں بلکہ مسلمان بچے کا جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور کسی ایسے شخص کے یہاں شادی میں شریک بھی نہیں ہو سکتے جو کسی غیر احمدی سے اپنا رشتہ کرے۔ اب غور کیجئے کہ ہم مرزا صاحب ان کے صحابی اور خلفار کی بات مانیں یا مرزائیت کے اس گروہ کے دھوکے میں آئیں جو مسلمانوں کو اپنے فریب میں مبتلا رکھنا چاہتا اور مرزائیت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ۔

"مرزائیت لاہور کی ہو یا قادیان کی دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ ہمارے لیئے دونوں برابر ہیں"

لیکن آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ عام طور پر مرزائی ہمیں مسلمان ہی کہتے ہیں حالانکہ جب ان کی کتابوں میں کثرت سے ہمیں کافر لکھا گیا ہے تو وہ ہمیں مسلمان کیوں کہتے ہیں تو اس کا جواب بھی میں مرزائیوں ہی کی ایک کتاب سے دیئے دیتا ہوں۔

اس جگہ دائرہ اسلام کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک دائرہ اسلام حقیقی ہے اور ایک دائرۂ اسلام محض رسمی پس حضرت

مسیح موعود کے منکر حقیقی دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے
نہ کہ رسمی دائرۂ اسلام سے اسی لیئے ہم ان کو مسلمان کے نام
سے یاد کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ وہ خود اسلام کے
دعوے دار ہیں (مباحثہ صـ ۲۲۹)

اس عبارت سے آپ کو جواب مل گیا کہ مرزائی ہمیں مسلمان بھی دھوکا دینے کے لیئے برائے نام کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں اُن کا یہی ایمان ہے کہ سب غیر مرزائی کافر ہیں۔

اپنا مضمون ختم کرنے سے پہلے میں ان لوگوں سے سوال کرنا چاہتا ہوں جو مجھ پر اور دیگر علماءِ اہلِ سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم نے مرزائیوں سے تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کر کے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیا ایسے لوگوں کے پاس کچھ عقل ہے تو میرے اس مضمون پر غور کریں تو انہیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس تفرقے کا ذمہ دار میں یا دیگر علمائے اہلِ سنت نہیں بلکہ اس کی دو وجہیں۔

پہلی اور سب سے اہم وجہ تو یہ کہ قرآن وحدیث ہمیں یہ فرق پیدا کرنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث اور امتِ مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب ہے وہ اور اس کے ساتھی اسلامی حکومت میں واجب القتل ہیں اسی لیئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کرایا اور ان کے بعد اسلامی دورِ حکومت میں جب اور جہاں ایسے کذاب پیدا ہوئے ان کو واصل جہنم کیا گیا۔

اور اس فرق کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مرزائیت کے بانی اور اس کے لیڈروں نے اپنے آپ کو ہمیشہ مسلمانوں سے علیحدہ ہی رکھا اور تمام مسلمانوں کو کافر ہی جانا جیسا کہ مضمون سے واضح ہو گیا اب اس صورت میں بھی بے غیرت کا دل چاہے وہ مرزائیوں سے تعلق قائم کرے کیا تمہاری غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ مرزائی تمہیں مطلقاً کافر کہیں تمہارے جنازوں میں شریک نہ ہوں، تم سے رشتے کرنے کے لیئے تیار نہ ہوں اور تم ان کو مسلمان یا زائد سے زائد

Marfat.com

مسلمانوں کا ایک گروہ سمجھو۔ (العیاذ باللہ)

اس دور کے مرزائی اور خاص طور پر اس ملک (بیرون ملک) کے مرزائی اپنے آباؤ اجداد سے بھی زائد مکار ہیں یہ مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں کے اندر گھستے ہیں حالانکہ جب وہ تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ہم قرآن و حدیث کے مطابق یقیناً ان کو کافر مرتد ہی کہتے ہیں تو پھر وہ کیوں ہمارے جنازوں کے جلوس میں گھس جاتے ہیں۔ کیوں ہمارے جلسوں میں آ جاتے ہیں صرف اس لیئے کہ وہ اس طرح ہم سے تعلقات پیدا کر کے ہمارے مذہب کو لوٹنا چاہتے ہیں وہ ہمارے یہاں رشتہ داری کر کے ہماری نسلوں کو برباد کرتے ہیں اسی لیے میں بار بار مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ مذہب کے ان ڈاکوؤں سے بالکل دور رہو قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (نصیحت کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو)

جب تمہیں پتہ چل چکا کہ مرزائی بدترین ظالم قوم ہے تو ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے کی کوشش بھی حرام ہے جب بیٹھنے تک کی ممانعت کر دی گئی تو ایسی قوم سے کوئی مذہبی تعلق، جماعتی تعلق، یا رشتہ داری کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

ان باتوں کے سن لینے پر بھی کسی کو مرزائیوں سے محبت ہو تو وہ اپنے دل کی تسکین کے لیے مرزا غلام احمد کا مزید ارشاد سن لے مرزا جی کو الہام ہوا۔ یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم

یعنی کنجریوں کے بچوں کے علاوہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے باقی سب میری نبوت پر ایمان لا چکے ہیں۔

بات بالکل صاف ہے جو مرزا جی کو نبی نہ مانے وہ کنجری کی اولاد حرامی ہے اب مجھے سوچ کر بتایئے کہ کیا اب بھی آپ کا مرزائیوں سے ملنے اور ان سے رشتہ داریاں قائم کرنے کو دل چاہتا ہے اگر کچھ محبت باقی ہے تو پھر

Marfat.com

اس عبارت پر بھی غور فرمایئے۔

دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الہدیٰ ص۱۰)

اب جس کا دل چاہے وہ کافر، ولد الحرام اور خنزیر بن کر مرزائیوں سے ملے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی سمجھدار انسان ایسے گروہ سے تعلق نہیں رکھ سکتا جو کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیئے یہ خیال ہو حقیقت یہ ہے کہ مرزائی ایک علیحدہ قوم ہیں جن کا نبی علیحدہ، مذہب علیحدہ اور شریعت علیحدہ لیکن اسلام اور مسلمانوں کے لیے عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور تمام اسلام دشمن اقوام سے زائد خطرناک ہیں۔ جس کے ثبوت کے لیئے بے شمار واقعات پیش کرسکتا ہوں لیکن آپ ملک اسرنیام کا تازہ واقعہ ہی لیجئے کہ ہم نے جب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منایا اور اس عید کے لیئے عام تعطیل کا مطالبہ کیا تو کسی قوم نے اعتراض نہ کیا بجز صرف مرزائی ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کر کے ہمارے اس مطالبے کی تکمیل میں رکاوٹ ڈال دی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ عام چھٹی نہ ہونے کے باوجود عید میلاد النبی پوری شان کے ساتھ منایا گیا اور منایا جائے گا اللہ کے آخری نبی رسول کا چرچا ہر جگہ ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ مرزا غلام احمد کا نام مٹ رہا ہے اور بہت جلد مٹ جائے گا دنیا کی کوئی قوت مجھے یہ بات کہنے سے نہیں روک سکتی کہ

مرزائی قزاقوں اور ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ ہیں جن کی کوشش ناموس رسالت کو لوٹنے کی ہے لیکن نبی آخر الزماں علیہ السلام کی ناموس کے محافظ علماء و عوام اہل سنت ہیں جن کا خدا حامی و ناصر ہے۔

ملاقات کا طریقہ

یہ ایک عام طریقہ ہے کہ لوگ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کچھ ایسے الفاظ بولتے ہیں جن سے ایک دوسرے کا دل خوش ہوتا اور محبت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے بھی مسلمانوں کے لئے ملاقات کا طریقہ مقرر کیا ہے اور اس کو اختیار کرنے کا حکم دنیا بھر کے مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان چاہے کسی ملک کے ہوں یا کوئی بھی زبان بولتے ہوں لیکن انہیں ملاقات کے وقت عربی کے وہی خاص الفاظ بولنے کا حکم دیا گیا ہے جو ان کے لئے مقرر ہیں اور وہ یہ ہیں:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ"

ان الفاظ کو سننے والا جواب میں کہے:

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

"سلام کرنا" اسی کو کہا جاتا ہے جس کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (پ ۵: النساء آیت: ۸۶)

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا	جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب دو یا وہی کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

Marfat.com

اس آیت میں سلام کا بہترین جواب دینے کا حکم دیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ اگر مسلمانوں نے سلام کے طریقے کو چھوڑ دیا یا کسی نے کسی کے سلام کا جواب نہ دیا تو خدا کے یہاں اس کا بھی جواب دینا ہوگا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا گیا: (پ ۱۸: النور آیت: ۲۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں کو سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

یہاں مسلمانوں کو گھروں میں داخل ہونے کے وقت خاص طور پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ بھی اشارہ کر دیا گیا کہ سلام کرنے میں مسلمانوں کی بھلائی اور فائدہ ہے اگر وہ اس طریقے کو چھوڑ دیں تو اس کے فائدے سے محروم ہو جائیں گے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں سلام کا ذکر اس طرح کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (پ ۱۸۔ النور: ۶۱)

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً

پھر جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے ملاقات کے وقت برکت والی، پاکیزہ اچھی دعا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جب کسی بھی گھر میں پہنچے چاہے وہ گھر رہنے کا ہو، کاروبار کا ہو، عبادت کا ہو، کسی قسم کا بھی گھر ہو، تو اس کو چاہیے کہ وہاں جو لوگ مذہب کے اعتبار سے اپنے ہوں ان کو ضرور سلام کرے۔ کیونکہ سلام کا طریقہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور یہ ایک برکت والی دلوں کو دشمنی سے پاک کر دینے والی دعا ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی ملاقات کے وقت سلام ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا	جب وہ اس کے پاس آئے تو
سَلٰمًا ۔ قَالَ سَلٰمٌ	انہوں نے سلام کیا اور اُس نے
	ان کے سلام کا جواب دیا۔

اس آیت میں اُن فرشتوں کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ان کی بیوی حضرت سارہ کے پیٹ سے بچہ پیدا ہونے کی خوشخبری سنانے کے لئے اس وقت آئے تھے جب حضرت سارہ کی عمر نوے سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ یہ دس یا بارہ فرشتے تھے۔ جب یہ انسانوں کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے سلام کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کا طریقہ فرشتوں میں بھی ہے اور پچھلے نبیوں کا بھی یہی طریقہ تھا۔

بہر حال قرآن کریم سے یہ حقیقت واضح ہے کہ سلام کا طریقہ نہایت ہی پاکیزہ اور برکت والا ہے جس کی پابندی یقیناً مسلمانوں کے لئے بھلائی کا ذریعہ ہے اسی لئے نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس کی تاکید کی اور اس کی اہمیت کو بیان فرمایا جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُن سے فرمایا:

اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰئِكَ	جاؤ فرشتوں کی اُس جماعت
نَفَرٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ جُلُوْسٍ	کو سلام کرو اور سنو وہ کیا جواب
فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَاِنَّهَا	دیتے ہیں وہ جو جواب دیں وہی
تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ	تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب
فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا	ہوگا تو حضرت آدم علیہ السلام

Marfat.com

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ،	نے فرشتوں سے کہا السلام علیکم
فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔	تو فرشتوں نے جواب دیا
	السلام علیک ورحمۃ اللہ تو انہوں
	نے ورحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ کر دیئے

اس حدیث سے پتہ چلا کہ سلام کا طریقہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانے کی بات نہیں بلکہ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا اور جب ہی سے جاری ہے نبی کریم علیہ السلام نے اسی طریقے پہ عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ	بیشک اللہ کے نزدیک بہتر
مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ	شخص وہ ہے جو لوگوں کو پہلے
	سلام کرے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ اسلام میں سب سے اچھا کام کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَءُ	تم بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور ہر
السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَ	مسلمان کو سلام کرو چاہے اُسے
مَنْ لَمْ تَعْرِفْ	پہچانو یا نہ پہچانو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى	جب تک تم مومن نہ ہو جنت
تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا	میں نہیں جا سکتے اور جب تک
حَتّٰى تَحَابُّوْا۔ اَوَلَا اَدُلُّكُمْ	تم آپس میں محبت نہ کرو پورے
عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ	مومن نہیں ہو سکتے کیا میں

Marfat.com

تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ — تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ تو وہ کام یہ ہے۔ کہ تم آپس میں سلام کیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِذَا انْتَهٰی اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَجْلِسِ فَلْیُسَلِّمْ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ — جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں آئے تو اُسے سلام کرنا چاہیے پھر جب مجلس سے اُٹھنے کا ارادہ کرے تو بھی سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُنْ بَرَکَةً عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ — جب تم اپنے گھر والے کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ تمہارے اور گھر والوں کے لئے برکت کا ذریعہ ہو گا۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث پر غور کیجئے۔ پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا آپس میں سلام کرنا بہت ہی پسند ہے اور اس طریقے پر عمل کرنے اور اس کو جاری کرنے کے بہت فائدے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ السلام علیکم کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہو اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

Marfat.com

وبرکاتہ کے معنی ہیں اور تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔ یعنی حقیقت میں سلام ایک دعا ہے۔ جب مسلمان ہر وقت ایک دوسرے کے لئے یہ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول فرما کر ان پر سلامتی نازل فرماتا ہے۔ یعنی ان پہ اپنا فضل فرماتا اور بیماری، غربت اور ہر قسم کی مصیبتوں سے ان کو بچالیتا ہے گویا سلام مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔

۲۔ جب گھر والے ایک دوسرے کو گھر آتے وقت، گھر سے جاتے وقت رات کو سوتے وقت، صبح اٹھتے ہی۔ غرضیکہ ہر وقت سلام کرتے اور ہر وقت سب کی زبان پر سلامتی کی دعا رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس گھر سے شیطان و بلیات کے اثر کو دور کر دیتا اور رحمت والے فرشتوں کو اس گھر والوں کی حفاظت کے لئے مقرر فرما دیتا ہے۔ گویا سلام مسلمانوں کے گھروں سے شیطان اور بلاؤں کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

۳۔ جب مسلمانوں میں سلام کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے تو ایسے مسلمان بھی قریبی دوست بن جاتے ہیں جو کبھی ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ اس طرح سلام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

۴۔ سلام کرنے سے مسلمانوں کے دل ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں۔ دلوں میں چھپی ہوئی دشمنی اور کینہ ختم ہو جاتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کا حال معلوم کرنے اور ان کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اس طرح مسلمان اپنی بہت سی مصیبتوں اور تکلیفوں کو خود ہی مل کر دور کر سکتے ہیں۔

۵۔ سلام ہی سے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی وہ دولت نصیب ہو جاتی ہے جس کے بغیر مسلمانوں کے لئے اپنے مذہب کی حفاظت کرنا اور چین کی زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

Marfat.com

۶ - سلام کرنے والے اور اس کا جواب دینے والوں کو فرشتوں، نبیوں، صحابہ اور تمام نیک بندوں اور بزرگوں کے طریقے پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ جس سے یقیناً بہت سے گناہ مٹتے اور بے شمار نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

ان عظیم فائدوں کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو سلام کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔ اپنے بچوں کو سلام کرنے کا طریقہ سکھانا چاہیے اگر گھر میں ماں باپ خود گھر سے نکلتے وقت، گھر میں داخل ہوتے ہوئے، سونے سے پہلے اور صبح اٹھ کر بچوں کو سلام کریں تو بچوں کو خود بخود اس کی عادت ہو جاتی ہے۔

سلام کے متعلق کچھ ضروری مسئلے بھی جان لینا چاہئیں:

سلام صرف جان پہچان والوں ہی کو نہیں بلکہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔ سلام کرنا سنت ہے لیکن اس کا جواب دینا واجب، سلام کا جواب سنتے ہی دینا چاہیے۔ بغیر کسی مجبوری کے جواب میں دیر کرنا سخت گناہ ہے۔ سلام کرتے اور اس کا جواب دیتے وقت چہرے سے خوشی ظاہر کرنا چاہیے۔ اگر کئی آدمی مل کر کسی کے پاس جائیں تو سب کو سلام کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ان میں سے ایک نے بھی سلام کر لیا اور باقی نے نہ کیا تو سب کو سلام کرنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ایک شخص مجلس میں آئے تو اس کو ایک مرتبہ سلام کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے سلام کا جواب مجلس کے سب لوگ دیں۔ لیکن اگر ایک آدمی نے ہی جواب دیا تو سب کی طرف سے کافی ہے اور اگر کسی نے بھی جواب نہ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ اگر کوئی شخص کسی کے ذریعہ اپنے عزیز یا دوست کو سلام بھیجے اور وہ سلام پہنچانے کا وعدہ کرے تو اس کے لئے سلام پہنچانا واجب ہے اور جب کسی کے ذریعہ سلام ملے تو سلام بھیجنے اور سلام پہنچانے والے دونوں کو جواب دینا چاہیے جس کے

Marfat.com

لئے یہ الفاظ ہیں "وعلیك وعلیه السلام"۔ اگر خط میں کوئی سلام لکھے تو اس کا جواب اسی وقت منہ سے بھی دینا چاہیے اور جوابی خط میں بھی لکھنا چاہیے۔ قبرستان میں داخل ہوتے ہوئے مُردوں کو بھی سلام کرنا سنت ہے جس کے لئے الفاظ یہ ہیں: السلام علیکم یا اھل القبور انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ مدینہ شریف جانے والوں کے ذریعہ نبی کریم علیہ السلام کو بھی بھیجنا چاہیے۔ یہ بزرگوں کا طریقہ اور حضور علیہ السلام سے سچی محبت کی نشانی ہے اور حاضری دینے والوں کے لئے سلام پیش کر دینا واجب ہے۔ سلام اتنی آواز سے کرنا چاہیے کہ جس کو کیا جائے وہ سن لے اور اتنی ہی آواز سے جواب بھی دینا چاہیے صرف ہاتھ کے اشارے یا انگلیوں کے اشارے سے سلام کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر دور سے سلام کرنے والا منہ سے سلام کرے اور اپنا سلام پہنچانے کی غرض سے اشارہ کر دے تو جائز ہے۔ اس وقت جواب دینے والے کو بھی منہ سے جواب دینا اور اس کو پہنچانے کے لئے اشارہ کرنا چاہیے۔ چھوٹے بڑے مرد اور عورت سب کے لئے جواب کے الفاظ ایک ہی ہیں۔

کھانا کھانے والے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، تسبیح و تہلیل پڑھنے والے، مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے، دینی باتیں کرنے اور سننے والے لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح وضو کرتے وقت یا غسل وغیرہ کرتے وقت بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اذان ہو رہی ہو یا خطبہ ہو رہا ہو تو اس وقت بھی سلام کرنا جائز نہیں۔ جو لوگ شراب پی رہے ہوں، تاش کھیل رہے ہوں یا کسی اور برے کام میں مصروف ہوں تو اس وقت ان کو بھی سلام کرنا جائز نہیں۔ خاص طور پر مرزائیوں کو جو مرتد کافروں سے زیادہ بدتر ہیں قطعاً سلام کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اسلام نے جن مجرموں کو قتل کر دینا واجب قرار دیا ہے ان کے لئے مسلمان

Marfat.com

سلامتی کی دعا کیسے کر سکتے ہیں۔

ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا بھی سنت ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام خود بھی مصافحہ کرتے تھے اور ہمیں بھی آپ نے اس کی تاکید فرمائی۔ حضرت ایوب ابن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ السلام جب تم لوگوں سے ملاقات کرتے تھے تو کیا مصافحہ بھی کیا کرتے تھے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا لَقِيتُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِیْ

کہ میں جب بھی حضور علیہ السلام سے ملا تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

أَ كَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِیْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

کیا صحابہ کرام میں مصافحہ کا رواج تھا تو انہوں نے جواب دیا "ہاں"

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْأَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ

کہ مریض کی عیادت کا پورا طریقہ یہ ہے کہ اس کی پیشانی یا اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا حال پوچھو اور سلام کا پورا طریقہ یہ ہے کہ سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرو۔

Marfat.com

حضرت براء ابن عاذب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا

جب بھی دو مسلمان ملاقات کرتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ ان دونوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

تَصَافَحُوْا يَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادُوْا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ

مصافحہ کیا کرو کیونکہ اس سے کینہ دور ہو جاتا ہے۔ آپس میں تحفے دیا کرو اس سے محبت بڑھتی اور دشمنی دور ہو جاتی ہے۔

ان چند حدیثوں سے ظاہر ہے کہ مصافحہ (ہاتھ ملانا) ایک ایسی سنت ہے جس پر عمل کرنے سے مسلمانوں میں محبت و الفت بھی پیدا ہوتی ہے اور ان کے بہت سے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مصافحہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب دو مسلمان ملیں تو سلام کے بعد اس طرح دونوں ہاتھ ملائیں کہ دونوں کے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلیاں پوری مل جائیں اور الٹا ہاتھ ایک دوسرے کے سیدھے ہاتھ پر آ جائے۔ ملاتے وقت دونوں ہاتھوں کو دبانے اور کچھ ہلانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ صرف ہاتھوں کی انگلیاں ملانا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت کے خلاف ہے۔ اس کا کوئی ثواب نہیں۔ عورتیں آپس میں ہاتھ ملا سکتی ہیں۔ مرد اپنی ماں، بیوی، بیٹی، بہن اور دوسری محرم (جن سے نکاح جائز نہ ہو) ہاتھ ملا سکتا ہے لیکن غیر عورتوں سے

Marfat.com

ہاتھ ملانا سخت گناہ اور حرام ہے۔ غیر عورت کی طرف جب نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے تو اُن سے ہاتھ ملانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے یہ طریقہ جو مسلمان اختیار کرتے ہیں وہ یا تو شریعت کو جانتے ہی نہیں اور یا جانتے ہوئے اس بدعملی میں مبتلا ہیں۔ اب انہیں یہ طریقہ چھوڑ کر توبہ کر لینا چاہیے۔ ملاقات کے وقت عورتوں کا ایک دوسرے کے منہ کو چومنا بھی جائز نہیں اسی طرح مصافحہ کر لینے کے بعد خود ہی اپنے ہاتھوں کو چومنا بھی مکروہ ہے۔ ہاں مصافحہ کرتے وقت اپنے باپ، اُستاد، پیر، عالم دین یا کسی بھی بزرگ کے ہاتھ چومنا یا پیر چومنا جائز ہے یہ مسئلہ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں موجود ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت زراع رضی اللہ عنہ جو عبدالقیس کے وفد میں شامل تھے بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے اور نبی کریم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تو حضور علیہ السلام کو دیکھ کر۔

فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا	تو ہم اپنی سواریوں پر سے
فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	جلدی جلدی اُترے اور
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ہم نے حضور علیہ السلام کے
وَرِجْلَهٗ	ہاتھ اور پیر کو چوما

عمر یا مرتبے کے اعتبار سے ہر چھوٹا اپنے بڑے کے ہاتھ یا پیر کو چوم سکتا ہے جس کا مقصد ادب اور احترام کو ظاہر کرنا ہو اور ہر بڑا محبت و شفقت ظاہر کرنے کے لئے چھوٹے کی پیشانی پر بوسہ دے سکتا ہے جیسا کہ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملے۔

فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ بَيْنَ	تو ان کو گلے لگا لیا اور ان کی
عَيْنَيْهِ	دونوں آنکھوں کے درمیان
	بوسہ دیا۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:

فَدَنَوْنَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ	ہم حضور علیہ السلام کے قریب
علیہ وسلم فَقَبَّلْنَا	ہو گئے اور ہم نے آپ کے
یَدَہٗ	ہاتھ کو چوما۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس مدینہ تشریف لائے تو میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا تو ابوبکر نے دیکھا کہ ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی ہیں اور بخار میں مبتلا ہیں۔

فَاَتَاھَا اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ	تو ابوبکر ان کے پاس آئے اور
کَیْفَ اَنْتِ یَا بُنَیَّۃَ وَقَبَّلَ	پوچھا "میری بیٹی کیا حال ہے"
خَدَّھَا	اور ان کے منہ پر بوسہ دیا۔

ملاقات کے وقت سلام اور مصافحہ کے علاوہ معانقہ کرنا یعنی گلے ملنا بھی سنت ہے جو نبی کریم علیہ السلام سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اور نبی کریم علیہ السلام سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور علیہ السلام میرے ہی مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور علیہ السلام صرف تہبند باندھے اپنی چادر کو زمین پر لٹکائے دروازے پر تشریف لے گئے۔

فَاعْتَنَقَہٗ وَقَبَّلَہٗ	اور زید بن حارثہ کو گلے لگایا
	اور بوسہ دیا

حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچے تو

Marfat.com

فتلقانی رسول اللہ — حضور علیہ السلام مجھے ملے اور
صلی اللہ علیہ وسلم — آپ نے مجھے گلے لگا لیا
فاعتنقنی

بہرحال معانقہ (گلے ملنا) بھی ملاقات کی خوشی کو ظاہر کرنے اور آپس میں محبت بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن معانقہ اس خلوص اور محبت کے ساتھ کرنا چاہیے کہ جب دو مسلمانوں کے گلے اور سینے ایک دوسرے سے ملیں تو ان کے دل بھی مل جائیں یعنی دونوں میں کسی قسم کا کینہ اور دشمنی باقی نہ رہے۔

مصافحہ اور معانقہ کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب بھی دو مسلمان بھائی ملیں سلام کریں، مصافحہ کریں، دل چاہے تو گلے ملیں۔ خاص طور پر نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کا طریقہ تو بہت ہی اچھا ہے کہ خدا کی عبادت کے بعد خدا کے بندے آپس میں محبت کو ظاہر کریں تو اُن پر خدا کی رحمت ضرور نازل ہوگی۔ اسی طرح معانقہ چاہے عید کے روز نماز کے بعد کیا جائے، بہت دن کے بعد ملاقات کے وقت کیا جائے۔ سفر کے لئے جاتے وقت کیا جائے یا سفر سے آتے وقت یا ہر ملاقات کے وقت کیا جائے ہر وقت جائز ہے۔ یہ کام محبت زیادہ ہونے کا ذریعہ ہے لہٰذا جتنا ان کاموں کو کیا جائے گا اتنی ہی محبت زیادہ ہوگی اور مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دولت نصیب ہوگی۔

مرتبے یا عمر میں جو شخص بڑا ہو اس سے ملاقات کے لئے بیٹھے ہوئے لوگوں کا کھڑے ہو جانا اور اس کی عزت و احترام کو ظاہر کرنا بھی سنت ہے اسی طرح کسی چھوٹے کے لئے اپنی جگہ سے ہلنا اور اس کو بیٹھنے کے لئے کہنا سنت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام مسجد میں بیٹھ کر ہمیں دین کی باتیں سکھایا کرتے تھے، تو:

Marfat.com

فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِیَامًا حَتّٰی نَرَاہُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُیُوْتِ اَزْوَاجِہٖ

تو جب حضور علیہ السلام جانے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے اور ہم اس وقت تک کھڑے ہی رہتے تھے جب تک آپ اپنی بیویوں میں سے کسی کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

یعنی جب تک نبی کریم علیہ السلام گھر کے اندر نہیں چلے جاتے تھے اور صحابہ کی نظروں سے نہ چھپ جاتے تھے، صحابہ اس وقت تک آپ کے احترام کے لئے کھڑے ہی رہتے تھے۔ اسی طریقہ کے مطابق مجلس میں کسی بزرگ کے آتے یا جاتے وقت اس کی عزت و احترام کے لئے کھڑا ہو جانا ایک اچھا طریقہ ہے جو ثواب کا ذریعہ ہے۔

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا تو آپ اُس کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئے اُس نے کہا یارسول اللہ جگہ کافی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اِن للمسلم لحقا اذا راٰہ اخوہ ان یتزحزح لہ

ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب وہ کسی کو اپنی مجلس میں آتا دیکھے تو اس کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ جائے

بہرحال اسلام مسلمانوں کو ملاقات کے بہترین طریقے سکھاتا ہے۔ ان سب کا مقصد مسلمانوں میں محبت والفت کو زیادہ کرنا بڑوں کی عزت و احترام کا خیال رکھنا اور چھوٹوں سے شفقت و محبت کو ظاہر کرنا ہے مسلمانوں کو یہ طریقے جاری کرنا اور ان کی عادت پیدا کرنا چاہیے تاکہ ان کے فائدے اور برکتیں نصیب ہوں۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

تعمیر مساجد

انما یعمر مساجد اللّٰہ	اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں
من اٰمن باللّٰہ والیوم	جو اللہ اور قیامت پر ایمان
الاٰخر و اقام الصلوٰۃ	لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور
واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش	زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا
الا اللّٰہ۔ فعسٰی اولٰئک	کسی سے نہیں ڈرتے۔ تو قریب
ان یکونوا من	ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں
المھتدین	ہوں۔

(پ ۱۰۔ التوبہ۔ آیت: ۱۸)

مسجد کے معنیٰ ہیں سجدہ کرنے کی جگہ۔ اس معنیٰ کے اعتبار سے مسلمان کے لئے ساری زمین مسجد ہے۔ کیونکہ مسلمان زمین پر ہر جگہ سجدہ کر سکتا اور نماز ادا کر سکتا ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح میں مسجد خاص طور پر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو پانچ وقت کی نماز کے لئے مقرر کر دی گئی ہو اور کوئی ایک شخص اس کا مالک نہ ہو بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے وہ جگہ وقف ہو۔ ہر مسلمان کو اس میں نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی پوری آزادی ہو۔ ایسی ہی جگہ کو "بیت اللہ" یعنی اللہ کا گھر بھی کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس جگہ (مسجد) کو دیکھتے ہی خدا یاد آتا ہے اور اُس کی عبادت کا خیال آتا ہے اس لئے یہ "شعائر اللہ" اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اللہ فرماتا ہے:

ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب

Marfat.com

یعنی خدا کی نشانیوں کی عزت کرنا، اُن کا احترام کرنا متقی (کامل مومن) ہونے کی نشانی ہے کیونکہ جو شخص بھی اللہ کو مانتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ کی ہر نشانی کی ضرور عزت کرے گا۔ اس ارشاد کے مطابق مسجد کی عزت کرنا اور اُس کا احترام کرنا بھی تقوٰی اور پرہیزگاری کی نشانی ہے اسی لئے سورۂ توبہ کی ان آیات میں جو اوپر لکھی جا چکی ہیں اللہ نے یہ واضح طور پر بیان کیا کہ مسجدوں کو غیر مسلم یا فاسق و فاجر لوگ آباد نہیں کریں گے بلکہ وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں یعنی اس طرح اُنہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ قیامت کے دن خدا ہم سے مسجدوں کے متعلق بھی سوال کرے گا تو اگر ہم نے مسجدوں کو آباد نہ کیا تو خدا کے یہاں ہم کیا جواب دیں گے اور مسجدوں کو آباد کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کیونکہ بے نمازی اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو مسجد سے کس طرح محبت اور تعلق ہو سکتا ہے اور ان لوگوں کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے بھی نہیں کیونکہ آبادی مساجد میں کبھی لوگ طعنے بھی دیتے ہیں، کبھی ستاتے اور پریشان بھی کرتے ہیں تو جو شخص لوگوں سے ڈرتا ہو وہ مسجد کو آباد نہیں کر سکتا

تعمیر مساجد یعنی مسجدوں کے آباد کرنے کے طریقے یہ ہیں:۔

مسجد بنانا، مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنا، مسجد کی عزت اور اس کا احترام کرنا،

مسجد بنانا نیک اور متقی لوگوں کا طریقہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے دنیا کا سب سے پہلا گھر خانہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام نے

لے اگر مضمون پڑھ کر سنایا جائے تو آیات کو دوبارہ پڑھا جائے اور ان کا ترجمہ بھی کیا جائے۔

Marfat.com

اور ان کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بنایا۔ مسجد اقصیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنائی اور مسلمانوں کا عظیم مرکز مسجد نبوی خود حضور نبی کریم علیہ السلام نے بنائی اور تمام صحابہ نے مل کر اس کا کام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے لئے زمین کی قیمت ادا کی۔ حضور علیہ السلام مسجد بنانے کے لئے خود اینٹ، پتھر اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے:

اللّٰھم لا عیش الا عیش	اے اللہ زندگی تو آخرت ہی کی
الآخرۃ فاغفر الانصار	ہے تو انصار اور مہاجرین کی
والمھاجرۃ	مغفرت فرما۔

آپ نے اپنے اس ارشاد سے یہ ظاہر کیا کہ جو لوگ اپنے مکان بناتے ہیں وہ صرف دنیا کی زندگی کا انتظام کرتے ہیں اور جو مسجد بناتے ہیں وہ آخرت کی زندگی کا انتظام کرتے ہیں اور حقیقت میں زندگی تو آخرت ہی کی ہے۔ آپ نے تعمیر مساجد میں حصہ لینے والے انصار و مہاجرین کے لئے اس موقعہ پر دعا کر کے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ جس طرح میں ان لوگوں سے خوش ہوں اسی طرح قیامت تک جو بھی مسلمان مسجد بنائے گا میں اس سے خوش رہوں گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

من بنیٰ للّٰہ مسجداً بنی	جس نے اللہ کے لئے مسجد
اللّٰہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔	بنائی اللہ نے اس کے لئے
	جنت میں گھر بنا دیا۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں تمام صحابہ نے حصہ لیا اور اس یقین کے ساتھ انہوں نے مسجد کو بنایا کہ اس کے بدلہ میں اللہ جنت میں ان کے لئے گھر بنا رہا ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پتھر اٹھاتے جاتے اور پڑھتے جاتے تھے:

Marfat.com

افلح من یعالج المساجد   جو مسجدیں بناتا ہے وہ کامیاب ہوگیا۔

حضور علیہ السلام کے بعد بھی صحابہ کرام نے ضرورت کے مطابق مسجدوں کے بنانے کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تقریباً چار ہزار مسجدیں آباد ہوئیں۔

بہرحال تعمیر مساجد کا ایک طریقہ مسجدوں کو بنانا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام اور نیک و متقی لوگوں کی سنت ہے۔ جس پر عمل کرکے ہم اپنے بزرگوں کو بھی خوش کر سکتے ہیں۔ اللہ کے یہاں اس کا ثواب بھی پائیں گے اور حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق یقیناً اللہ ہمارے لئے جنت میں گھر بنائے گا

مسجد بنانے میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے مسجد دوسری قوموں کے عبادت خانوں میں سب سے زیادہ عمدہ اور خوبصورت ہو کیونکہ ہر قوم کا عبادت خانہ اس کی مذہبی شان اور مذہب سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح ایک عمدہ مکان اور اس کا قیمتی سامان مکان والے کے صاحب دولت اور باذوق ہونے کو ظاہر کرتا ہے بالکل ایسے ہی مذہبی عمارت کی عمدگی اور اس کے بہترین سامان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس عمارت کے بنانے والوں کو اپنے مذہب سے محبت ہے اور انہیں مذہبی کام کا شوق بھی ہے۔ اور یہ اپنے مذہب کے لئے ہر قربانی دے سکتے ہیں۔

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جس کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اسلام سے محبت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے لہذا مسلمان کو اپنی مسجدیں بہترین اور خوبصورت بنا کر اسلام سے اپنی محبت کا ثبوت ہر زمانہ میں دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد نبوی حضور علیہ السلام کے

Marfat.com

زمانہ میں جیسی بنی تھی اب ویسی نہیں۔ اس زمانے کے حالات کے اعتبار سے اس کو بہت اچھا بنایا گیا تھا لیکن پھر اس کو ہر زمانہ میں خوبصورت کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ آج دنیا کے تمام عبادت خانوں میں بہترین عمارت ہے اور خوبصورت و قیمتی سامان سے آراستہ اور مزین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو بڑھایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد کی دیواروں اور ستونوں کو پتھر کا بنوایا، چھت ساگوان کی ڈلوائی اور فرش پر عقیق کی کنکریاں پھیلوائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوری مسجد کو دوبارہ سنگِ مرمر کا بنوایا اور عمارت بنانے کے لئے شام، مصر، روم اور قبط سے اسی (۸۰) انجینئر بلوائے۔ موجودہ عمارت سلطان عبدالمجید خاں کی بنوائی ہوئی ہے۔

غرضیکہ اسی طرح ہر دور کے مسلمان مسجد نبوی ہی نہیں بلکہ دوسری تمام مسجدوں کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنانے کی کوشش کرتے رہے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی مسلمانوں کو مسجدیں خوبصورت کرنے اور ان کو قیمتی سامان سے مزین کرنے کا شوق ہے۔ مسلمانوں کو اپنا یہ شوق اور زائد کرنا چاہیے۔ اور یہ یقین کرنا چاہیے کہ،

جو اللہ کے گھر کو خوبصورت اور عمدہ بنائے گا۔ اللہ اس کو دنیا اور جنت میں بہترین اور خوبصورت گھر ضرور عطا فرمائے گا۔

یہ بات بھی بتا دینا ضروری ہے کہ مسجدوں کی تعمیر میں مسلمانوں کو صرف حلال ذرائع سے کمایا ہوا پیسہ لگانا چاہیے۔ نہ تو اس مقدس کام میں سود وغیرہ کی دولت استعمال ہو سکتی ہے اور نہ اس کے لئے غیر مسلموں سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ زکواۃ کا پیسہ بھی مسجد پر خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ زکواۃ کا مال میل کچیل ہوتا ہے جو اس پاکیزہ عمارت پر خرچ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں زکواۃ کی رقم کا کسی کو مالک بنا دینا ضروری ہے اور مسجد یا مسجد کے سامان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔ مسجد کی ہر چیز وقف

Marfat.com

ہوتی ہے۔ مسجد سے مسجد میں آنے والے مسلمان ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اسی لئے مسجد کی کسی چیز کو ذاتی مصرف میں نہیں لایا جا سکتا۔ جیسے مسجد کی سیڑھی وغیرہ کوئی اپنے گھر کا کام کرنے کے لئے نہیں لے جا سکتا۔ یا مسجد کا کوئی پانی گھر نہیں لے جا سکتا۔ اسی طرح مسجد کے دوسرے سامان کا حال ہے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ مسجد کے منتظمین مسجد کے سامان سے ذاتی فائدہ حاصل کرتے اور اس کو اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ اس گناہ سے بچنا چاہیے۔ مسجد کے سامان کو مسجد سے باہر کسی دوسرے مذہبی کام کے لئے بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً مسجد کا لاؤڈ اسپیکر مسجد سے باہر لے جا کر اس سے تبلیغ وغیرہ کرنا بھی جائز نہیں۔ جب مسجد کا سامان مسجد کے باہر دینی کام کے لئے بھی نہیں کیا جا سکتا تو ذاتی استعمال میں لانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

مسجد میں مسلمانوں کا نماز کے لئے آنا بھی مسجد کو آباد کرنے کا ایک طریقہ ہے کیونکہ اگر کسی مکان کو بنا کر استعمال نہ کیا جائے، اس میں ہر قسم کا سامان موجود ہو مگر استعمال کرنے والا کوئی نہ ہو تو اُس گھر کو آباد نہیں کہا جا سکتا، بلکہ ہر شخص یہی کہے گا کہ اس مکان پر دولت بالکل بیکار خرچ کر دی گئی۔ اسی طرح مسجد کی بہترین عمارت اور اس میں عمدہ قیمتی سامان اسی وقت کارآمد ہو سکتا ہے جب کہ مسلمان اس میں نماز پڑھنے کے لئے اور دین سیکھنے کے لئے جمع ہوتے رہیں۔ کیونکہ مسجد بنائی ہی اس مقصد کے لئے جاتی ہے۔ مسجد بنانے کا مقصد صرف لوگوں کو ایک خوبصورت عمارت بنا کر دکھا دینا ہرگز نہیں اسی لئے مسجد میں آنے بلکہ مسجد کو دیکھنے تک کا ثواب رکھا گیا۔ حالانکہ مسلمان نماز تو ہر جگہ ادا کر سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

بشر المشائین فی الظلم | جو لوگ اندھیروں میں مسجدوں کی

Marfat.com

الی المساجد بالنور التام	طرف جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سنا دو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

جو مرد مسجد پہنچ کر جماعت سے نماز ادا کرے اس کو گھر کی نماز سے پچیس گنا زائد ثواب ملتا ہے اور یہ اس لئے کہ وہ جب اچھی طرح وضو کر کے گھر سے نکلتا ہے تو جو قدم چلتا ہے اس سے درجہ بلند ہوتا ہے اور گناہ مٹتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو فرشتے برابر اس کی بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جگہ آپ نے ارشاد فرمایا

جب مسلمان اچھی طرح وضو کر کے مسجد جاتا ہے تو ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور واپس گھر پہنچنے تک نماز پڑھنے ہی کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کے قریب کچھ زمینیں خالی ہوئیں تو خاندان بنو سلمہ نے چاہا کہ ان زمینوں پر اپنے مکان بنا لیں تاکہ مسجد کے قریب ہو جائیں۔

یہ خبر نبی کریم علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اے بنو سلمہ میں نے سنا ہے کہ تم مسجد کے قریب آنا چاہتے ہو۔ بنو سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ارادہ تو ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اپنے گھروں میں ہی رہو۔ کیونکہ تمہارے قدموں کے بدلے ثواب لکھا جاتا ہے۔ اگر تم مسجد کے قریب آ گئے تو قدم کم ہو جائیں گے اور اس طرح ثواب بھی کم ہو جائے گا۔ [1]

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من غدا الی المسجد او راح اعد اللہ لہ نزلۃ	جو مسلمان صبح یا شام مسجد جائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی

---

[1] یہ حدیث کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

من الجنة كلما غدا او راح — نعمتوں کو تیار کرتا ہے چاہے وہ کتنی ہی بار جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص دن میں کسی ایک وقت بھی مسجد جائے۔ تو اللہ تعالیٰ جنت کی نعمتیں اس کے لئے خاص کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو جتنا زائد مسجد میں آئے گا اسی کی اتنی ہی زیادہ نعمتیں ہوں گی تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد حاضر ہو کر نماز ادا کریں اور اگر پانچ وقت کی نمازوں میں نہ حاضر ہو سکیں تو کم از کم صبح شام یا کسی ایک وقت تو حاضر ہو جائیں تاکہ جنت کی نعمتوں سے محروم نہ رہیں۔

یہاں صرف چند احادیث نقل کی گئیں جو یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں کہ مسلمانوں کو مسجدیں بنا کر ان میں تالے نہیں ڈال دینا چاہئیں بلکہ پانچ وقت ان میں اللہ کی عبادت کرنے کے لئے جمع ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر شاندار و خوبصورت مسجد بنا کر مسلمان اس میں جمع نہ ہوں تو ان کے ایسا کرنے سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس قوم کو صرف دکھانے کے لئے مسجد بنانے کا شوق تو ہے لیکن درحقیقت ان کو اپنے مذہب ہی سے نہ تو محبت ہے اور نہ ہی اپنے خدا کا ڈر۔ کیونکہ اگر ان میں یہ دونوں باتیں ہوتیں تو یہ اس مقصد کو ضرور کرتے جس کے لئے مسجد بنائی جاتی ہے، جس طرح انہوں نے اپنے روپے خرچ کر کے ایک شاندار عمارت بنا دی اسی طرح اپنا وقت صرف کر کے اس عمارت میں عبادت کرنے کے لئے یہ جمع بھی ہو جاتے۔ آپ خیال کریں کہ مسلمانوں کا مسجد میں نہ آنا ایک تو اس ثواب سے محرومی کا ذریعہ ہے جس کا ذکر اوپر کی حدیثوں میں کیا گیا ہے اور دوسرے ان کے اس طریقے سے ان کی کتنی بڑی بدنامی ہے۔ ایسا مسلمان جو مسجد میں نہ آنے کی وجہ سے بدنام ہو چکا۔ اب وہ مذہب یا اسلام سے محبت کا کس طرح دعوےٰ کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو کیسے مسلمان ثابت کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں منافقوں کو

Marfat.com

بھی مسجد آکر نماز میں شریک ہونا پڑتا تھا تاکہ لوگ ان کو مسلمان سمجھیں ۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مسجد میں حاضر نہ ہونے والے کو مسلمان یقین کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہو سکتا ۔

یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ نماز گھر میں بھی پڑھی جا سکتی ہے ۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دن کی پانچ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے لئے بھی مسجد آنے کی ضرورت نہیں ۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر مسجد آنے کا ثواب بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ۔

علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو نماز کے بیشمار فائدوں میں سے اکثر فائدے مسجد آکر ہی نماز ادا کرنے کی صورت میں نصیب ہوتے ہیں ۔ مثلاً مسلمانوں کے درمیان محبت و الفت پیدا ہونا ایک دوسرے کا حال جاننا ، صفوں میں کھڑے ہو کر ایک خاص نظم کی عادت پیدا کرنا ، غریب و امیر ، کالے اور گورے کا مل کر عبادت کرنا ، یہ سب نماز کے فائدوں میں سے اہم فائدے ہیں جو یقیناً تنہا گھر پر نماز ادا کرنے کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے ۔

بہر حال یہ ایک واضح حقیقت ہے ۔ مسجد کی اصل تعمیر یہی ہے کہ مسلمان جمع ہو کر اس میں عبادت کریں اور اس کے بیشمار فائدے ہیں لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دینی اور دنیاوی فوائد کو حاصل کرنے کی غرض سے زیادہ سے زیادہ مسجد میں ہو کر نماز ادا کرنے کی کوشش کیا کریں ۔ صرف عید بقر عید یا جمعہ کی نماز کے لئے جمع ہونا ہی مسجد کی آبادی نہیں بلکہ دن میں پانچ مرتبہ جمع ہونا بہترین آبادی ہے ۔ ہاں اگر کاروباری اوقات میں مسجد میں حاضری ممکن نہ ہو تو کم از کم صبح و شام تو حاضر ہونا چاہیے ۔

تعمیر مسجد کا ایک طریقہ اس کی عزت کرنا اور اس کی احترام کرنا بھی ہے کیونکہ جس جگہ کو شاندار اور خوبصورت اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے اگر اس کی عزت نہ کی گئی اور اس کے احترام کا خیال نہ رکھا گیا اور اس کو ایک عام مکان کی طرح استعمال کیا گیا تو یہ

Marfat.com

حقیقت میں اُس معبود کی عزت نہ ہوگی جس کی عبادت اس گھر میں کی جارہی ہے۔

اگر کسی کے گھر کوئی مہمان آتا ہے تو وہ اپنے گھر کو صاف ستھرا کرتا ہے اور خوبصورت سامان سے اس کو آراستہ کرتا ہے اور یہ انتظام حقیقت میں مہمان کی عزت ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجد کی صفائی اور اس کو خوبصورت بنانا حقیقت میں معبودِ حقیقی ہی کا احترام ہے کیونکہ جس جگہ مسجد بنادی گئی اس جگہ پر خدا کی خاص رحمتیں نازل ہونے لگتی ہیں اسی لیے اس کو بیت اللہ کہا جاتا ہے۔

احترام مسجد کے کئی طریقے ہیں (۱) مسجد کی عزت کرنا اور اس سے محبت کرنا۔

مسجد کی عزت کرنا تو یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر دل میں خدا کا خوف پیدا ہو اور اس کی عبادت کا جذبہ پیدا ہو۔ حضور نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا۔ قیل یارسول اللہ وما ریاض الجنۃ۔ قال المساجد قیل وما الرتع یارسول اللہ۔ قال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر	جب تم جنت کے باغیچوں کے سامنے سے گزرو تو کچھ چر لو۔ دکھالو) عرض کیا گیا جنت کے باغیچے کیا ہیں فرمایا مسجدیں۔ عرض کیا گیا ان سے چرنے دکھانے) کا کیا مطلب ہے فرمایا کہو۔ اللہ پاک ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ بڑا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد قابل غور ہے۔ آپ نے مسجدوں کی

Marfat.com

عزت کرانے کے لیے مسجد کو جنت کا ٹکڑا قرار دیا۔ اس لئے کہ جو مسلمان اس میں پانچ وقت پابندی سے آتا ہے یا کسی وقت بھی آکر عبادت کرتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے وہ یقیناً جنتی ہوگیا اور جس مسلمان نے اس کو بنانے میں حصہ لیا اس کے لئے بھی جنت میں مکان بن گیا (جیسا کہ اوپر حدیث میں بیان ہو چکا) لہٰذا ہر مسلمان کو مسجد کی عزت اس یقین کے ساتھ کرنا چاہیے کہ مسجد درحقیقت جنت کا ایک حصہ ہے جو مسلمانوں کو نصیب ہوگیا۔ پھر جب مسلمان جنت کے حصے کو دیکھے تو اس سے ضرور کچھ فائدہ اٹھانا چاہیے بالکل اس طرح جیسے ایک جانور اگر کسی سبز گھاس والی جگہ سے گزرتا ہے تو ضرور منہ مار کر کچھ نہ کچھ چر لیتا ہے۔ اسی طرح جب مسلمان مسجد کے سامنے سے گزریں تو بغیر فائدہ حاصل کئے ہوئے نہیں گزرنا چاہیے اور مسجد سے فائدہ یہ حاصل کیا جائے کہ خدا کی پاکی بیان کرنے کے لئے یہ پڑھے:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

یہ پیاری تسبیح جب مسلمان مسجد کو دیکھ پڑھے گا تو ثابت ہوگا کہ یہ مسجد کی عزت کرتا ہے اور اس کو تسبیح پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

احب البلاد الی اللہ	خدا کے نزدیک شہروں کی سب
مساجدھا وابغض	سے محبوب جگہ مسجدیں ہیں اور
البلاد الی اللہ اسواقھا	خدا کے نزدیک شہروں کی سب
	سے بری جگہ بازار ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد میں مسلمانوں کے دلوں میں مسجدوں کی محبت پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ شہر میں خوبصورت بازار طرح طرح کی عمارتیں اور مسجدیں سب ہی چیزیں ہوتی ہیں لیکن خدا کو سب سے زیادہ محبت مسجدوں سے ہوتی ہے اور سب سے زیادہ بری جگہ خدا کے نزدیک

Marfat.com

بازار ہوتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ خدا کے بندوں کو بھی اسی چیز سے محبت ہونا چاہیے جس سے خدا کو محبت ہے اور جس جگہ کو خدا پسند نہیں کرتا اس جگہ کو بندوں کو بھی پسند نہیں کرنا چاہیے۔ لہذا مسلمانوں کو صرف ضرورت پوری کرنے کے لئے بازار جانا چاہیے۔ کیونکہ بازار خدا کے نزدیک کوئی اچھی جگہ نہیں ایسی جگہ نہیں جہاں تفریح کرتے یا دل بہلانے کے لئے جایا جائے وہ تو صرف ضرورت پوری کرنے یا کاروبار کرنے، ضرورت کا سامان خریدنے کی جگہ ہے۔ اپنے خالی اوقات میں دل بہلانے اور سکون حاصل کرنے کے لئے مسلمان کو مسجد میں آنا چاہئے۔ کیونکہ سکون تو ایسی جگہ ملتا ہے جس جگہ سے محبت ہو اسی لئے نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

ان ترهب امتی	میری امت کے لئے دنیا سے
الجلوس فی المساجد	علیحدہ ہونے کا (سکون) س
انتظار الصلوٰۃ	کرنے کا ذریعہ نماز کا انتظار
	کرنے کے ہے مسجد میں
	بیٹھنا ہے۔

یعنی مسلمان مسجد میں آکر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کے لئے بیٹھے تو اس کو دنیا کی الجھنوں اور فکروں سے سکون حاصل ہوتا ہے اور اس کا پریشان دل مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ جب مسلمان اللہ کے گھر میں آکر نماز پڑھنے اور اللہ کا ذکر کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کو اپنی الجھنوں کا خیال بھی نہیں رہتا بالکل اسی طرح جیسے ایک بیتاب بچے کو ماں کی گود میں آکر سکون نصیب ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے

الا بذکر اللہ تطمئن	اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان
القلوب	ہوتا ہے۔

جو مسلمان مسجد کی عزت کرتا ہے اسے ان چند باتوں کی پابندی ضرور کرنا چاہیے۔

Marfat.com

مسجد کی چھت پر بغیر ضرورت نہیں چڑھنا چاہیے۔ مسجد کو راستہ بنانا یعنی اپنی ضرورت کے لئے ایک دروازے سے دوسری طرف نکل کر جانا جائز نہیں۔ جوتے پہن کر جانا یا ایسا کپڑا پہن کر جانا جس کو عام طور پر تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہو۔ یہ بھی مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔ مسجد میں بھیک مانگنا، اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کرنا، کھانا، پینا، سونا، دنیا کی باتیں کرنا، ہنسی مذاق کرنا، بدبو والی چیز کھا کر مسجد میں جانا، کسی چیز کا بیچنا یا خریدنا، اونچی آواز سے باتیں کرنا، مسجد یا اس کی کسی چیز سے اپنا ذاتی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا۔ یہ تمام کام مسجد میں کرنا منع ہیں۔ کیونکہ مسجد کی عزت ان کاموں کے کرنے سے باقی نہیں رہ سکتی۔

۲۔ احترام مسجد کا دوسرا طریقہ مسجد کی صفائی کرنا بھی ہے۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے جو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں مسلمان اللہ کی عبادت کریں جب مسلمان اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا پسند کرتے ہیں تو ان کو ضرور اپنے گھروں سے زیادہ اللہ کے گھر (مسجد) کو صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں صفائی بھی ایک عبادت ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اللہ صفائی رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

ان اللہ یحب المتطھرین — بے شک اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے

جب مکانوں، کپڑوں اور اپنے جسموں کی صفائی کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے تو جو مسلمان اللہ کے گھر کی صفائی کریں گے ان کو اللہ اور بھی زائد پسند کرے گا۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ — میری امت کی نیکیوں کے بدلے میرے سامنے پیش کئے گئے

Marfat.com

یخرجہا الرجل من المسجد — یہاں تک کہ مسجد سے کوڑا نکال کر پھینکنے کا بدلہ بھی پیش کیا گیا۔

دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

اذا رایتم الرجل یتعاھد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان — جب تم کسی کو مسجد کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے مومن ہونے پر گواہ بن جاؤ۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے مسجد میں تھوک پڑا دیکھا تو آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہونے لگا۔ آپ نے اس کو خود صاف کیا اور فرمایا کیا تم لوگ یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہارے سامنے تھوکے۔ یعنی کسی کے سامنے کھڑے ہو کر تھوکنا بدتمیزی ہے۔ اسی طرح مسجد میں اللہ کی خاص رحمتیں نازل ہوتیں اور رحمت کے فرشتے آتے رہتے ہیں اس میں تھوکنا بھی سخت برا ہے۔

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ مسجد کی صفائی ایک نیکی ہے جس کا اجر اللہ کے یہاں ضرور ملے گا اور ایمان کی علامت ہے لہذا کسی مسلمان کو اس سے شرم نہیں کرنا چاہیئے۔ مسجد میں گندگی کرنا بدتمیزی ہے لہذا ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیئے اور اگر کوئی مسجد میں کوڑا یا گندگی دیکھے تو اس کو فوراً صاف کر دینا چاہیئے کہ یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔

مسجدوں کو صاف رکھنے کے لیے ان کاموں کا کرنا سخت منع ہے۔ مسجد کے اندر گندی چیز لے کر جانا، گندے یا میلے کپڑے پہن کر جانا، ناپاکی کی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا، مسجد کی چیزوں پر گندگی ڈالنا، کوئی ناپاک تیل وغیرہ مسجد میں جلانا یا مسجد بنانے کے لیے کوئی ناپاک سامان استعمال کرنا، اتنے چھوٹے بچے کو مسجد میں لے جانا جو پیشاب وغیرہ کو نہ کہتا ہو، مسجد کے اندر جنازہ رکھنا کیونکہ مرنے کے

Marfat.com

پیٹ وغیرہ سے گندگی نکلنے کا امکان ہوتا ہے) مسجد کے اندر وضو کے پانی کو جھاڑنا۔ مسجد کے اندر پیڑ لگانا یا پودے وغیرہ لگانا۔ (کیونکہ پیڑ سے کوڑا اور گندگی ہوتی رہتی ہے اور پودوں کے اندر کھاد وغیرہ ہوتا ہے) مسجد میں سونا کھانا کھانا۔

ان تمام کاموں کے کرنے سے مسجد میں روکا گیا ہے تاکہ اللہ کا گھر زیادہ سے زیادہ صاف رہے۔

بہر حال قرآن وحدیث اور شریعت کے احکام سے یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ مسجدوں کی تعمیر اور اُن کی صفائی، احترام اور اُن میں حاضر ہو کر عبادت کرنا مسلمان کے ایمان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس نشان کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اس موقع پر یہ بات بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ تعمیر مسجد اگرچہ اللہ کی عبادت کے لئے ہے لیکن اسلام کی تبلیغ، دین کی تعلیم، آپس میں محبت و اُلفت کو بڑھانا بھی عبادت ہی ہے لہٰذا مسجدوں میں ایسا انتظام کرنا تعمیر مسجد کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے جس سے مسجد میں آنے والے لوگ دین سیکھ سکیں اور اسلام کی تبلیغ ہو سکے اسی طرح جب مسلمان مسجد میں جمع ہوں تو وہ اپنی ذاتی دشمنی کا خیال تک نہ رکھیں بلکہ اللہ کے گھر میں آکر صرف اللہ کے بندے نظر آئیں دوست اپنے دوست سے محبت کے ساتھ ملے اور دشمن اپنے دشمن سے محبت کے ساتھ ملے۔

اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ وہ اللہ کے گھر میں صرف اللہ کے بندے ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے اسلامی رشتہ کی بنیاد پر صرف اللہ کے لئے ملنا ہے تو مسجد کے اندر پیدا ہونے والی یہ حالت مسلمانوں کی زندگی پہ ضرور اثر ڈالے گی اور ان کو ایک دوسرے سے ملا دے گی، ان میں اتحاد پیدا ہوگا، اتفاق پیدا ہوگا، جو مسلمانوں کی ترقی اور قوت کی اصل ہے۔

مسلمان جس قدر زیادہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اتنی ہی ان کو اتحاد کی دولت

Marfat.com

نصیب ہوتی ہے اور جتنے وہ مسجد سے دور ہوتے ہیں اتنے ہی وہ ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں۔ اس کو اس مثال کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص جس کی بہت دولت ہے جب وہ اپنی اولاد کی شادی وغیرہ کر دیتا ہے اور سب اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے سے دور ہو کر بھی وہ سب اگر اپنے باپ کے گھر آ کر جمع ہوتے رہتے ہیں تو ان کی محبت بھی باقی رہتی ہے اور ان کا اتحاد زیادہ ہوتا ہے لیکن جب وہ شخص جس کی یہ اولاد ہے خود مر جاتا ہے تو پورا خاندان منتشر ہو جاتا ہے کہ جو مرکز ختم ہو گیا تو مرکزیت بھی فنا ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح مسلمان اگر اپنے مرکز (مسجد) میں جمع ہوتا رہتا ہے تو مرکزیت باقی رہتی ہے اور اتحاد و اتفاق بڑھتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مسجدیں بنانے اور ان میں جمع ہونے کا مزید جذبہ اور شوق عطا فرمائے۔

Marfat.com

اتحاد و اتفاق

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو سب مل کر اور آپس میں علیحدہ علیحدہ مت ہو۔ (پ ۴۔ آل عمران آیت : ۱۰۳)

ایک باپ اپنی اولاد کو ایک دوسرے سے علیحدہ اور آپس میں لڑتا ہوا پسند نہیں کرتا۔ اُس کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اُس کے سب لڑکے، لڑکیاں مل جُل کر اور محبت و اتفاق سے رہیں۔ اسی طرح انسانوں کا حقیقی خدا انسانوں کا اختلاف، لڑائی جھگڑے اور آپس میں ایک دوسرے سے نفرت اور دشمنی کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ خدا تو یہ چاہتا ہے کہ تمام انسان اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی گزاریں۔ دنیا کی اس زندگی میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ لہٰذا اللہ نے تمام انسانوں کو ایک چیز کو پکڑ کر جمع ہونے کا حکم دیا اور آپس کے اختلاف سے منع کیا۔ اللہ فرماتا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ	اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ
جمیعا	لو سب مل کر۔

"حبل اللہ" یعنی اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانیں اور اسلام کی بتائی ہوئی ہر بات پر عمل کریں۔

اللہ کے اس حکم کو ماننا تمام انسانوں میں اتحاد و اتفاق کا ذریعہ ہے

Marfat.com

جب تمام انسان اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے، تو اُن کا سر صرف ایک خدا کے سامنے جھکے گا، اُن کی عبادت کے طریقے ایک ہوں گے۔ اُن کے پیدا ہونے سے مرنے تک زندگی گزارنے کا ہر طریقہ ایک ہو جائے گا۔

اور تمام انسان شکل و صورت، رنگ و بولی اور ملکوں کے اختلاف کے باوجود ایک ہو جائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَفَرَّقُوْا — اور ایک دوسرے سے علیحدہ مت ہو۔

یعنی جو انسان اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں پھر وہ شکل و صورت، رنگ و بولی، دولت و غربت یا ملکوں کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ بلکہ اب اگر کسی معاملے میں اختلاف بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا — اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (پ ۲۶۔ الحجرات، آیت: ۹)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ — مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ۔

(پ ۲۶، الحجرات آیت: ۱۰)

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ رائے میں یا معاملات میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف جھگڑے اور دشمنی کا سبب نہیں بننا چاہیے اور اگر کبھی مسلمانوں میں کوئی جھگڑا ہو بھی جائے تو دوسرے مسلمانوں کو یہ جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ کیونکہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائیوں کو اول تو لڑنا ہی نہیں چاہیے اور اگر دو بھائی کبھی لڑ پڑیں تو دوسرے بھائیوں کو لڑائی ختم کرا کے آپس میں صلح کرا دینے کی کوشش

Marfat.com

کرنا چاہیے۔

اتحاد و اتفاق کا یہ سبق تو قرآن کریم نے دیا اس کی اور زیادہ تفصیل معلوم کرنے کے لئے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بھی غور کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا:

اَلْمُؤمِنُ لِلْمُؤمِنِیْنَ	مسلمان دوسرے مسلمان کے
کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ	لئے بنیاد اینٹوں کی طرح
بَعْضاً وَ شَبَّکَ بَیْنَ	ہے کہ ایک سے دوسرے کو
اَصَابِعِہٖ	قوت ملتی ہے۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی مکان کی بنیاد میں ملا ملا کر اینٹیں لگائی جاتی ہیں تو وہ اس قدر منبوط ہو جاتی ہے کہ پورے مکان کا بوجھ اپنے اوپر اُٹھا لیتی ہیں اسی طرح مسلمانوں کو ایک دوسرے سے مل کر محبت کے ساتھ بالکل اس طرح رہنا چاہیے جیسے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالی جاتی ہیں تو وہ بالکل مل جاتی ہیں۔ اگر مسلمان آپس میں اتنی محبت پیدا کر لیں اور اتنے مل جل کر رہا کریں تو کوئی بوجھ کوئی مصیبت انہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ	مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور
مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ	ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

یعنی مسلمانوں کے درمیان اتنی محبت ہونا چاہیے کہ کوئی مسلمان اپنے دوسرے بھائی کے لئے اپنی زبان سے ایسا لفظ نہ نکالے جس سے بھائی کا دل دکھے اور نہ اپنے مسلمان بھائی کو اپنے ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچائے کیونکہ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے اتحاد باقی نہیں رہ سکتا۔

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم	تم میں سے کوئی پورا مومن
حتی یحب لاخیہ ما	نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ
یحب لنفسہ	اپنے مسلمان بھائی کے لئے
	وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے
	لئے پسند کرتا ہے۔

یعنی مسلمانوں میں ایسی محبت ہونا چاہیے کہ ایک مسلمان بھائی اگر اپنے لئے یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کو گالی دے تو اُسے یہ بھی پسند نہیں کرنا چاہیے کہ وہ خود کسی مسلمان بھائی کو گالی دے۔ ہر مسلمان اپنے بھائی کی عزت اسی طرح کرنا چاہیے جیسے وہ دوسروں سے اپنی عزت کرانا چاہتا ہے۔ ایسے ہی ایک مسلمان جو چیز خود کھانا یا پہننا پسند نہیں کرتا اس کو اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند نہیں کرنا چاہیے۔ جس چیز سے مسلمانوں کو خود تکلیف ہو اُسے یہی سمجھنا چاہیے کہ اس سے میرے مسلمان بھائی کو بھی تکلیف ہوگی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن لا یَرحَم لا یُرحَم	جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا
	اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں محبت پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے پر رحم کرنا ضروری ہے، دولت مند غریبوں پر رحم کریں، صحت مند بیماروں پر رحم کریں، بڑے چھوٹوں پر رحم کریں۔ اسی طرح ہر طاقت ور اپنے کمزور پر رحم کریں۔

اس حکم کی پابندی کرانے کے لئے فرمایا گیا۔ اگر مسلمان آپس میں رحم نہیں کریں گے تو دنیا اور آخرت میں اللہ بھی ان پر رحم نہیں فرمائے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

من كان يومن بالله	جو اللہ اور آخرت کے دن پر
والیوم الآخر فلیقل	ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے
خیرا او لیصمت	کہ وہ بات کہے تو اچھی کہے
	ورنہ خاموش رہے۔

یعنی زبان سے جب مسلمان کوئی بات نکالے تو پہلے سوچ لے کہ اچھی ہے یا نہیں۔ اگر اچھی ہو تو کرے ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے کیونکہ اکثر مسلمانوں کے درمیان اختلاف صرف بیکار اور بیہودہ باتوں کی وجہ سے ہو جاتا ہے لہذا ایسی بات ہی نہ کی جائے جس سے اختلاف کا خطرہ ہو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لن یدخل الجنۃ حتی	جنت میں وہی جائے گا جو
تومنوا ولن تومنوا	مومن ہو گا اور مومن وہی ہو
حتی تحابوا	سکتا ہے جس کے دل میں
	مسلمانوں کی محبت ہو۔

یعنی جنت تو مسلمانوں کے ہی داخل ہونے کی جگہ ہے لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد بغیر کسی سزا کے جنت میں داخل ہونے کے لئے ہر مؤمن کو اپنے اندر کچھ خوبیاں پیدا کرنا پڑیں گی اور انہی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلمہ پڑھنے والے کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کی محبت ہو اور اتنی محبت ہو کہ مسلمان بھائی کا رنگ چاہے سفید ہو یا کالا وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو اور کسی جگہ بھی رہتا ہو لیکن اگر اس کو کوئی تکلیف ہو تو دوسرے مسلمان چاہے اس سے کتنے ہی دور ہوں بے چین ہو جائیں اور ان کو اس وقت تک چین نہ ملے جب تک ان کے مسلمان بھائی کی مصیبت دور نہ ہو جائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سبابُ المُسلِمِ فسوقٌ و	مسلمان کو گالی دینا برا ہے اور

قِتَالُہٗ کُفرٌ   اس سے جھگڑا کرنا کفر ہے۔

یعنی مسلمان کے لیئے دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو اتنی ہی قیمتی اور پیاری ہونا چاہیے جتنی کسی کو اپنی عزت و آبرو پیاری ہوتی ہے لہذا کوئی مسلمان نہ کسی کو گالی دے سکتا ہے اور نہ ہی اس سے جھگڑا کر سکتا یا مار سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو گالی دی تو سخت گناہ کا کام کیا اور اگر کسی نے اس سے بھی بڑھ کر مسلمان بھائی سے لڑائی کی یا اس کو قتل کر ڈالا تو اس نے کافر جیسا کام کیا۔

قرآن کریم کی آیتوں اور حضور علیہ السلام کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان مسلمان بھائیوں کو مل جل کر رہنا چاہیے ہر قسم کے اختلاف سے بچ کر اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا چاہیے۔ مسلمانوں کے اندر اس خوبی کو پیدا کرنے کی غرض سے بہت سے ایسے کام حرام کر دیئے گئے کہ جن کی وجہ سے آپس میں ضرور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے مسلمانوں کے لئے جوا کھیلنا حرام کر دیا گیا کیونکہ جوا کھیلنے والے اکثر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور کبھی تو ان کا جھگڑا اتنا بڑھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان تک کے دشمن ہو جاتے ہیں اور یہ لڑائی جھگڑا صرف جوا کھیلنے والوں ہی کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ جواری کے گھر والے، رشتہ دار سب ہی اس سے لڑتے اور نفرت کرتے ہیں اگر مسلمانوں کو جوا کھیلنے کی اجازت ہوتی تو یہ اتحاد و اتفاق کیسے پیدا ہو سکتا تھا۔

اسی طرح مسلمانوں کے لیئے "سود" لینا حرام کر دیا گیا کیونکہ اگر ایک مسلمان اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر کسی سے قرض لیتا ہے اور اس کو قرض ادا کرنے کے ساتھ کچھ روپیہ اور زائد دینا پڑتا ہے تو اس قرض لینے والے کے دل میں ایسے قرض دینے والے کی کبھی محبت نہیں ہو سکتی جو اس سے

Marfat.com

سو روپیہ کی بجائے ایک سو دس لے رہا ہے۔ اگر تمام مسلمانوں کو سود کے ساتھ لین دین اور کاروبار کی اجازت ہوتی تو اُن میں آپس میں محبت کے بجائے نفرت بڑھتی رہتی اور اس طرح کبھی ان کے اندر اتحاد و اتفاق پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

کم تولنا، دھوکہ دے کر خراب مال بیچنا، جھوٹ بولنا، چیزوں میں ملاوٹ کرنا، کسی کی غیبت کرنا، کسی کی طرف سے برا خیال کرنا، کسی کے عیب کو ظاہر کرنا، بغیر تحقیق کے کسی پر الزام لگانا، زنا کرنا، کسی کا مال چھین لینا۔

اسلام نے ان تمام بری عادتوں کو مسلمانوں کے لئے حرام کر دیا کیونکہ جن لوگوں میں بھی یہ عادتیں ہوں گی۔ ان میں آپس میں اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ ان بُری عادتوں والے ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے، ایک دوسرے کو مارتے پیٹتے رہتے ہیں۔

ایسی چیزوں کو تو مسلمانوں کے لئے حرام قرار دیا گیا جن سے اتحاد و اتفاق کو نقصان ہو سکتا ہے اور ان تمام کاموں کو ضروری کر دیا گیا یا اُن کے کرنے کی اجازت دی گئی جن سے اتحاد و اتفاق بڑھتا اور محبت و الفت کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔

جیسے:

اسلام میں داخل ہونے کے لئے کلمہ طیبہ کا پڑھنا ضروری کیا گیا۔

دنیا بھر کے مسلمانوں پر نماز فرض کی گئی اور نماز ادا کرنے کے لئے کعبہ کی طرف منہ کرنا لازمی کر دیا گیا

دنیا بھر کے مسلمانوں پر روزہ فرض کیا گیا اور روزے کے لئے ایک مہینہ مقرر کیا گیا۔

دنیا بھر کے مسلمانوں پر زادِ راہ ہونے کی صورت میں حج فرض کیا گیا اور سب کے لئے حج کی خاص جگہ مکہ مقرر کر دی گئی۔

دنیا بھر کے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی لیکن سب کے لئے زکوٰۃ

Marfat.com

ادا کرنے کی ایک خاص مقدار مقرر کر دی گئی۔

اللہ نے اپنی عبادت کے طریقوں میں یہ پابندیاں اس لئے رکھیں کہ مسلمانوں کو یہ خیال رہنا چاہیے کہ وہ ایک کلمہ پڑھنے والے ہیں، ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں ایک زمانہ میں روزہ رکھتے ہیں ایک جگہ حج کرتے ہیں۔ ایک خاص مقدار سے زکواۃ ادا کرتے ہیں پھر وہ رنگ، بولی یا جگہ کے فرق کی وجہ سے کس طرح ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ ان کا رنگ علیحدہ ہو سکتا ہے ان کی بولی میں فرق ہو سکتا ہے وہ ایک دوسرے سے رہنے کی جگہ کے اعتبار سے دور ہو سکتے ہیں لیکن ان میں اتحاد و اتفاق کا اتنا کمال ہونا چاہیے کہ ان کے دل ملے رہیں کوئی ظاہری فرق ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کر سکتا وہ ان سب فرقوں کے باوجود بھی جانتے ہیں کہ

انما المومنون اخوۃ کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

اس اتحاد و اتفاق ہی کو مضبوط کرنے کے لئے مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کا حکم دیا گیا امیروں کو غریبوں کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا حاجت مندوں کو بیماروں کی عیادت اور خدمت کرنے کا حکم دیا گیا۔ مُردہ مسلمان بھائی کی نماز جنازہ ادا کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا۔ ایک دوسرے کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دینے کا حکم دیا گیا۔ مسلمان بھائی سے ملاقات کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کا حکم دیا گیا۔ معانقہ کرنے اور گلے ملنے کا حکم دیا گیا۔

غرضیکہ اسلام کے یہ تمام حکم اسی لئے ہیں کہ مسلمانوں میں آپس میں محبت اور اتحاد و اتفاق پیدا ہو۔ اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بڑی خوبی ہے کہ اس نے اپنی تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے اتنا قریب کر دیا کہ نہ امیر و غریب کا فرق باقی رہا نہ کالے، گورے کا اور

Marfat.com

نہ ہی ان کو بولیوں کا اختلاف دور کر سکتا ہے اور نہ وہ علیحدہ علیحدہ وطن ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ یہ اسلام کی کتنی بڑی خوبی ہے کہ جو مقام عربی بولنے والے کو حاصل ہے وہی دوسری زبان بولنے والے کو بھی ملتا ہے جو مرتبہ حضرت ابوبکرؓ حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ کا ہے وہی کالے رنگ والے حبشی غلام حضرت بلالؓ کا بھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آخری حج کے خطبہ میں اعلان فرمایا:

لا فضل للعربی علی العجمی ولا فضل للعجمی علی العربی کلکم من آدم وآدم من تراب ۰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم	عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی غیر عربی کو عربی پر تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے ہیں۔ بیشک تم سب سے اللہ کے نزدیک بزرگی والا وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہو۔

یعنی جس طرح باپ اپنی اولاد میں سب سے زیادہ اس اولاد سے محبت کرتا ہے جو اس کی بات مانے اور کہنے پر چلے، اسی طرح مالکِ حقیقی بھی انسانوں میں سے صرف ان انسانوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق دنیا میں زندگی گزاریں جو جتنا زیادہ ان طریقوں پر عمل کرے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانے گا اتنا ہی اللہ کے دربار میں اس کا مرتبہ اونچا ہوگا۔

دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور بہت سی قومیں آباد ہیں لیکن ان میں اتحاد و اتفاق اور محبت پیدا کرنے کی تعلیم سب سے زیادہ اسلام دیتا ہے۔ اس طرح اسلام کی یہ خوبی ایک ایسی خوبی ہے کہ مسلمانوں کو

Marfat.com

اس پر فخر کرنا چاہیے اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنے اختلافات کو دور کر کے اور ظاہری تفریق کو مٹا کر ایک خدا کا بندہ بن کر میل جول اور محبت سے زندگی گزارنا چاہیے۔ کوئی امیر اپنے آپ کو دولت کی وجہ سے اونچا نہ سمجھے، کوئی غریب دولت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو کمزور اور ذلیل خیال نہ کرے۔ رنگ اور بولی کے فرقوں کو ختم کر دیا جائے ہندوستانی، ملائی، جاپانی، ترکی، یوروپی ہونے کا خیال بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے۔ صرف اور صرف ہر ایک اپنے آپ کو ایک خدا کا بندہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی سمجھے اور ہر ایک دین کی پابندی کر کے خدا کے یہاں اپنا مقام بلند کرنے کی کوشش کرے، ایک دوسرے کی مدد کرنے اور مصیبت میں کام آنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

مسلمانوں کی پچھلی تاریخ اتنی پیاری تاریخ ہے کہ اگر مسلمان اس کو اپنے سامنے رکھیں تو ان میں اتحاد و اتفاق بھی پیدا ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ بھی۔ اس سلسلے میں ان چند واقعات پر غور کیجئے۔

جنگ اُحد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ شہید ہو گئے جن سے حضور کو بہت محبت تھی اور انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی۔ جب ان کے شہید ہونے کی خبر اُن کی بہن صفیہ کو ہوئی تو وہ اپنے بھائی کے کفن کے لیے دو چادریں لے کر آئیں۔ جب ان چادروں میں حضرت حمزہ کو کفن دیا جانے لگا تو پتہ چلا کہ ایک دوسرے صحابی حضرت سہیل بھی شہید ہوئے ہیں لیکن ان کو کفن دینے کے لئے کوئی کپڑا نہیں۔ حضرت حمزہ کی بہن اور ان کے عزیزوں نے فوراً بڑی چادر اپنے مسلمان بھائی کے لئے دے دی اور حضرت حمزہ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ جب حضرت حمزہ کے پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور جب سر ڈھکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے۔

Marfat.com

ایک اور واقعہ جنگ یرموک کا ہے کہ ایک مسلمان سپاہی زخموں سے بے چین ہیں۔ جان نکلنے کے قریب ہے۔ اس حال میں ایک مسلمان بھائی پانی دیتا ہے لیکن یہ تڑپتا ہوا مسلمان اشارے سے کہتا ہے کہ پہلے میرے دوسرے مسلمان بھائی کو پانی پلاؤ۔ جب اس کے پاس پانی پہنچا تو اس نے تیسرے کی طرف اشارہ کیا اور اسی طرح پانی والے کو سات تڑپتے ہوئے زخمی مسلمانوں کے پاس جانا پڑا۔ اور پھر ساتویں نے پانی والے سے کہا کہ جب تک مجھ سے پہلے بھائی پانی نہیں پی لیں گے میں کیسے پی سکتا ہوں۔ لیکن پانی والا جب دوبارہ تڑپتے ہوئے پیاسے بھائیوں کے پاس پہنچا تو سب جان دے چکے تھے۔

جب نبی کریم علیہ السلام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور آپ نے مکہ کے مسلمانوں کو مدینے کے مسلمانوں کا بھائی بنایا تو وہ ایک دوسرے سے اتنی محبت کرنے لگے کہ مدینے کے مسلمانوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا اپنی زمینیں تقسیم کر دیں اپنے مکان دے دیئے اور ہر طرح ان کی مدد کی اور مہاجر اپنے انصار بھائیوں سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اپنی کمائی ہوئی دولت تک ان کے سپرد کر دیتے تھے۔

بہر حال اسلام کی تاریخ کا ہر واقعہ اتحاد و اتفاق کی مثال پیش کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس اتحاد و اتفاق ہی کی برکت سے عرب کے گندے ماحول میں اسلام پھیلا اور مسلمانوں نے عزت حاصل کی اور بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ کامیاب ہوئے۔

اتحاد سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اس کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جب درخت کے بہت سے تنکوں کو ایک جگہ باندھ کر جھاڑو بنا دیا جاتا ہے تو وہ جھاڑو پورے مکان کو کوڑے وغیرہ سے صاف کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ان تنکوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مکان صاف کرنے

Marfat.com

کی کوشش کی جائے تو مکان کبھی صاف نہیں ہو سکتا بلکہ ایک ایک تنکا ٹوٹ کر یا تو وہیں اڑ کر ختم ہو جائے گا۔

بالکل اسی طرح مسلمان اتحاد و اتفاق کے ساتھ آپس میں ایک ہو کر بڑی قوت بن جاتے ہیں اور اپنے عظیم مکان اسلام کو دشمنوں سے بچا لیتے ہیں لیکن اگر ان میں اختلاف پیدا ہو جائے اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور ہو جائیں تو خود ختم ہو جاتے اور دشمن کی نذر ہو جاتے ہیں لہذا مسلمانوں کو اسلام کی حفاظت اور اپنی عزت و آبرو کے لئے اپنے ہر اختلاف کو دور کر کے اپنے اندر اتحاد و اتفاق اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اسلام نے اتحاد و اتفاق سے رہنے کا حکم صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ نہیں دیا بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ بھی اسلام مل جل کر رہنے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام میں دوسری قوموں کو ستانے یا ان کو ذلیل سمجھنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

جس طرح خدا اپنے نہ ماننے والوں کو دنیا کی تمام نعمتیں دیتا ہے اسی طرح وہ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کے ماننے والے کسی کو پریشان نہ کریں بلکہ ہر ایک کو امن و سکون اور آرام سے زندگی گزارنے دیں۔ کسی باغ کا مالک ہرگز یہ نہیں پسند کرتا کہ کوئی اس کے لگائے ہوئے درختوں، پھولوں یا پھلوں کو خراب کرے۔ یہ ساری دنیا خدا کا لگایا ہوا باغ ہے اس باغ کا مالک حقیقی یہ بات پسند نہیں فرماتا کہ اس میں بسنے والے آپس میں لڑیں، جھگڑا کریں، ایک دوسرے کو قتل کریں یا ایک دوسرے کے مال پر قبضہ کریں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کلوا و اشربوا من	اللہ کا دیا ہوا کھاؤ اور پیو
رزق اللہ ولا تعثوا	اور زمین میں لڑائی جھگڑا مت
فی الارض مفسدین	کرتے پھرو۔ (پ ۱ آیت: ۶۱)

Marfat.com

غیر قوموں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی تعلیم دینے ہی کے لئے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کو یہ حکم دیا گیا کہ مکہ کے کافروں نے تمہیں ستایا اور تمہیں پریشان کیا۔ یہاں تک کہ تمہیں کعبہ میں عبادت بھی نہ کرنے دی۔ لیکن تم ان کی اس دشمنی کی وجہ سے ان پر کوئی زیادتی اور ظلم مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا یجرمنکم شنأن	اُس قوم کی نفرت جس نے تمہیں
قوم ان صدوکم	کعبہ سے روکا تھا تمہیں ان پر
عن المسجد الحرام ان	زیادتی کرنے پر مجبور نہ کر دے۔
تعتدوا	(مائدہ)

غیر قوموں کے ساتھ اتحاد کا رشتہ قائم کرنے ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ آپ یہودیوں اور عیسائیوں سے کہئے کہ وہ مسلمانوں سے اس بات پر صلح کر لیں کہ۔ ۱۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ ۲۔ اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں۔ ۳۔ اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ سمجھیں۔ ہاں اگر یہ لوگ اتنی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان سے کہہ دو کہ ہم تو ان حکموں کو مانتے ہیں اور مسلمان ہیں۔

(خلاصہ آیت سورۂ آل عمران)

کیوں کہ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ جن کی تعلیم صرف قرآن کریم نے ہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توراۃ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں بھی یہی تعلیم لے کر آئے تھے۔

غیر قوموں کے ساتھ اس اتحاد ہی کو باقی رکھنے کے لئے بتوں کی پوجا کرنے والوں (کافروں) سے بھی یہ ہی کہا گیا یا تو تم ہمارے دین کو قبول کر لو اور اگر نہیں کرنا چاہتے تو

لکم دینکم ولی دین	تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

Marfat.com

یعنی تمہاری مرضی ہے۔ ہم لڑ کر یا جھگڑا کر کے کسی کو اپنا دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے، دین کے معاملے میں کوئی دباؤ اور مجبوری ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ نے فرمایا:

لا اکراہ فی الدین قد — دین میں کوئی دباؤ نہیں ہدایت

تبین الرشد من الغی — اور گمراہی کو ظاہر کر دیا گیا

یعنی جس طرح رات ہو جانے کے بعد کسی عقل مند کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ رات سونے کے لیے ہوتی ہے اور دن نکل آنے کے بعد کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دن کاروبار کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح ہدایت اور گمراہی، اچھائی اور برائی قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ظاہر کر دیئے گئے۔ اب اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی کسی پر دباؤ ڈالے اور آپس میں فساد اور جھگڑا پیدا کرے بلکہ ہر ایک کو اپنے دین کی صداقت کے لیے دلیلیں پیش کرنا چاہئیں اور ہر انسان کو اپنی عقل سے کام لے کر اچھے دین اور سیدھے راستے کو قبول کر لینا چاہیے۔

تاریخ اسلام سے بھی یہ بات بالکل روشن ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ غیر قوموں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور ان کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود غیر قوموں سے اتحاد کیا۔ اتحاد کے لیے جو جملے استعمال کیے گئے ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ انہم امۃ واحدۃ — یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

۲۔ وان یہود بنی عوف امۃ مع المؤمنین — بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں

۳ وان النصر للمظلوم — مظلوم کی مدد کی جائے گی۔
(چاہے وہ کسی مذہب کا ہو)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب دوبارہ مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ کی حکومت آپ کو دے دی گئی تو آپ نے مکہ کے اُن کافروں دشمنوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو اور دوسرے مسلمانوں کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ اس موقع پر کسی مسلمان کو اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ صرف اس لئے کہ اسلام تو سب کے ساتھ اتحاد، امن اور سکون سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔

یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں، عیسائی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں لیکن اسلام جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر بھی ایمان لانے اور ان کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ہندو مسلمانوں کو اچھوت سمجھتے ہیں ان کے ہاتھ کا پانی تک نہیں پی سکتے لیکن مسلمان ان کو اچھوت نہیں سمجھتے، مسلمانوں کی شریعت کے مطابق ان کے ہاتھ کا پانی پینا اور ان کی پکائی ہوئی چیزیں کھانا جائز ہیں۔

ہاں اسلام نے صرف اتنی پابندی لگائی ہے کہ مذہبی معاملات میں کسی سے نہ دوستی باقی رہتی ہے اور نہ رشتہ داری۔

قرآن کریم میں ہے۔

لا یتخذ المؤمنون	کہ مسلمان کافروں کو اپنا دوست
الکافرین اولیاء	نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا۔
من دون المؤمنین	(پ ۳۔ آل عمران۔ آیت: ۲۸)

Marfat.com

اس دوستی کا مطلب مذہبی معاملات میں دوستی ہے۔ یعنی اگر کسی دوسرے مذہب کا ماننے والا مسلمان کو نماز سے روکے تو دوستی کا خیال کرکے نماز نہیں چھوڑی جاسکتی کوئی مسلمان سے شراب پینے، جوا کھیلنے، زنا کرنے کو کہے تو دوستی کا خیال کرکے ان کاموں کو نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے، قرآن شریف پڑھنے اور اسلام کے دوسرے احکام پر عمل کرنے سے روکے تو پھر دوستی کا کوئی خیال نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی مسلمانوں کی حکومت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو دوستی کا خیال نہیں کیا جائے گا۔

اسلام کی تاریخ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے صرف انہی صورتوں میں جنگ کی اور غیر قوموں کا مقابلہ کیا ہے اور ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ گویا اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم ہے لیکن کسی قوم کو ستانے، پریشان کرنے، کسی کے ملک پر قبضہ کرنے یا کاروباری معاملات میں غیر مسلموں سے علیحدگی، غیر مذہب کے لوگوں کو ذلیل سمجھنے کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔

مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی اس اسلامی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے آپس میں زیادہ محبت پیدا کرنے اور غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

Marfat.com

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی (کرنا) چاہتا ہے اسے دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے

سُنّی بہشتی زیور (کامل)

جلد اوّل

(حصہ اوّل تا پنجم)

خلیلِ ملّت حضرت علّامہ مفتی محمّد خلیل خان برکاتی قدس سرہٗ

ملنے کا پتہ
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدر آباد
شارع مفتی خلیل خان نزد ہوم اسٹیڈ ہال

Marfat.com

مطابقة الاختراعات العصريّه
لما اخبر به سيد البريّه
کا
اُردو ترجمہ

اسلام اور عصری ایجادات

تالیف

الامام العلامة الحافظ ابو الفیض
احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی
رحمۃ اللہ علیہ

تلخیص و ترجمہ

ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مارھروی

تقدیم

ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

ملنے کا پتہ
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد
شارع مفتی خلیل خان نزد بوم اسٹیڈ ہال

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دبستان

مقالات قادری

جلد دوم

از

مبلغ اسلام مولانا سیّد سعادت علی القادری
صدر جمعیت اہلسنّت پاکستان

ملنے کا پتہ
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدر آباد
شارع مفتی خلیل خان نزد ہوم اسٹیڈ ہال

Marfat.com

Marfat.com

ہماری دوسری مطبوعات

۱ ہمارا اسلام جلد اوّل (آتا ۵) ۳۰/
۲ ہمارا اسلام مکمل (آتا ۹) ۴۲
۳ سنی بہشتی زیور جلد اول (آتا ۵) ۳۵
۴ سنی بہشتی زیور جلد دوم (۶ تا ۹) ۳۰
۵ سنی بہشتی زیور مکمل دو جلد (آتا ۹) ۶۹
۶ ہماری نماز مجلد ۳۲
۷ ترجمہ سبع سنابل شریف ۳۵
۸ الصلوٰۃ رسالہ جمعہ کے نوافل ۲۵/
۹ عقائد الاسلام ۲۰/
۱۰ شرح فیصلہ ہفت مسئلہ ۳۲
۱۱ نور علی نور ترجمہ باغ المرادات ۲۵
۱۲ چادر اور چہار دیواری اور برقعہ ۲۵
۱۳ خلاصۃ التفاسیر آتا ۶ پارے ۳۰
۱۴ برکات روحانی تعویذات عملیات ۲۷/
۱۵ حکایات رضویہ ۱۵
۱۶ روشنی کی طرف ۵/
۱۷ ہمارا سوال ۵
۱۸ معراج النبی ۶
۱۹ دعائیں ۵
۲۰ حقوق الوالدین [illegible]

۲۱ شرح اعتقاد الاحباب
۲۲ اسلامی گفتگو اول
۲۳ اسلامی گفتگو [illegible]
۲۴ [illegible]
۲۵ [illegible]
۲۶ [illegible]
۲۷ [illegible]
۲۸ [illegible]
۲۹ [illegible]
۳۰ [illegible]
۳۱ [illegible]
۳۲ [illegible]
۳۳ ملفوظات [illegible]
۳۴ [illegible]
۳۵ [illegible]

مکتبہ قاسمیہ [illegible]
بیرون دارالعلوم [illegible]

Marfat.com

ہماری دوسری مطبوعات

۱. ہمارا اسلام جلد اوّل (آتا ۵) ۳۰/-
۲. ہمارا اسلام مکمل (آتا ۹) ۴۲
۳. سنی بہشتی زیور جلد اول (آتا ۵) ۴۵
۴. سنی بہشتی زیور جلد دوم (۶ تا ۹) ۳۰
۵. سنی بہشتی زیور مکمل دو جلد (آتا ۹) ۶۹
۶. ہماری نماز مجلد ۳۲
۷. ترجمہ سبع سنابل شریف ۳۵
۸. الصلوٰۃ رسائل جمعہ کے نوافل ۲۵/-
۹. عقائد الاسلام ۲۰/-
۱۰. شرح فیصلہ ہفت مسئلہ ۳۲
۱۱. نور علی نور ترجمہ [illegible] ۲۵
۱۲. چادر اور چہار دیواری [illegible] ۲۵
۱۳. خلاصۃ التفاسیر (آتا ۶ پارے) ۳۰
۱۴. برکات روحانی تعویذات عملیات ۲۷/-
۱۵. حکایات رضویہ ۱۵
۱۶. روشنی کی طرف ۵/-
۱۷. ہمارا سوال ۵
۱۸. معراج النبی ۶
۱۹. دعائیں ۵
۲۰. حقوق الوالدین [illegible]

۲۱. شرح اعتقاد الاحباب
۲۲. اسلامی گفتگو اول
۲۳. اسلامی گفتگو [illegible]
۲۴. [illegible]
۲۵. [illegible]
۲۶. [illegible]
۲۷. [illegible]
۲۸. [illegible]
۲۹. [illegible]
۳۰. [illegible]
۳۱. [illegible]
۳۲. [illegible]
۳۳. ملفوظات [illegible]
۳۴. [illegible]
۳۵. [illegible]
[illegible]

مکتبہ قاسمیہ [illegible]

بیرون دار العلوم [illegible]

Marfat.com

مقالات قاسمی

جلد اوّل

باہتمام

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدر آباد

Marfat.com